فَيَنْزِلُ عِنْدَ
الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ
شَرْقِيَّ دِمَشْقَ

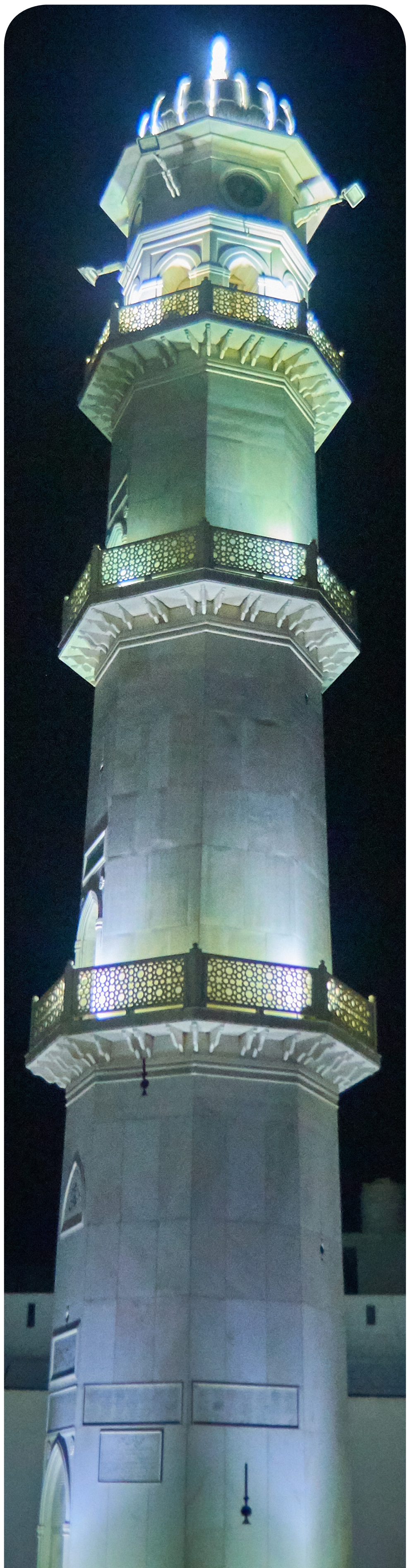

ہفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

خصوصی اشاعت بر موقع یومِ مسیح موعودؑ

مدیر اعلیٰ: حافظ محمد ظفراللہ عاجزؔ

جلد 26

جمعۃ المبارک 22،/29 مارچ 2019ء
14،/21 رجب 1440 ہجری قمری ☆ 22،/29 امان 1398 ہجری شمسی

شمارہ 12-13

امام جماعت احمدیہ مسلمہ عالمگیر
حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی جانب سے

سانحۂ نیوزی لینڈ کی مذمّت

(پریس اینڈ میڈیا آفس۔لندن) 15/ مارچ 2019ء۔امام جماعت احمدیہ مسلمہ عالمگیر امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے نیوزی لینڈ کے شہر کرائسٹ چرچ کی دو مساجد پر آج ہونے والے دہشت گردی کے حملہ کی شدید مذمّت کی ہے۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ 'میں جماعت احمدیہ مسلمہ عالمگیر کی طرف سے نیوزی لینڈ کے شہر کرائسٹ چرچ میں ہونے والے دہشت گردی کے اس سفاکانہ واقعہ کے متاثرین سے دلی دکھ،افسوس اور ہمدردی کا اظہار کرتا ہوں۔

ایسے انسانیت سوز اور بہیمانہ واقعہ کی جتنی بھی مذمّت کی جائے کم ہے۔نماز جمعہ کے لیے اکٹھے ہونے والے معصوم مسلمانوں کا اس بے دردی کے ساتھ قتل عام ایک انتہائی افسوسناک واقعہ ہے۔تمام لوگوں کو چاہے وہ کسی بھی دین کے ماننے والے ہوں آزادی کے ساتھ پر امن طریق پر عبادت کرنے کا حق حاصل ہے۔

ترقی یافتہ ممالک کو اس المناک سانحہ سے سبق حاصل کرتے ہوئے باہمی تعاون کے ساتھ ایسا لائحہ عمل تجویز کرنا چاہیے جس سے نسلی، علاقائی اور مذہبی بنیادوں پر پھیلنے والی نفرت اور شدّت پسندی پر آہنی ہاتھوں سے لیکن پُر حکمت انداز میں قابو پایا جاسکے۔

ہماری دلی دعائیں اس واقعہ کے متاثرین کے ساتھ ہیں۔اللہ کرے کہ اس واقعہ کے ذمہ دار افراد انصاف کے تقاضوں کے تحت جلد از جلد کیفرِ کردار کو پہنچیں۔'

اس شمارہ میں:

☆...حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہمدردیٔ خلق کا دلگداز تذکرہ (02) ☆...سیرت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام از تحریرات حضرت مصلح موعودؓ (04) ☆...خطبہ جمعہ حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ یکم مارچ 2019ء (05) ☆...خطبہ جمعہ حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 08 مارچ 2019ء (13) ☆...امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی مصروفیات (17) ☆...آؤ میرے چاند کی تم بھی پذیرائی کرو (منظوم) (18) ☆...جری اللہ فی حلل الانبیاء (19) ☆...وہ قصیدہ میں کروں وصفِ مسیحا میں رقم (منظوم) (21) ☆...تعارف کتاب۔درثمین فارسی (25) ☆...حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا دورۂ امریکہ (27) ☆...شاہسوارِ علم وحکمت اور وہ سلطان القلم (منظوم) ☆...''زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحالِ زار'' (31) ☆...حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت وسوانح کے مأخذ (33) ☆...خلاصہ خطبہ جمعہ حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 15 مارچ 2019ء (37) ☆...کیا دنیا کے امن کی بنیاد عیسائیت پر رکھی جاسکتی ہے؟ (38) ☆...رشتہ ناطہ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حسین اسوہ (39) ☆...حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پاکیزہ اندازِ تربیت (41) ☆...حضرت اماں جانؓ (ام المومنین حضرت سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) (43) ☆...ذکرِ حبیب۔خدائی نصرت کے آئینہ میں (47) ☆...حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شانِ اقدس میں منقبت (48) ☆...حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صنفِ نازک پر احسانات (49) ☆...اُس کا آنا تو معجز نما ہوگیا (منظوم) (53) ☆...1882ء میں ظاہر ہونے والا استارہ ذُوالسِّنِیۡن (54) ☆...''یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا'' (57) ☆...الفضل ڈائجسٹ (61) ☆...جلسہ سالانہ برطانیہ 2018ء کے دوسرے روز حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خطاب (آخری قسط) (64)

نائب مدیر: فرخ راحیل مینیجر: طاہر مہدی امتیاز احمد www.alfazl.org مضامین وآراء کے لیے:۔ info@alfazlintl.org خریداری واشتہارات کے لیے:۔ manager@alfazlintl.org 22 Deer Park Road SW19 3TL London UK

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے بابرکت الفاظ میں

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہمدردئ خلق کا دلگداز تذکرہ

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سوانح اور آپؑ کے شمائل وخصائل کا مطالعہ کرنے والا خواہ وہ سطحی جائزہ لے یا گہرائی میں جاکر۔ اگر اس کا قلب وضمیر زندہ اور انصاف پسند ہے تو اس کو قطعی طور پر یہ نتیجہ نکالنے میں دیر نہیں لگے گی کہ آپؑ کی زندگی عشقِ الٰہی اور عشق رسول ﷺ سے عبارت تھی۔ آپؑ کی تحریر ہو یا تقریر، آپؑ کا قول ہو یا فعل، آپؑ کی کوئی بھی حرکت ہو یا سکون، انہیں دونوں عشقوں کے رنگ سے رنگین اور اسی عشق کی خوشبو سے معطر جس کی مہک آج بھی کم ہونے نہیں پائی۔ اور ہوتی بھی کیوں! کہ اس محبت بھرے دل کی یہ صدا تھی...!!

اِنِّی اَمُوْتُ وَ لَا یَمُوْتُ مَحَبَّتِیْ

یُدْرٰی بِذِکْرِکَ فِی التُّرَابِ نِدَائِی

یعنی میں تو مر جاؤں گا لیکن میری محبت کبھی نہیں مرے گا۔ قبر کی مٹی میں بھی تیرے ذکر کے ساتھ میری آواز پہچانی جائے گی۔

خدا کے بعد حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا عشق تھا کہ جو آپ کے روح وقلب کو ہر وقت مخمور کیے رکھتا تھا... لوگ کچھ بھی کہیں بلا خوف لومۃ لائم اس عشق کا اظہار آپؑ کا مذہب اولین تھا۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ

بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمرم

گر کفر ایں بوَد بخدا سخت کافرم

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ جو کہ آپ کے گھر کے ہی ایک فرد تھے۔ جو جلوت وخلوت کے ایک چشم دید گواہ تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں:

’’آپ کے اخلاق کے اس بیان کے وقت قریباً ہر خلق کے متعلق مَیں نے دیکھا کہ مَیں اسکی مثال بیان کرسکتا ہوں۔ یہ نہیں کہ مَیں نے یونہی کہہ دیا ہے۔ مَیں نے آپ کو اس وقت دیکھا۔ جب مَیں دو برس کا بچہ تھا۔ پھر آپ میری ان آنکھوں سے اس وقت غائب ہوئے جب میں ستائیس سال کا جوان تھا۔ مگر مَیں خدا کی قسم کھاکر بیان کرتا ہوں۔ کہ مَیں نے آپ سے بہتر، آپ سے زیادہ خلیق، آپ سے زیادہ نیک، آپ سے زیادہ بزرگ، آپ سے زیادہ اللہ اور رسول کی محبت میں غرق کوئی شخص نہیں دیکھا۔ آپ ایک نور تھے جو انسانوں کے لیے دُنیا پر ظاہر ہوا اور ایک رحمت کی بارش تھے جو ایمان کی لمبی خشک سالی کے بعد اس زمین پر برسی اور اسے شاداب کرگئی۔ اگر حضرت عائشہؓ نے آنحضرت ﷺ کی نسبت یہ بات سچی کہی تھی۔ کہ ’’کان خلقُہُ القرآن‘‘ **تو ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسبت اسی طرح یہ کہہ سکتے ہیں کہ ’’کان خلقُہُ حُبَّ محمدٍ وَاتِّبَاعَہ‘‘ علیہ الصّلوٰۃ والسلام‘‘**

(سیرت المہدی جلد اول روایت975)

ہمدردئ خلق

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بروح القدس اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 02؍فروری 2006ء میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت مبارکہ کے درخشاں پہلو ’ہمدردئ خلق‘ کے بارہ میں فرماتے ہیں:

’’آج مَیں آنحضرت ﷺ کے عاشق صادق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت کے چند واقعات بیان کروں گا جن سے آپؑ کے دل میں خدا تعالیٰ کی مخلوق کے لیے جو جذبہ رحم تھا اور اس کے لیے بسا اوقات آپؑ اپنے آپ کو تکلیف میں ڈال کر بھی جو اظہار فرمایا کرتے تھے، اس کی کچھ حد تک تصویر کشی ہوتی ہے۔ آپؑ کی زندگی اتنی مصروف تھی کہ جس کی کوئی انتہا نہیں۔ اسلام کے دفاع میں تن تنہا ساری جنگیں لڑ رہے تھے۔ تقریر کے ذریعہ سے، تحریر کے ذریعہ سے، پھر مخالفین کی کارروائیاں بھی آپؑ کے خلاف بے انتہا تھیں، مقدمات وغیرہ بھی تھے۔

یہ سب چیزیں تھیں لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے لیے اپنوں اور پرایوں کے لیے اس بات پر کمر بستہ تھے کہ اس کی صفت رحمانیت سے حصہ پاکر مَیں سراپا رحمت بنا رہوں اور اپنے آقا ومطاع ﷺ کے اسوہ کو مکمل طور پر اپنا سکوں۔ آپ کی سیرت کا یہ پہلو بھی پوری آب وتاب سے چمکا۔ اس لیے کہ آپ اپنے پیدا کرنے والے اور انعاموں اور فضلوں سے نوازنے والے خدا کا شکر گزار بندہ بھی بننا چاہتے تھے، جس نے آپؑ کو الہاماً فرمایا تھا کہ ’’غَرَسْتُ لَکَ بِیَدِیْ رَحْمَتِیْ وَقُدْرَتِیْ تیرے لیے مَیں نے رحمت اور قدرت کو اپنے ہاتھ سے لگایا ہے۔‘‘ (تذکرہ صفحہ 72 ایڈیشن چہارم مطبوعہ ربوہ)

پس یہ کس طرح ہوسکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سے جو رحمت کا پودا آپ کے لیے لگایا گیا آپ اس کی شکر گزاری کا اظہار اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر رحم کی نظر ڈال کر نہ کرتے جبکہ اللہ تعالیٰ نے الہاماً آپؑ کو یہ بھی فرمایا تھا کہ یَا اَحْمَدُ فَاضَتِ الرَّحْمَۃُ عَلٰی شَفَتَیْکَ اے احمد! تیرے لبوں پر رحمت جاری ہوئی ہے۔ (تذکرہ صفحہ 74- 73 ایڈیشن چہارم مطبوعہ ربوہ)

پس اس رحمت میں جہاں روحانی بیماروں کے لیے آپؑ کے دل میں درد پیدا کیا ہوا تھا اور جس کے لیے آپؑ دعا اور تدبیر کے ذریعہ سے ہر وقت کوشاں رہتے تھے وہاں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی جسمانی اور مادی ضرورتوں کے لیے بھی آپؑ دعا اور تدبیر کے لیے ہمہ وقت اور ہر وقت ہر لحظہ تیار رہتے تھے۔

ایک ہندو کی عیادت اور علاج کے لیے جدوجہد

اب مَیں وہ واقعات پیش کرتا ہوں کہ کس طرح آپؑ مخلوق کی خدمت کیا کرتے تھے اور آپؑ کے دل میں ان کی روحانی ترقی کے لیے کتنا درد تھا۔

حضرت یعقوب علی صاحب عرفانیؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک لالہ شرمپت رائے ہوتے تھے۔ قادیان کے رہنے والے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں آپؑ کی بعثت کے ایام سے بھی پہلے آیا کرتے تھے۔ اور آپؑ کے بہت سے نشانات کے وہ گواہ تھے... ایک مرتبہ وہ بیمار ہوئے (تو عرفانی صاحبؓ کہتے ہیں کہ) مجھے اس وقت قادیان ہجرت کرکے آجانے کی سعادت حاصل ہوچکی تھی۔ ان کے پیٹ پر ایک پھوڑا نکلا تھا اور اس دُنبل نے، بہت گہرا پھوڑا تھا، اس نے خطرناک شکل اختیار کرلی تھی۔ حضرت اقدسؑ کو اطلاع ہوئی۔ آپؑ خود لالہ شرمپت رائے کے مکان پر تشریف لے گئے جو نہایت تنگ اور تاریک سا چھوٹا سا مکان تھا۔ اکثر دوست بھی آپؑ کے ساتھ تھے، عرفانی صاحب کہتے ہیں کہ مَیں بھی ساتھ تھا، جب آپ نے لالہ شرمپت رائے کو جاکے دیکھا تو وہ نہایت گھبرائے ہوئے تھے اور ان کو یقین تھا کہ میری موت آنے والی ہے۔ بڑی بے قراری سے باتیں کررہے تھے، جیسے انسان موت کے قریب کرتا ہے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو بڑی تسلی دی کہ گھبراؤ نہیں اور ایک ڈاکٹر عبداللہ صاحب ہوا کرتے تھے، فرمایا کہ مَیں ان کو مقرر کرتا ہوں وہ اچھی طرح علاج کریں گے۔ چنانچہ دوسرے دن حضرت اقدسؑ ڈاکٹر صاحب کو ساتھ لے گئے اور ان کو خصوصیت کے ساتھ لالہ شرمپت رائے کے علاج پر مامور کیا۔ اور اس علاج کا بار یا خرچ لالہ صاحب پر نہیں ڈالا۔ اور روزانہ بلاناغہ آپؑ ان کی عیادت کو جاتے تھے اور جب زخم مندمل ہونے لگے اور ان کی وہ نازک حالت بہتر حالت میں تبدیل ہوگئی۔ تو پھر آپؑ نے وقفہ سے جانا شروع کیا۔ اور اُس وقت تک عیادت کا یہ سلسلہ جاری رکھا جب تک وہ بالکل اچھے نہیں ہوگئے۔ (ماخوذ از سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت یعقوب علی صاحب عرفانیؓ صفحہ 170-169)

ایک غریب اور مسکین کے گھر عیادت کے لیے جانا

پھر عرفانیؓ صاحب بیان کرتے ہیں کہ مہر حامد قادیان کے ارائیوں میں پہلا تھا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سلسلہ بیعت میں داخل ہوا اور اب تک اس کا خاندان خدا تعالیٰ کے فضل سے مخلص ہے۔ (اب بھی ہوں گے۔ انشاء اللہ) مہر حامد علی صاحب نہایت غریب مزاج تھے اور ان کا مکان فصیل قادیان سے باہر اس جگہ واقع تھا جہاں گاؤں کا کوڑا کرکٹ اور روڑیاں جمع ہوتی ہیں۔ سخت بدبو اور تعفن اس جگہ پہ ہوتا تھا۔ اور خود بھی زمینداروں کے گھر ایسے ہی ہوتے ہیں، تو کہتے ہیں کہ مکان کی صفائی کا التزام نہ تھا، مویشیوں کا گوبر اور اس قسم کی دوسری چیزیں پڑی رہتی تھیں، جس کو وہ کھاد کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ بہرحال اسی جگہ وہ رہتے تھے، وہ بیمار ہوئے اور وہی بیماری ان کی موت کا موجب بنی۔

تو حضرت اقدسؑ متعدد مرتبہ اپنی جماعت مقیم قادیان کو لے کر اس کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے تھے اور جب جاتے تھے تو قدرتی طور پر بعض لوگوں کو اس تعفن اور بدبو سے سخت تکلیف ہوتی تھی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خود بھی تکلیف محسوس کرتے تھے اور بہت کرتے تھے۔ عرفانیؓ صاحب لکھتے ہیں اس لیے کہ فطرتی طور پر بہ وجود نظافت اور نفاست پسند واقع ہوا تھا۔ مگر اشارۃً یا کنایۃً نہ تو اس کا اظہار کیا اور نہ اس تکلیف نے آپؑ کو ان کی عیادت اور خبر گیری کے لیے تشریف لانے سے کبھی روکا۔ آپؑ جب جاتے تو اس سے بہت محبت اور دلجوئی کی باتیں کرتے۔ اور اس کی مرض اور اس کی تکلیف وغیرہ کے لیے بہت دیر تک دریافت فرماتے اور تسلی دیتے اور ادویات وغیرہ بھی بتاتے، توجہ الی اللہ کی بھی ہدایت فرماتے۔ کہتے ہیں کہ وہ اپنی حیثیت کے لحاظ سے ایک معمولی زمیندار تھا اور یہ کہنا بالکل درست ہے کہ آپؑ کے زمینداروں میں ہونے کی وجہ سے وہ گویا رعایا کا ایک فرد تھا۔ لیکن آپؑ نے کبھی تفاخر اور تفوّق کو پسند نہ فرمایا۔ اس کے پاس جاتے تھے تو اپنا ایک عزیز بھائی سمجھ کر جاتے تھے اور اس طرح پر باتیں کرتے تھے اور اس کے علاج کے متعلق دلچسپی لیتے تھے اور صاف طور پر کہتے تھے، دوسرے دیکھنے والے بھی کہتے تھے کہ کوئی عزیزوں کی خبر گیری بھی اس طرح نہیں کرتا جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے تھے۔ (سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت یعقوب علی صاحب عرفانیؓ صفحہ 173-172)

اپنے دوستوں کے لیے بے قرار دل کے ساتھ خط کے ذریعہ بیمار پرسی

پھر حضرت یعقوب علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحب لکھتے ہیں کہ عیادت کے لیے باوجودیکہ آپؑ تشریف لے جاتے تھے لیکن یہ بھی ایک صحیح واقعہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کے قلب کو مخلوق کی ہمدردی اور غمگساری کے لیے جہاں استقلال سے مضبوط کیا ہوا تھا وہاں محبت اور احساس کے لیے اتنا رقیق تھا (اتنا نرم کیا ہوا تھا) کہ آپؑ اپنے مخلص احباب کی تکالیف کو اپنی آنکھ سے نہ دیکھ سکتے تھے اور اندیشہ ہوتا تھا کہ اگر آپؑ اس موقعہ تکلیف پر پہنچ جاویں تو طبیعت بگڑ نہ جاوے۔ اس لیے بعض اوقات عیادت کے لیے خود نہ جاتے اور دوسرے ذریعہ سے عیادت کرلیتے یعنی ڈاکٹر وغیرہ کے ذریعہ سے حالات دریافت کرلیتے اور مریض کے عزیزوں رشتہ داروں کے ذریعہ سے تسلّی دیتے اور ایسا ہوا کہ اپنی اس رِقّت قلبی کا اظہار بھی بعض اوقات فرمایا۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت یعقوب علی صاحب عرفانیؓ صفحہ 186)

تو دیکھیں باوجود بے انتہا معمور الاوقات ہونے کے کسی کی عیادت یا ہمدردی کے لیے جانے پر اس لیے انکار نہیں فرما رہے کہ وقت نہیں ہے، مصروفیت ہے، بلکہ اس لیے کہ مخلوق کی ہمدردی اور اس کی تکلیف کا خیال کرکے آپؑ کی اپنی طبیعت خراب ہوجایا کرتی تھی۔ اور یہ سراسر رحمت تھی جس سے آپؑ کا دل بھرا ہوا تھا۔

اس کا اظہار ایک خط کے ذریعہ سے بھی ہوتا ہے جو آپؑ نے اپنے ایک مرید کی بیماری کے دوران لکھا۔ اس کے متعلق عرفانی صاحب لکھتے ہیں کہ مرحوم ایوب صادق صاحب ایک نہایت مخلص اور پرجوش احمدی

باقی صفحہ نمبر 22 پر

اِسْمُهٗ اِسْمِیْ وَاِسْمُ اَبِیْہِ اِسْمُ اَبِیْ الحدیث

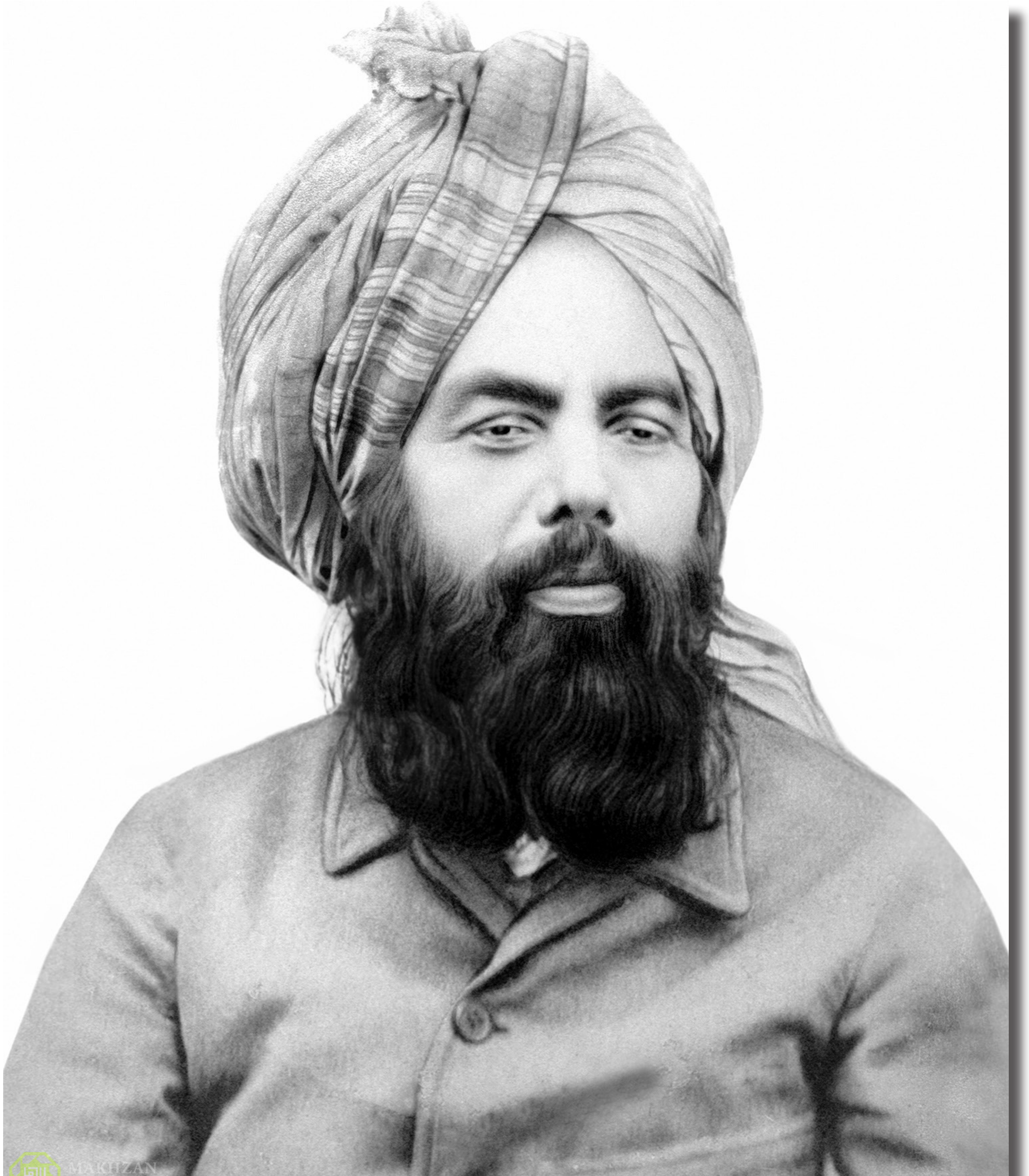

امام آخر الزّماں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

سیرت حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

از تحریرات پسرِ موعود حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

انسان کے گھر کے افراد، اُس کے بچے اس کی شخصیت سے بخوبی واقف ہوتے ہیں۔ سوائے اس کے کہ بچہ نہایت کُند ذہن ہو کوئی ماں باپ اپنے بچے سے اپنی اندرونی شخصیت کو چھپا نہیں سکتے خواہ وہ شخصیتیں لاکھ جعل اور فریب کے پردوں میں لپٹی ہوئی کیوں نہ ہوں۔ ذیل میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کی زبانی اپنے والد محترم حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی المسیح الموعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت کے چند پہلو درج ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ کے ارشادات میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی سیرت وسوانح اور آپؑ کا ذکرِ خیر اگر اکٹھا کیا جائے تو یقیناً نوبت سینکڑوں صفحات تک پہنچے گی، یہاں ان ارشادات میں سے ایک انتخاب بطور برکت پیش کیا جاتا ہے جن سے ایک قاری کو بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ ایک ذہین وفہیم بیٹا اپنے عظیم الشان والد کو گہرے اندرونی مشاہدہ کے بعد اور لمبے عرصہ پر پھیلے ہوئے ظاہر و باطن آثار کے مطالعہ کے نتیجہ میں مخلص، صادق القول اور حق پرست یقین کرتا تھا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

احمد علیہ السلام جو سلسلہ احمدیہ کے بانی تھے، آپ کا پورا نام غلام احمد تھا اور آپ قادیان کے باشندے تھے۔ جو بٹالہ ریلوے اسٹیشن سے گیارہ میل امرت سر سے چوبیس میل اور لاہور سے ستاون میل جانب مشرق پر ایک قصبہ ہے۔

آپ کا خاندان اپنے علاقہ کا ایک معزز خاندان تھا۔ اور اس کا سلسلہ نسب برلاس سے جو امیر تیمور کا چچا تھا ملتا تھا۔

آپ علیہ السلام اپنے والد کے عروج کے زمانہ میں پیدا ہوئے تھے۔ کیونکہ اس وقت ان کو جاگیر کے بعض مواضع اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کی فوجی خدمت کی وجہ سے اچھی عظمت حاصل تھی۔ لیکن منشائے الٰہی یہ تھا کہ ایک ایسے رنگ میں پرورش پائیں جس میں آپؑ کی توجہ خدا تعالیٰ کی طرف ہو۔ اس لیے آپ کی پیدائش کے چند سال بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ کی وفات کے ساتھ ہی سکھ حکومت پر زوال آ گیا اور اس زوال کے ساتھ آپ کے والد صاحب بھی مختلف تفکرات میں مبتلا ہو گئے۔ اور آخر الحاق پنجاب کے موقع پر ان کی جائداد ضبط ہو گئی اور باوجود ہزاروں روپیہ خرچ کرنے کے وہ اپنی جاگیر واپس نہ لے سکے۔ چنانچہ خود حضرت مرزا صاحبؑ اپنی ایک کتاب میں تحریر فرماتے ہیں:

اس وجہ سے وہ ہمیشہ مغموم اور محزون رہتے تھے کہ جس قدر میں نے اس پلید دنیا کے لیے سعی کی ہے کہ اگر میں وہ سعی دین کے لیے کرتا تو آج شاید قطب وقت یا غوث وقت ہوتا۔ اور اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔۔۔

عمر بگذشت و نماند است جز ایامے چند
بہ کہ در یاد کسے صبح کنم شامے چند

بچپن میں عبادت الٰہی کا شوق

اس تحریر سے جو حضرت مرزا صاحبؑ نے اپنے والد کی اس حالت کے متعلق لکھی ہے جس میں آپ کے زمانہ طفولیت اور جوانی کے وقت سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ایسے رنگ میں آپ کی تربیت فرمائی تھی کہ جس کی وجہ سے دنیا کی محبت آپ کے دل میں پیدا ہی نہ ہونے پائی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کے والد اور بڑے بھائی کی دنیاوی حالت اس وقت بھی ایسی تھی کہ وہ دنیاوی لحاظ سے معزز وممتاز کہلاتے تھے۔ اور حکام ان کا ادب ولحاظ کرتے تھے۔ لیکن پھر بھی ان کا دنیا کے پیچھے پڑنا اور اپنی ساری عمر اس کے حصول کے لیے خرچ کر دینا لیکن پھر بھی اس کا اس حد تک ان کو حاصل نہ ہونا جس حد تک کہ وہ اس پر خاندانی حق خیال کرتے تھے اس پاک دل کو جو اپنے اندر کسی قسم کی میل نہ رکھتا تھا یہ بتا دینے کے لیے کافی تھا کہ دنیا روزے چند و آخرت با خداوند۔ چنانچہ اس نے اپنی بچپن کی عمر سے اس سبق کو ایسا یاد کیا کہ اپنی وفات تک نہ بھلایا اور گو دنیا طرح طرح کے خوبصورت لباسوں میں اس کے سامنے آئی اور اس کو اپنے رستہ سے ہٹا دینے کی کوشش کی لیکن اس نے کبھی اس طرف التفات نہ کی۔ اور اس سے ایسی جدائی اختیار کی کہ پھر اس سے کبھی نہ ملا۔

غرض مرزا صاحب کو اپنی بچپن کی عمر سے ہی والد صاحب کی زندگی میں ایک ایسا تلخ نمونہ دیکھنے کا موقعہ ملا کہ دنیا سے آپ کی طبیعت سرد ہو گئی اور جب آپ بہت ہی بچے تھے تب بھی آپ کی تمام تر خواہشات رضائے الٰہی کے حصول میں ہی لگی ہوئی تھیں۔ چنانچہ آپ کے سوانح نویس شیخ یعقوب علی صاحب آپ کے بارہ میں ایک عجیب واقعہ جو آپ کی نہایت بچپن کی عمر کے متعلق ہے تحریر کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ جب آپ کی عمر نہایت چھوٹی تھی تو اس وقت آپ اپنی ہم سن لڑکی کو جس سے بعد میں آپ کی شادی بھی ہو گئی کہا کرتے تھے کہ

”نامرادے دعا کر کہ خدا میرے نماز نصیب کرے“۔

اس فقرہ سے جو نہایت بچپن کی عمر کا ہے پتہ چلتا ہے کہ نہایت بچپن کی عمر سے آپ کے دل میں کیسے جذبات موجزن تھے۔ اور آپ کی خواہشات کا مرکز کس طرح خدا ہی خدا ہو رہا تھا۔ اور ساتھ ہی اس ذہانت کا پتہ چلتا ہے جو بچپن کی عمر سے آپ کے اندر پیدا ہو گئی تھی کیونکہ اس فقرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بھی آپ تمام خواہشات کا پورا کرنے والا خدا کو ہی سمجھتے تھے اور عبادت کی توفیق کا دینا بھی اس پر موقوف جانتے تھے۔ نماز پڑھنے کی خواہش کرنا اور اس خواہش کو پورا کرنے والا خدا تعالیٰ کو ہی جاننا اور پھر ایسے گھر میں پرورش پا کر جس کے چھوٹے بھی دنیا کو ہی اپنا خدا سمجھ رہے تھے ایک ایسی بات ہے جو سوائے کسی ایسے دل کے جو دنیا کی ملونی سے ہر طرح پاک ہو اور دنیا میں عظیم الشان تغیر پیدا کر دینے کے لیے خدا تعالیٰ سے تائید یافتہ ہو نہیں نکل سکتی۔

ملازمت اور پیروی مقدمات اور خدا تعالیٰ کی تائیدات

قریباً چار سال آپ سیالکوٹ میں ملازم رہے لیکن نہایت کراہت کے ساتھ۔ آخر والد صاحب کے لکھنے پر فوراً استعفیٰ دے کر واپس آ گئے اور اپنے والد صاحب کے حکم کے ماتحت ان کے زمینداری مقدمات کی پیروی میں لگ گئے لیکن آپ کا دل اس کام پر نہ لگتا تھا۔ چونکہ آپ اپنے والدین کے نہایت فرمانبردار تھے اس لیے والد صاحب کا حکم تو نہ ٹالتے تھے لیکن اس کام میں آپ کا دل ہرگز نہ لگتا تھا۔ چنانچہ ان دنوں کے آپ کو دیکھنے والے لوگ بیان کرتے ہیں کہ بعض اوقات کسی مقدمہ میں ہار کر آتے تو آپ کے چہرے پر بشاشت کے آثار ہوتے تھے اور لوگ سمجھتے کہ شاید فتح ہو گئی ہے۔ پوچھنے پر معلوم ہوتا کہ ہار گئے ہیں۔ جب وجہ دریافت کی جاتی تو فرماتے کہ ہم نے جو کچھ کرنا تھا کر دیا منشائے الٰہی یہی تھا اور اس مقدمہ کے ختم ہونے سے فراغت تو ہو گئی ہے یاد الٰہی میں رہنے کا موقعہ ملے گا۔

یہ زمانہ آپ کا عجیب کشمکش کا زمانہ تھا۔ والد صاحب چاہتے تھے کہ آپ یا تو زمینداری کے کام میں مصروف ہوں یا کوئی ملازمت اختیار کریں اور آپ ان دونوں باتوں سے متنفر تھے۔

ان سفروں میں جو آپ کو ان دنوں مقدمات میں کرنے پڑتے آپ ایک وقت کی نماز بھی بے وقت نہ ہونے دیتے بلکہ اپنے اوقات پر نماز ادا کرتے بلکہ مقدمات کے وقت بھی نماز کو ضائع نہ ہونے دیتے۔

چنانچہ ایک دفعہ تو ایسا ہوا کہ آپ ایک ضروری مقدمہ کے لیے جس کا اثر بہت سے مقدمات پر پڑتا تھا اور جس کے آپ کے حق میں ہو جانے کی صورت میں آپ کے بہت سے حقوق محفوظ ہو جاتے تھے۔ عدالت میں تشریف لے گئے اس وقت کوئی ضروری مقدمہ پیش تھا اس میں دیر ہوئی اور نماز کا وقت آ گیا۔ جب آپ نے دیکھا کہ مجسٹریٹ تو اس مقدمہ میں مصروف ہے اور نماز کا وقت تنگ ہو رہا ہے تو آپ نے اس مقدمہ کو خدا کے حوالہ کیا اور خود ایک طرف جا کر وضو کیا اور درختوں کے سایہ تلے نماز پڑھنی شروع کر دی۔ جب نماز شروع کر دی تو عدالت سے آپ کے نام پر آواز پڑی آپ آرام سے نماز پڑھتے رہے اور بالکل اس طرف توجہ نہ کی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو یقین تھا کہ مقدمہ میں فریق مخالف کو ڈگری مل گئی ہو گی کیونکہ عدالت کا قاعدہ ہے کہ جب ایک فریق حاضر عدالت نہ ہو تو فریق مخالف کو یکطرفہ ڈگری دی جاتی ہے۔ اسی خیال میں عدالت پہنچے۔ چنانچہ جب عدالت میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ مقدمہ کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ لیکن چونکہ فیصلہ عدالت معلوم کرنا ضروری تھا جا کر دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ مجسٹریٹ نے جو ایک انگریز تھا کاغذات پر ہی فیصلہ کر دیا اور ڈگری آپ کے حق میں دی۔ اور اس طرح خدا تعالیٰ نے آپ کی طرف سے وکالت کی۔

محنت اور جفاکشی کی عادت

باوجود اس کے کہ آپ دنیا سے ایسے متنفر تھے آپ سست ہرگز نہ تھے بلکہ نہایت محنت کش تھے اور

......باقی صفحہ نمبر 10 پر......

خطبہ جمعہ

”جو اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی اور انکساری اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے درجات بڑھاتا ہے اور جو تکبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کرتا ہے“

اطاعت اور اخلاص و وفا کے پیکر بدری اصحاب رسول ﷺ

حضرت خَوْلِی بِنْ اَبِیْ خَوْلِیْ، حضرت رَافِع بِن الْمُعَلّٰی، حضرت ذُوالشِّمَالَیْنِ عُمَیْر بن عَبْدِ عَمْرو، حضرت رافع بن یزید، حضرت ذَکْوَان بِن عَبْد قَیْس، حضرت خَوَّاتُ بْنُ جُبَیْر انصاری، حضرت رَبِیْعَہ بن اَکْثَم، حضرت رِفَاعَہ بِن عَمْرو الْجُھَنِی، حضرت زَیْد بِن وَدِیْعَہ، حضرت رِبْعِی بِن رَافِع اَنْصَاری، حضرت زَیْد بِن مُزَیْن، حضرت عِیَاض بِن زُھَیْر، حضرت رِفَاعَہ بن عَمْرو اَنْصَاری، حضرت زِیَاد بِن عَمْرو، حضرت سَالِم بِن عُمَیْر بِن ثابت، حضرت سُرَاقَہ بِن کَعْب، حضرت سَایِب بِن مَظْعُوْن، حضرت عَاصِم بِن قَیْس، حضرت طُفَیْل بن مَالِك بن خَنْسَاء، حضرت طُفَیْل بن نُعْمَان، حضرت ضَحَّاك بِن عَبْد عَمْرو، حضرت ضَحَاك بن حَارِثَہ، حضرت خَلَّاد بن سُوَیْد اور حضرت اَوْس بن خَوْلِی انصاری رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ کی سیرتِ مبارکہ کا دلنشین تذکرہ

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ یکم / مارچ 2019ء بمطابق یکم / امان 1398 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْھَدُ أَنْ لَّا إِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ وَأَشْھَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ- بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿۱﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ﴿۴﴾ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ﴿۵﴾

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ۙ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ﴿۷﴾

بدری صحابہ کے واقعات کا یا ان کی زندگی کے پہلوؤں کا سلسلہ چل رہا ہے۔ آج بھی اس سلسلہ میں چند صحابہ کا ذکر کروں گا۔ حضرت خَوْلِی بِنْ اَبِیْ خَوْلِیؓ۔ حضرت خَوْلِیؓ غزوۂ بدر اور احد اور تمام غزوات میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے۔ اَبُو مَعْشَر اور محمد بن عمر کہتے ہیں کہ حضرت خَوْلِیؓ غزوۂ بدر میں اپنے بیٹے کے ساتھ شریک ہوئے مگر انہوں نے بیٹے کا نام ذکر نہیں کیا۔ محمد بن اسحاق کہتے ہیں (یہ سارے تاریخ دان ہیں) کہ حضرت خَوْلِیؓ اپنے بھائی مالك بن اَبِی خَوْلِیؓ کے ساتھ بدر میں شریک تھے۔ ایک قول کے مطابق غزوۂ بدر میں حضرت خَوْلِیؓ اور آپ کے دو بھائی حضرت ہِلال بن ابی خَوْلِیؓ اور حضرت عبدُ اللہ بن اَبِی خَوْلِیؓ بھی شامل تھے۔ حضرت خَوْلِیؓ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں وفات پائی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 299 خَوْلِی بن ابی خَوْلِی مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

دوسرے صحابی جن کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت رَافِع بِن الْمُعَلّٰیؓ۔ حضرت رَافِع بِن الْمُعَلّٰیؓ کا تعلق قبیلہ خزرج کی شاخ بَنُو حَبِیْب سے تھا۔ آپ کی والدہ کا نام اِدَام بنتِ عَوْف تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رَافِعؓ اور حضرت صَفْوَان بن بَیْضَاءؓ کے درمیان عقدِ مؤاخات قائم فرمایا۔ یہ دونوں اصحاب غزوۂ بدر میں شریک تھے۔ بعض روایات کے مطابق دونوں ہی غزوۂ بدر میں شہید ہوئے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت صَفْوَان بن بَیْضَاءؓ غزوۂ بدر میں شہید نہیں ہوئے تھے۔ مُوْسیٰ بن عُقْبَہ کی روایت ہے کہ حضرت رَافِعؓ اور آپؓ کے بھائی ہِلَال بن مُعَلّٰیؓ دونوں غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔ حضرت رَافِع کو عِکْرِمَہ بن ابوجہل نے غزوۂ بدر میں شہید کیا تھا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 450 رافع بن المعلیٰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

(الاستیعاب جلد 2 صفحہ 484-485 رافع بن المعلیٰ مطبوعہ دار الجیل بیروت 1992ء)

اگلے صحابی جن کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت ذُوالشِّمَالَیْنِ عُمَیْر بن عَبْدِ عَمْروؓ۔ ان کا اصل نام عمیرؓ تھا، اور کنیت ابو محمد۔ حضرت عمیر کی کنیت ابو محمد تھی جیسا کہ بتایا۔ ابن ہشام بیان کرتے ہیں کہ آپؓ کو ذُوالشِّمَالَیْنِ کہا جاتا تھا۔ یہ نام نہیں تھا بلکہ یہ ان کو ایک لقب مل گیا تھا کیونکہ آپؓ بائیں ہاتھ سے زیادہ کام لیتے تھے۔ دوسری روایت میں یہ ہے کہ آپؓ اپنے دونوں ہاتھوں سے کام کر لیتے تھے۔ ایک طرح استعمال کر لیتے تھے۔ اس لیے آپؓ کو ذُوالْیَدَیْنِ بھی کہتے تھے۔ آپؓ کا تعلق قبیلہ بنو خُزَاعَہ سے تھا۔ آپ بنو زُھْرَہ کے حلیف تھے۔ حضرت عمیرؓ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں آئے تو حضرت سَعْدِ بن خَیْثَمَہؓ کے ہاں قیام کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کی یزید بن حارثؓ کے ساتھ مؤاخات قائم فرمائی۔ یہ دونوں صحابہ غزوۂ بدر میں شہید ہو گئے تھے۔ آپؓ غزوۂ بدر میں شہید ہوئے جیسا کہ ذکر ہو گیا ہے اور آپؓ کو اُسامہ جُشَمِی نے شہید کیا تھا۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر 30 سال سے زائد تھی۔ طبقات الکبریٰ میں ابو اُسامہ جُشَمِی نام آیا ہے کہ اس نے قتل کیا تھا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 125-124 ذوالیدین و یقال ذوالشمالین مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

(سیرت ابن ہشام صفحہ 327 باب من حضر بدرا من بنی زھرۃ و حلفائھم مطبوعہ دار ابن حزم بیروت 2009ء) (اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 217 ذوالشمالین مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت رَافِع بن یَزِیدؓ۔ ایک روایت میں آپؓ کا نام رافع بن زیدؓ بھی بیان کیا گیا ہے۔ حضرت رافع بن یزید کا تعلق انصار کے قبیلہ اوس کی شاخ بَنُو زَعُوْرَاء بن عبدِ الْاَشْھَل سے تھا۔ حضرت رافعؓ کی والدہ عَقْرَب بنتِ مُعَاذ مشہور صحابی حضرت سعد بن مُعاذؓ کی بہن تھیں۔ حضرت رافعؓ کے دو بیٹے اُسَیْد اور عبد الرحمٰن تھے۔ ان دونوں کی والدہ کا نام عَقْرَب بنتِ سَلَامَہ تھا۔ حضرت رافع غزوۂ بدر و اُحد میں شریک ہوئے۔ ایک روایت کے مطابق آپ غزوۂ بدر کے دن سعید بن زیدؓ کے اونٹ پر سوار تھے۔ آپؓ غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 337 رافع بن یزید مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 235 رافع بن زید مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت ذَکْوَان بِن عَبْد قَیْسؓ۔ ان کی کنیت ابو السَّبُع تھی۔ حضرت ذَکْوَانؓ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ بنو زُرَیْق سے تھا۔ آپؓ کی کنیت ابو السَّبُع ہے۔ آپؓ بیعتِ عقبہ اولیٰ اور ثانیہ میں بھی شریک رہے۔ آپؓ کی ایک نمایاں قابل ذکر بات یہ ہے کہ آپؓ مدینہ سے ہجرت کر کے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مکہ گئے۔ اس وقت تک آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں ہی تھے۔ آپؓ کو

انصاری مہاجر کہا جاتا تھا۔ آپؓ وہاں مکہ جا کے کچھ عرصہ رہے۔ یہ سمجھنا چاہیے کہ ہجرت کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئے۔ آپؓ غزوۂ بدر اور احد میں شریک تھے اور غزوۂ احد میں شہادت کا رتبہ پایا۔ آپؓ کو ابوحَکَم بِن اَخْنَس نے شہید کیا تھا۔ حضرت ذَکْوَان بِن عَبْدِ قَیْس کو انصاری مہاجر کہا جاتا ہے۔

(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 210 ذکوان بن عبد قیس مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

علامہ ابن سعد طبقاتِ کبریٰ میں لکھتے ہیں کہ ہجرت مدینہ کے وقت جب مسلمان مدینہ روانہ ہوئے تو قریش سخت ناراض تھے اور جو نوجوان ہجرت کر کے جا چکے تھے ان پر انہیں بہت غصہ آیا۔ انصار کے ایک گروہ نے عَقَبہ ثانیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی تھی اور اس کے بعد واپس مدینہ چلے گئے تھے۔ جب ابتدائی مہاجرین قُبَا پہنچ گئے تو یہ انصار رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مکہ گئے اور آپؐ کے اصحاب کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ آئے۔ اسی مناسبت سے انہیں انصار مہاجرین کہا جاتا ہے۔ ان اصحاب میں حضرت ذَکْوَان بِن عَبْدِ قَیْس حضرت عُقْبَہ بن وَھَب، حضرت عباس بن عُبَادہؓ اور حضرت زِیَاد بن لَبِیدؓ شامل تھے۔ اس کے بعد تمام مسلمان مدینہ چلے گئے تھے سوائے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ کے یا وہ جو فتنہ میں تھے، قید میں تھے، مریض تھے یا وہ ضعیف اور کمزور تھے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 1 صفحہ 175 ذکر اذن رسول اللہؐ للمسلمین فی الھجرۃ الی المدینۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

سُہَیل بن ابی صالح سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُحد کے لیے نکلے۔ آپؐ نے ایک مقام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اس طرف کون جائے گا؟ بَنِی زُرَیْق میں سے ایک صحابی حضرت ذَکْوَان بِن عَبْدِ قَیْس اَبُوالسَّبُعْ کھڑے ہوئے۔ کہنے لگے یا رسولؐ اللہ! میں جاؤں گا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تم کون ہو؟ حضرت ذَکْوَان نے کہا کہ میں ذَکْوَان بن عَبْدِ قَیْس ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ جانے کا ارشاد فرمایا۔ آپؐ نے یہ بات تین دفعہ دہرائی۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ فلاں فلاں جگہ پر چلے جاؤ۔ اس پر حضرت ذَکْوَان بِن عَبْدِ قَیْس نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! یقیناً میں ہی ان جگہوں پر جاؤں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی ایسے شخص کو دیکھنا چاہتا ہے جو کل جنت کے سبزے پر چل رہا ہوگا تو اس شخص کی طرف دیکھ لے۔ اس کے بعد حضرت ذکوان اپنے اہل خانہ کو الوداع کہنے گئے۔ آپؓ کی ازواج اور بیٹیاں آپؓ سے کہنے لگیں کہ آپؓ ہمیں چھوڑ کر جا رہے ہیں! انہوں نے اپنا دامن ان سے چھڑایا اور تھوڑا دُور ہٹ کر ان کی طرف رخ کر کے مخاطب ہوئے کہ اب بروز قیامت ہی ملاقات ہوگی۔ اس کے بعد غزوۂ احد میں ہی آپؓ نے شہادت کا رتبہ پایا۔

(معرفۃ الصحابہ لابی نعیم جلد 2 صفحہ 248 ذکوان بن عبد قیس بن خالد حدیث 2621 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2002ء)

غزوۂ اُحد کے دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے دریافت فرمایا کہ کسی کو ذَکْوَان بِن عَبْدِ قَیْس کا علم ہے؟ حضرت علیؓ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے ایک گھڑسوار دیکھا جو ذَکْوَان کا پیچھا کر رہا تھا یہاں تک کہ وہ ان کے قریب پہنچ گیا اور وہ یہ کہہ رہا تھا کہ اگر آج تم زندہ بچ گئے تو میں نہیں بچ سکوں گا۔ اس نے حضرت ذَکْوَانؓ جو کہ پیادہ پا تھے پر حملہ کر کے آپؓ کو شہید کر دیا اور انہوں نے عرض کیا کہ یہ کہتے ہوئے آپؓ پر وار کر رہا تھا کہ دیکھو میں ابنِ عِلَاجْ ہوں۔ حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس پر حملہ کیا اور اس کی ٹانگ پر اپنی تلوار مار کر نصف ران سے کاٹ ڈالا۔ پھر اسے گھوڑے سے اتارا اور اسے قتل کر دیا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ میں نے دیکھا تھا کہ وہ اَبُو الْحَکَم بِن اَخْنَس تھا۔

(کتاب المغازی للواقدی جلد 1 صفحہ 245 باب غزوہ احد مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2013ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت خَوَّاتْ بِنْ جُبَیْر انصاری۔ ان کی کنیت ابوعبداللہ اور ابوصالح بھی تھی۔ حضرت خَوَّاتؓ کا تعلق بنو ثَعْلَبَہ سے تھا اور حضرت خَوَّات بن جُبَیْر حضرت عبد اللہ بن جُبَیْر کے بھائی تھے جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احد میں درّے کی حفاظت کے لیے پچاس تیر اندازوں کے ساتھ مقرر فرمایا تھا، یعنی ان کے بھائی کو (مقرر فرمایا)۔ حضرت خَوَّاتؓ درمیانے قد کے تھے۔ آپؓ نے چالیس ہجری میں 74 برس کی عمر میں مدینہ میں وفات پائی۔ ایک روایت کے مطابق وفات کے وقت آپؓ کی عمر 94 سال تھی۔ آپؓ مہندی اور وسمہ کا خضاب لگایا کرتے تھے۔ حضرت خَوَّاتؓ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ بدر کے لیے روانہ ہوئے لیکن راستے میں ایک پتھر کی نوک لگنے سے آپؓ زخمی ہو گئے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو واپس مدینہ بھجوا دیا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو غزوۂ بدر کے مالِ غنیمت اور اجر میں شامل فرمایا۔ گویا آپؓ ان لوگوں کی طرح ہی تھے جو غزوۂ بدر میں شامل ہوئے۔ آپؓ غزوۂ احد، خندق اور دیگر تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک ہوئے۔

حضرت خَوَّاتؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مقام مَرّ الظَّھْرَان میں پڑاؤ کیا۔ کہتے ہیں کہ میں اپنے خیمے سے نکلا تو کچھ عورتیں باتیں کر رہی تھیں۔ مجھے یہ دیکھ کر دلچسپی پیدا ہوئی۔ پس میں واپس گیا اور ایک جُبَّہ پہن کر ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ اپنے آپ کو چھپا لیا اور عورتوں کی باتیں سننے کے لیے وہاں بیٹھ گیا۔ اسی اثناء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خیمے سے باہر تشریف لائے۔ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو ڈر گیا اور آپؐ سے کہا کہ میرا اونٹ بھاگ نکلا ہے میں اسے ڈھونڈ رہا ہوں۔ میں کھڑا ہو گیا اور فوری طور پہ عرض کیا۔ آپؐ چل پڑے۔ آگے چلے گئے۔ میں بھی آپؐ کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ آپؐ نے اپنی چادر مجھے پکڑائی جو اوڑھی ہوئی تھی اور جھاڑیوں میں چلے گئے اور رفع حاجت کے بعد آپؐ نے وضو کیا اور واپس آئے۔ آپؐ کی داڑھی سے پانی کے قطرے آپؐ کے سینے پر گر رہے تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے از راہِ مزاح مجھ سے پوچھا کہ اے ابوعبداللہ! اس اونٹ نے کیا کیا؟ اب اونٹ تو کوئی نہیں گما تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو احساس ہو گیا تھا کہ ویسے ہی یہ باتیں سننے کے لیے بیٹھے ہوئے ہیں اور یہ چیز اچھی نہیں ہے۔ بہرحال کہتے ہیں۔ پھر ہم روانہ ہو گئے۔ اس کے بعد جب بھی آپؐ مجھے ملتے، سلام کرتے اور پوچھتے کہ ابوعبداللہ اس اونٹ نے کیا کیا؟ جب اس طرح بار بار ہونا شروع ہوا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس حوالے سے مزاح کے طور پہ مجھے چھیڑتے تھے تو میں مدینہ میں چھپ کر رہنے لگا اور مسجد اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے الگ رہنے لگا۔ جب اس بات کو کچھ عرصہ گزر گیا تو مسجد گیا اور نماز کے لیے کھڑا ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے حجرے سے باہر تشریف لے آئے۔ آپؐ نے دو رکعت نماز ادا کی۔ میں اس امید پر نماز لمبی کرتا گیا کہ آپؐ تشریف لے جائیں اور مجھے چھوڑ دیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوعبداللہ! جتنی مرضی نماز لمبی کر لو۔ میں یہیں ہوں۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اللہ کی قسم! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معذرت کر کے آپؐ کا دل اپنے بارے میں صاف کر دوں گا۔ جب مَیں نے سلام پھیرا تو آپؐ نے فرمایا کہ ابوعبداللہ! تم پر سلامتی ہو۔ اس اونٹ کے بھاگ جانے کا کیا معاملہ ہے؟ میں نے عرض کیا۔ اس ذات کی قسم! جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے وہ اونٹ نہیں بھاگا۔ آپؐ نے تین بار فرمایا کہ اللہ تم پر رحم کرے۔ پھر اس کے بعد آپؐ نے کبھی مجھے اس بارے میں کچھ نہیں کہا۔ (الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 362 تا 364 عبد اللہ بن جبیر، خوات بن جبیر مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 190 خوات بن جبیر مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء) گویا ایک تو اس بات سے کہ مجھ سے نہ چھپاؤ مجھے پتہ ہے اصل قصہ کیا ہے۔ دوسرے اس طرح بیٹھ کے بلاوجہ لوگوں کی مجلس میں ان کی باتیں سننا جو ہے وہ غلط چیز ہے۔

حضرت خَوَّاتؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں بیمار ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میری عیادت فرمائی۔ جب میں شفایاب ہو گیا تو آپؐ نے فرمایا۔ اے خَوَّات! تمہارا جسم تندرست ہو گیا ہے۔ پس جو تم نے اللہ سے وعدہ کیا ہے وہ پورا کرو۔ میں نے عرض کیا۔ میں نے اللہ سے کوئی وعدہ نہیں کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ کوئی بھی مریض ایسا نہیں کہ جب وہ بیمار ہوتا ہے تو کوئی نذر نہیں مانتا یا نیت نہیں کرتا ضرور کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے تندرست کر دے تو میں یہ کروں گا، وہ کروں گا۔ پس اللہ سے کیا ہوا وعدہ وفا کرو۔ جو بھی تم نے بات کہی ہے اسے پورا کرو۔ (مستدرک علی الصحیحین جلد 3 صفحہ 467 کتاب معرفۃ الصحابہ باب ذکر مناقب خوات بن جبیر الانصاری حدیث 5750 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2002ء) پس یہ ایسی بات ہے جو ہم سب کے لیے قابل غور اور قابل توجہ ہے۔

غزوۂ خندق کے موقع پر جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بنو قریظہ کی عہد شکنی کی اطلاع ملی تو آپؐ نے ایک وفد ان کی طرف بھیجا۔ اس بارے میں سیرت خاتم النبیین میں جو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے لکھا ہے وہ واقعہ اس طرح ہے کہ

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بنو قریظہ کی اس خطرناک غداری کا علم ہوا تو آپؐ نے پہلے تو دو تین دفعہ خفیہ خفیہ زُبیر بن العوامؓ کو دریافت حالات کے لیے بھیجا اور پھر باضابطہ طور پر قبیلہ اوس وخزرج کے رئیس سعد بن معاذؓ اور سعد بن عُبادہؓ اور بعض دوسرے بااثر صحابہ کو ایک وفد کے طور پر بنو قریظہ کی طرف روانہ فرمایا اور ان کو یہ تاکید فرمائی کہ اگر کوئی تشویشناک خبر ہو تو واپس آ کر اس کا برملا اظہار نہ کریں بلکہ اشارہ کنایہ سے کام لیں تاکہ لوگوں میں تشویش نہ پیدا ہو۔ جب یہ لوگ بنو قریظہ کے مساکن میں پہنچے"، جہاں ان کی رہائش تھی، گھر تھے "اور ان کے رئیس کعب بن اسد کے پاس گئے تو وہ بدبخت ان کو نہایت مغرورانہ انداز سے ملا اور سعدَین" یعنی سعد بن معاذؓ اور سعد بن عبادہؓ "کی طرف سے معاہدہ کا ذکر ہونے پر وہ اور اس کے قبیلہ کے لوگ بگڑ کر بولے کہ "جاؤ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ہمارے درمیان کوئی معاہدہ نہیں ہے۔" یہ الفاظ سن کر صحابہ کا یہ وفد وہاں سے اٹھ کر چلا آیا اور سعد بن معاذؓ اور سعد بن عبادہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مناسب

طریق پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حالات سے اطلاع دی۔‘‘
(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 585-584)

یہ بھی ہے کہ صحابہ کی اس صحبت میں حضرت خَوَّاتُ بن جبیرؓ بھی شامل تھے۔
(سیرت ابن ہشام صفحہ 456 باب غزوۃ الخندق فی سنۃ خمس مطبوعہ دار ابن حزم 2009ء)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خَوَّاتؓ کو اپنے گھوڑے پر بنو قریظہ کی طرف روانہ فرمایا اور اس گھوڑے کا نام جَنَاح تھا۔
(مستدرک علی الصحیحین جلد 3 صفحہ 466 کتاب معرفۃ الصحابہ باب ذکر مناقب خوات بن جبیر الانصاری حدیث 5747 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2002ء)

حضرت خواتؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم حضرت عمرؓ کے ساتھ حج کے لیے روانہ ہوئے۔ اس قافلے میں ہمارے ساتھ حضرت ابو عُبَیدہ بن جَرَّاحؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بھی تھے۔ لوگوں نے کہا کہ ہمیں ضِرَار، (ضِرَار بن خَطَّاب قریش کا ایک شاعر تھا جو فتح مکہ پر ایمان لائے تھے) کے اشعار سناؤ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ابو عبداللہ یعنی خَوَّات کو اپنے اشعار سنانے دو۔ اس پر میں انہیں اشعار سنانے لگا یہاں تک کہ سحر ہو گئی۔ تب حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ بس کر دو کہ اب وقت سحر ہے۔
(الاصابہ جلد 2 صفحہ 292 خوات بن جبیرؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)(الطبقات الکبریٰ جلد 6 صفحہ 10 ضرار بن الخطابؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت رَبِیْعَہ بن اَکْثَمؓ۔ ان کی کنیت ابو یَزِید تھی۔ حضرت ربیعہؓ چھوٹے قد اور موٹے جسم کے مالک تھے۔ آپؓ کا تعلق قبیلہ اَسَد بن خُزَیْمَہ سے تھا۔ حضرت ربیعہؓ کا شمار مہاجر صحابہ میں ہوتا ہے۔ ہجرت مدینہ کے بعد آپؓ نے چند دیگر صحابہ کے ہمراہ حضرت مُبَشِّرْ بن عبدُ الْمُنْذِرؓ کے گھر میں قیام کیا۔ غزوۂ بدر میں شمولیت کے وقت آپؓ کی عمر تیس برس تھی۔ غزوۂ بدر کے علاوہ آپؓ نے غزوۂ احد، غزوۂ خندق، صلح حدیبیہ اور غزوۂ خیبر میں بھی شرکت کی اور غزوۂ خیبر میں ہی شہادت کا رتبہ بھی پایا۔ آپ کو حارث نامی یہودی نے نَطَاۃْ کے مقام پر شہید کیا۔ نَطَاۃْ خیبر میں موجود ایک قلعہ کا نام ہے۔ شہادت کے وقت آپؓ کی عمر 37 سال تھی۔
(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 257 ربیعہ بن اکثم مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 66,70 عبد اللہ بن جحش، ربیعہ بن اکثم مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت رِفَاعَہ بِن عَمْرو الْجُهَنِیؓ۔ ان کا نام وَدِیْعَہ بن عَمْرو بھی بیان کیا جاتا ہے۔ حضرت رِفَاعَہؓ غزوۂ بدر اور اُحُد میں شریک ہوئے۔ آپؓ انصار کے قبیلہ بنو نجار کے حلیف تھے۔ (اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 287 رفاعۃ بن عمرو الجہنی مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت زَیْد بِن وَدِیْعَہؓ۔ حضرت زیدؓ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج سے تھا۔ آپؓ نے بیعتِ عقبہ، غزوۂ بدر اور اُحُد میں بھی شرکت کی اور غزوۂ احد میں ہی شہادت کا رتبہ حاصل کیا۔
(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 377 زید بن ودیعۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

حضرت زیدؓ کی والدہ اُمِّ زَیْد بنتِ حَارِث تھیں۔ آپؓ کی اہلیہ کا نام زینب بنت سہل تھا۔ جس سے آپؓ کے تین بچے سَعد بن زَید۔ اُمَامَہ اور اُمِّ کَلْثُوم شامل ہیں۔ آپؓ کے بیٹے سعد حضرت عمرؓ کے دَورِ خلافت میں عراق آ گئے تھے اور وہاں عَقَرْقُوْف کے مقام پر آباد ہو گئے تھے۔ عَقَرْقُوْف عراق کے شہر بغداد کے قریب ایک بستی کا نام ہے۔
(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 410 زید بن ودیعۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)(معجم البلدان جلد 4 صفحہ 155 زیر لفظ عقرقوف مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2001ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت رِبْعِی بِن رَافِع اَنْصَارِیؓ۔ آپؓ کے دادا کے نام میں اختلاف ہے۔ ایک قول کے مطابق نام حَارِث تھا جبکہ دوسرے کے مطابق زید تھا۔ حضرت رِبعی بن رَافِع کا تعلق بنو عَجْلَان سے تھا اور آپؓ غزوۂ بدر اور اُحُد میں شامل ہوئے۔
(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 356-357 ربعی بن ودیعۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)
(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 252 ربعی بن ودیعۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت زَیْد بِن مُزَیْنؓ۔ مُزَیْن بِن قَیْس ان کے والد کا نام تھا۔ حضرت زیدؓ کا نام یزید بن اَلْمُزَیْن بھی بیان ہوا ہے۔ آپؓ کا تعلق خزرج قبیلہ سے تھا۔ حضرت زیدؓ غزوۂ بدر اور احد میں شریک ہوئے۔ ہجرت مدینہ کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ اور حضرت مِسْطَح بن اُثَاثَہ کے درمیان عقدِ مؤاخات قائم فرمایا۔ آپؓ کی اولاد میں بیٹا عمرو اور بیٹی رَمْلَہ تھیں۔
(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 375 زید بن المزین مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)(الطبقات الکبری جلد 3 صفحہ 407 یزید بن المزین مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام حضرت عِیَاض بِن زُهَیْرؓ ہے۔ ان کی کنیت ابو سعد تھی۔ حضرت عِیاضؓ کی والدہ کا نام سَلْمیٰ بنتِ عَامِر تھا۔ آپؓ کا تعلق فِہْر قبیلہ سے تھا۔ آپؓ حبشہ کی طرف دوسری ہجرت میں شامل ہوئے۔ وہاں سے واپس آ کر مدینہ ہجرت کی اور حضرت کُلْثُوم بن الْہِدْمؓ کے ہاں قیام کیا۔ آپؓ نے غزوۂ بدر، غزوۂ احد اور خندق سمیت تمام غزوات میں شرکت کی۔ حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں تیس ہجری میں مدینہ میں آپؓ نے وفات پائی اور ایک روایت میں ہے کہ آپؓ کی وفات شام میں ہوئی۔
(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 319-318 عیاض بن زہیر مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)(اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 311 عیاض بن زہیر مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

پھر اگلے صحابی ہیں حضرت رِفَاعَہ بن عَمْرو اَنْصَارِیؓ۔ ان کی کنیت ابو ولید تھی۔ حضرت رِفاعہ کا تعلق قبیلہ بنو عوف بن خزرج سے تھا۔ آپؓ کی والدہ کا نام ام رِفاعہ تھا۔ آپؓ ستر انصار کے ساتھ بیعت عقبہ ثانیہ میں شامل ہوئے۔ آپؓ نے غزوۂ بدر اور احد میں شرکت کی اور غزوۂ احد میں جام شہادت نوش کیا۔
(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 410-411 رفاعہ بن عمرو مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

اگلے صحابی ہیں حضرت زِیَاد بِن عَمْروؓ۔ حضرت زیاد کو ابن بِشْر بھی کہا جاتا تھا۔ آپؓ انصار کے حلیف تھے۔ حضرت زِیَاد غزوۂ بدر میں شریک تھے۔ آپؓ کے بھائی حضرت ضَمْرَہ بھی غزوۂ بدر میں شریک تھے۔ آپؓ کا تعلق قبیلہ بَنُو سَاعِدَہ بن کَعْب سے تھا۔ ایک دوسرے قول کے مطابق آپؓ بنو سَاعِدَہ بن کعب بن الخَزْرَج کے آزاد کردہ غلام تھے۔
(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 338 زیاد بن عمرو مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)(الاصابہ جلد 2 صفحہ 483 زیاد بن عمرو مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)

اگلے صحابی جن کا ذکر ہو گا ان کا نام حضرت سَالِم بِن عُمَیْر بِن ثابتؓ ہے۔ حضرت سالم کا تعلق انصار کے قبیلہ بنو عمرو بن عوف سے تھا۔ آپؓ بیعت عقبہ میں شامل ہوئے۔ حضرت سالمؓ غزوۂ بدر اور احد اور خندق اور تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے۔
(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 387 سالم بن عمیر مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

غزوۂ تبوک کے موقع پر جو غریب اصحاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ غزوۂ تبوک کے لیے جانا چاہتے تھے اور سواری نہ ہونے کی وجہ سے روتے تھے، حضرت سالمؓ بھی ان اصحاب میں شامل تھے۔ یہ سات غریب اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اس وقت آپؐ تبوک کے لیے جانا چاہتے تھے۔ ان اصحاب نے عرض کیا کہ ہمیں سواری دیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے پاس کوئی سواری نہیں جس پر میں تم لوگوں کو سوار کروں۔ وہ لوگ واپس گئے۔ آنکھوں میں اس غم کی وجہ سے آنسو جاری تھے کہ خرچ کرنے کو کچھ نہ پایا۔ ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ آیت وَ لَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَاۤ اَجِدُ مَاۤ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۪ تَوَلَّوْا وَّ اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ (التوبۃ:92) یعنی اور نہ ان لوگوں پر کوئی الزام ہے جو تیرے پاس اس وقت آئے جب جنگ کا اعلان کیا گیا تھا اس لیے کہ تو ان کو کوئی سواری مہیا کر دے تو تُو نے جواب دیا کہ میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے جس پر مَیں تمہیں سوار کراؤں اور یہ جواب سن کر وہ چلے گئے اور اس غم سے ان کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے کہ افسوس ان کے پاس کچھ نہیں جسے خدا کی راہ میں خرچ کریں۔ تو ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ آیت میں جن لوگوں کا ذکر ہے ان میں یہ سالم بن عمیرؓ اور ثعلبہ بن زیدؓ شامل تھے۔
(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 366 سالم بن عمیر مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 387 سالم بن عمیر مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سورت توبہ کی اس آیت کی یعنی یہ آیت جو ہے وَ لَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ

Earlsfield Properties
We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession
175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

لِتَحۡمِلَهُمۡ قُلۡتَ لَاۤ اَجِدُ مَاۤ اَحۡمِلُكُمۡ عَلَیۡهِ ۪ تَوَلَّوۡا وَّ اَعۡیُنُهُمۡ تَفِیۡضُ مِنَ الدَّمۡعِ حَزَنًا اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

''یہ آیت اپنے اطلاق کے لحاظ سے عام ہی ہے مگر جن اشخاص کی طرف اشارہ ہے وہ سات غریب مسلمان تھے جو جہاد پر جانے کے لیے بیتاب تھے مگر اپنے دل کی خواہش کو پورا کرنے کے سامان نہیں رکھتے تھے۔ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے لیے سواری کا انتظام فرمادیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افسوس ہے مَیں کوئی انتظام نہیں کرسکتا تو ان کو بڑی تکلیف ہوئی ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور وہ واپس چلے گئے۔ کہتے ہیں کہ ان کے چلے جانے کے بعد (یہ روایت آتی ہے کہ ان کے چلے جانے کے بعد) ''حضرت عثمانؓ نے تین اونٹ دیے اور چار دوسرے مسلمانوں نے دیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک آدمی کو ایک ایک اونٹ دے دیا۔'' حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ''قرآن نے یہ واقعہ اس لیے بیان کیا ہے تا کہ ان غریب مسلمانوں کے اخلاص کا مقابلہ کرکے دکھائے جو تھے تو مالدار اور سفر پر جانے کے ذرائع بھی رکھتے تھے مگر جھوٹے عذر تلاش کرتے تھے۔'' (کچھ لوگ ایسے تھے جو عذر تلاش کر رہے تھے اور نہیں گئے۔ لیکن جو غریب تھے ان کا جذبہ بالکل اَور تھا تا کہ مقابلہ ہوجائے) پھر آگے فرماتے ہیں کہ ''اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ مدینے میں پیچھے رہ گئے تھے۔ وہ سب منافق نہ تھے بلکہ ان میں مخلص مسلمان بھی تھے مگر وہ اس لیے نہیں جاسکے کہ ان کے پاس جانے کے سامان نہ تھے۔''

(دروس حضرت مصلح موعودؓ (غیر مطبوعہ) تفسیر سورۃ التوبہ زیر آیت 92)

اس کی تفسیر میں بیان کرتے ہوئے مزید آپؓ نے فرمایا ہے کہ ''ابوموسیٰ ان لوگوں کے سردار تھے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ آپؓ نے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا مانگا تھا؟ تو انہوں نے کہا خدا کی قسم! ہم نے اونٹ نہیں مانگے۔ ہم نے گھوڑے نہیں مانگے۔ ہم نے صرف یہ کہا تھا کہ ہم ننگے پاؤں ہیں۔'' جوتی بھی نہیں تھی پاؤں میں ''اور اتنا لمبا سفر پیدل نہیں چل سکتے۔'' پاؤں زخمی ہوجائیں گے تو پھر جنگ لڑ نہیں سکتے۔ ''اگر ہم کو صرف جوتیوں کے جوڑے مل جائیں تو ہم جوتیاں پہن کر ہی بھاگتے ہوئے اپنے بھائیوں کے ساتھ اس جنگ میں شریک ہونے کے لیے پہنچ جائیں گے۔'' (دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 361)

یہ غربت کا حال تھا۔ یہ جذبہ تھا۔ حضرت سالِم بن عُمَیر ؓ حضرت معاویہؓ کے زمانہ تک زندہ رہے۔

(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 387 سالم بن عمیرؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

پھر اگلے صحابی حضرت سُرَاقہ بِن کَعْبؓ ہیں۔ حضرت سُرَاقہ کا تعلق قبیلہ بنو نَجَّار سے تھا۔ آپؓ کی والدہ کا نام عُمَیْرَۃ بنت نعمان تھا۔ حضرت سُرَاقہ غزوۂ بدر اور احد اور خندق سمیت تمام غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے۔ حضرت سُرَاقہ بن کعبؓ حضرت معاویہؓ کے زمانے میں فوت ہوئے اور کلبی کی روایت کے مطابق حضرت سُرَاقہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 371 سراقہ بن کعب مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء) (اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 412 سراقہ بن کعب مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام حضرت سَائِب بِن مَظْعُونؓ ہے۔ حضرت سائب بن مظعونؓ، حضرت عُثْمَان بن مَظْعُونؓ کے سگے بھائی تھے۔ آپؓ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے اولین مہاجروں میں سے تھے۔ حضرت سائب کو غزوۂ بدر میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔

(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 399 سائب بن مظعون مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوۂ بُوَاط کے لیے روانہ ہوئے تو بعض روایات کے مطابق آپؐ نے حضرت سعد بن معاذؓ کو اور بعض کے مطابق حضرت سَائِب بن عثمانؓ کو اپنے پیچھے امیر مقرر فرمایا اور ایک روایت میں حضرت سائب بن مَظْعُونؓ کا نام بھی ملتا ہے۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد 2 صفحہ 174 باب ذکر مغازیہؐ غزوہ بواط مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2002ء)

حضرت سائبؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تجارت کرنے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ چنانچہ سنن ابی داؤد کی روایت ہے کہ حضرت سائبؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو صحابہ نے آپؐ کے سامنے میرا ذکر اور تعریف کرنی شروع کر دی۔ اس پر آپؐ نے فرمایا۔ میں اسے تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ میں نے عرض کیا۔ صَدَقْتَ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ۔ کُنْتَ شَرِیْکِیْ فَنِعْمَ الشَّرِیْكُ۔ کُنْتَ لَا تُدَارِیْ وَلَا تُمَارِیْ۔ کہ میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں! آپؐ نے سچ فرمایا۔ آپؐ تجارت میں میرے شریک تھے اور کیا ہی بہترین شراکت دار تھے۔ آپؐ نہ ہی مخالفت کرتے اور نہ ہی جھگڑا کرتے تھے۔

(سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی کراھیۃ المراء حدیث 4836)

سیرت خاتم النبیینؐ میں اس واقعہ کو اس طرح درج کیا گیا ہے کہ ''مکہ سے تجارت کے قافلے مختلف علاقوں کی طرف جاتے تھے۔ جنوب میں یمن کی طرف اور شمال میں شام کی طرف تو باقاعدہ تجارت کا سلسلہ جاری تھا۔ اس کے علاوہ بحرین وغیرہ کے ساتھ بھی تجارت تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عموماً ان سب ملکوں میں تجارت کی غرض سے گئے اور ہر دفعہ نہایت دیانت وامانت اور خوش اسلوبی اور ہنرمندی کے ساتھ اپنے فرض کو ادا کیا۔ مکّہ میں بھی جن لوگوں کے ساتھ آپؐ کا معاملہ پڑا وہ سب آپؐ کی تعریف میں رطب اللسان تھے؛ چنانچہ سائبؓ ایک صحابی تھے۔'' (جن کا ذکر ہو رہا ہے) ''وہ جب اسلام لائے تو بعض لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان کی تعریف کی۔ آپؐ نے فرمایا ''میں ان کو تم سے زیادہ جانتا ہوں۔'' سائبؓ نے عرض کی۔ ''ہاں یا رسولؐ اللہ! آپؐ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ آپؐ ایک دفعہ تجارت میں میرے شریک تھے اور آپؐ نے ہمیشہ نہایت صاف معاملہ رکھا۔'' (سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 106)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت عَاصِم بِن قَیْسؓ۔ حضرت عاصم بن قیسؓ کا تعلق انصار کے قبیلہ ثَعْلَبہ بن عمرو سے تھا۔ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں شریک ہوئے۔

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 112-113 عاصم بن قیس مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

اگلے صحابی ہیں حضرت طُفَیْل بن مَالِك بن خَنْسَاءؓ۔ حضرت طُفَیْلؓ کا تعلق قبیلہ خزرج کی شاخ بنو عُبَید بن عَدِی سے تھا۔ حضرت طُفَیلؓ کی والدہ کا نام اَسْمَاء بنت القَیْن تھا۔ حضرت طفیلؓ بیعت عقبہ اور غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں شامل ہوئے۔ آپ کی شادی اِدَامْ بنت قُرْط سے ہوئی جن سے آپؓ کے دو بیٹے عبد اللہ اور رَبِیع پیدا ہوئے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 430-431 طفیل بن مالك مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء) (اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 79 طفیل بن مالک بن خنساء مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت طُفَیْل بن نُعْمَانؓ۔ حضرت طُفَیْل کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج سے تھا۔ آپؓ کی والدہ خَنْسَاء بنت رِئَاب تھیں جو کہ حضرت جابر بن عبد اللہؓ کی پھوپھی تھیں۔ حضرت طفیلؓ کی ایک بیٹی تھیں جن کا نام رُبَیِّع تھا۔ آپؓ بیعتِ عَقَبہ اور غزوۂ بدر میں شامل ہوئے۔ حضرت طفیلؓ نے غزوۂ احد میں بھی شرکت کی اور اس روز آپؓ کو تیرہ زخم آئے تھے۔ حضرت طفیل بن نعمانؓ غزوۂ خندق میں بھی شامل ہوئے اور اسی غزوہ میں شہادت کا رتبہ بھی حاصل کیا۔ وَحْشِی بن حَرْب نے آپؓ کو شہید کیا تھا۔ بعد میں وحشی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا تھا۔ وحشی کہا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حمزہؓ کو اور حضرت طفیل بن نعمانؓ کو میرے ہاتھوں سے عزت بخشی لیکن مجھے ان کے ہاتھوں سے ذلیل نہیں کیا یعنی میں کفر کی حالت میں قتل نہیں کیا گیا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 431 الطفیل بن النعمان مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء) (اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 79-80 طفیل بن مالك، طفیل بن النعمان مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

اگلے صحابی حضرت ضَحَّاك بِن عَبْدِ عَمْروؓ ہیں۔ ان کا تعلق بنو دِیْنار بن نَجَّار سے تھا۔ آپؓ کے والد کا نام عبدِ عَمرو اور آپؓ کی والدہ کا نام سُمَیْرَاء بنتِ قَیْس تھا۔ آپؓ اور آپؓ کے بھائی حضرت نعمان بن عبدِ عمروؓ غزوۂ بدر اور احد میں شریک ہوئے۔ حضرت نعمانؓ نے غزوۂ احد میں شہادت پائی۔ آپ کے تیسرے بھائی قُطْبَہ بن عَبدِ عمرو واقعہ بئرِ معونہ کے روز شہید ہوئے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 394 ضحاک بن عبد عمرو، نعمان بن عبد عمرو مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

پھر اگلے صحابی ہیں ضَحَّاك بن حَارِثَہؓ۔ حضرت ضَحَّاكؓ انصار کے قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے۔ آپؓ کے والد کا نام حَارِثَہ اور والدہ کا نام هِنْد بنت مالِك تھا۔ حضرت ضَحَّاك رضی اللہ تعالیٰ عنہ ستّر انصار کے ساتھ بیعتِ عقبہ میں شامل ہوئے۔ آپؓ نے غزوۂ بدر میں بھی شرکت کی۔ آپؓ کے بیٹے کا نام یزید تھا جو کہ آپ کی اہلیہ اُمَامَہ بنت مُحَرِّث کے بطن سے پیدا ہوئے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 433 ضحاك بن حارثہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء) (اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 46 ضحاك بن حارثہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

پھر اگلے صحابی ہیں حضرت خَلَّاد بن سُوَیْدؓ۔ یہ انصاری تھے۔ حضرت خلّادؓ کا تعلق خزرج کی شاخ بنو حارث سے تھا۔ آپؓ کی والدہ کا نام عَمْرَہ بنتِ سعد تھا۔ آپؓ کے ایک بیٹے حضرت سائب کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی اور بعد میں حضرت عمرؓ نے انہیں یمن کا عامل بھی مقرر فرمایا۔ دوسرے بیٹے کا نام حَکَمْ بن خَلَّاد تھا۔ ان دونوں کی والدہ کا نام لَیْلیٰ بنتِ عُبَادہ تھا۔ حضرت خَلَّادؓ بیعت عقبہ میں شامل ہوئے۔ آپؓ نے غزوۂ بدر اور احد اور خندق میں شرکت کی۔ غزوۂ بنو قریظہ میں ایک یہودی عورت نے جس کا نام بُنَانَہ تھا اوپر سے آپؓ پر بھاری پتھر پھینکا جس سے آپؓ کا سر پھٹ گیا اور آپؓ شہید ہوگئے۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خلّاد کے لیے دو شہیدوں کے برابر اجر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو بھی

بطور قصاص پھر بعد میں قتل کروا دیا تھا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد3صفحہ 401-402 خلاد بن سوید مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

سیرت خاتم النبیینؐ میں اس واقعہ کا ذکر اس طرح لکھا ہے کہ ’’چند مسلمان جو اُن کے قلعہ کی دیوار کے پاس ہو کر ذرا آرام کرنے بیٹھے تھے ان پر ایک یہودی عورت بُنَانَہ نامی نے قلعہ کے اوپر سے ایک بھاری پتھر پھینک کر ان میں سے ایک آدمی خَلّاد نامی کو شہید کر دیا اور باقی مسلمان بچ گئے۔‘‘

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 598)

پھر آتا ہے کہ حضرت خَلّادؓ کی والدہ کو جب آپؓ کی شہادت کی اطلاع ملی تو آپ نقاب کر کے تشریف لائیں۔ ان سے کہا گیا کہ خَلّاد شہید کر دیے گئے ہیں اور آپ نقاب کر کے آئی ہیں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ خَلّادؓ تو مجھ سے جدا ہو گیا ہے لیکن میں اپنی حیا کو خود سے جدا نہیں ہونے دوں گی۔ یہ بین جو رواج تھا وہ اس طرح نہیں ہو گا اور پردہ حیا ہے وہ تو قائم رہے گی۔

حضرت خَلّادؓ کی شہادت پر یہ تفصیل آگے اس طرح بھی آتی ہے کہ حضرت خَلّادؓ کی شہادت پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کے لیے دو شہیدوں کا اجر ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ لیکن زائد اس میں یہ ہے۔ جب پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ ایسا کیوں ہے؟ دو شہیدوں کا اجر کس لیے؟ تو آپؐ نے فرمایا کیونکہ انہیں اہل کتاب نے شہید کیا ہے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 402 خلاد بن سوید مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

اگلے صحابی ہیں حضرت اَوْس بن خَوْلِی انصاریؓ۔ ان کی کنیت ابو لَیْلیٰ تھی۔ ان کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ بنو سالِم بن غَنْم بن عوف سے تھا۔ آپؓ کی والدہ کا نام جمیلہ بنت اُبَیّ تھا جو عبداللہ بن اُبَیّ بن سَلُول کی بہن تھیں۔ آپؓ کی ایک بیٹی تھیں جن کا نام فُسْحُم تھا۔ آپ غزوۂ بدر، احد اور خندق سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کی مؤاخات حضرت شُجَاع بن وَھْب اَلْاَسَدِی سے کروائی۔ حضرت اَوْس بن خَوْلِی کا شمار ’کاملین‘ میں ہوتا تھا۔ جاہلیت اور ابتدائے اسلام میں ’کامل‘ اس شخص کو کہا جاتا تھا جو عربی لکھنا جانتا ہو۔ تیر اندازی کرنا اچھی طرح جانتا ہو اور تیراکی جانتا ہو۔ اچھی طرح تیرنا جانتا ہو۔ یہ تین باتیں اس میں ہوں تو اس کو کامل کہتے تھے اور یہ سب باتیں حضرت اَوْس بن خَوْلِی میں موجود تھیں۔

(اسد الغابہ جلد1صفحہ 320 اوس بن خولی مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2003ء)(الطبقات الکبری جلد3صفحہ 409-410 اوس بن خولی مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

حضرت نَاجِیَہ بن اَعْجَمؓ روایت کرتے ہیں کہ جب حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پانی کی قلت کی شکایت کی گئی تو انہوں نے مجھے بلایا اور اپنی ترکش میں سے ایک تیر نکالا اور مجھے دیا۔ پھر کنویں کا پانی ایک ڈول میں منگوایا۔ میں اس کو لے کر آیا۔ آپؐ نے وضو فرمایا اور کلّی کر کے ڈول میں انڈیل دیا جبکہ لوگ سخت گرمی کی حالت میں تھے۔ مسلمانوں کے پاس ایک ہی کنواں تھا کیونکہ مشرکین بَلْدَحْ کے مقام پر جلدی پہنچ کر اس کے پانی کے ذخیروں پر قبضہ کر چکے تھے۔ پھر آپؐ نے مجھے فرمایا کہ اس ڈول کو کنویں میں انڈیل دو جس کا پانی خشک ہو گیا ہے اور اس کے پانی میں تیر گاڑ دو تو میں نے ایسا ہی کیا۔ پس قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں بہت مشکل سے باہر نکلا یعنی فوری طور پہ وہاں پانی ابلنے لگ گیا، پھوٹنے لگ گیا۔ مجھے پانی نے ہر طرف سے گھیر لیا تھا اور پانی ایسے ابل رہا تھا جیسے دیگچی ابلتی ہے یہاں تک کہ پانی بلند ہوا اور کناروں تک برابر ہو گیا۔ لوگ اس کے کنارے سے پانی بھرتے تھے یہاں تک کہ ان میں سے آخری شخص نے بھی پیاس بجھالی۔ اس دن منافقوں کا ایک گروہ وہاں پانی پر تھا جن میں عبداللہ بن اُبَیّ بھی تھا جو حضرت اَوْس بن خَوْلِیؓ کا ماموں تھا۔ حضرت اَوْس بن خَوْلِیؓ نے اسے کہا کہ اے اَبُو الْحُبَاب! ہلاکت ہو تجھ پر۔ اب تو تُو اس معجزے کو مان لے جس پر تُو خود موجود ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کو مان لے۔ کیا اس کے بعد کوئی گنجائش رہ گئی ہے؟ تو اس نے جواب دیا میں اس جیسی بہت سی چیزیں دیکھ چکا ہوں تو اس کو حضرت اَوْس بن خَوْلِیؓ نے کہا کہ اللہ تیرا بُرا کرے اور تیری رائے کو بُرا ثابت کر دے۔ عبداللہ بن اُبَیّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اَبُو الْحُبَاب! آج جو تُو نے دیکھا ہے اس جیسا پہلے کب دیکھا تھا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی خبر پہنچی تو آپؐ نے پوچھا۔ اس نے کہا کہ میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر وہ بات تم نے کیوں کہی یعنی جو اپنے بھانجے کو کہی تھی۔ عبداللہ بن اُبَیّ نے کہا کہ استغفر اللہ۔ عبداللہ بن اُبَیّ کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عبداللہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان کے لیے مغفرت کی دعا کیجیے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغفرت کی دعا کی۔ (سبل الھدیٰ جلد 5 صفحہ 41 باب فی غزوۃ الحدیبیۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1993ء)(امتاع الاسماع جلد 1 صفحہ 284 باب مقالۃ المنافقین فی دلیل النبوۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1999ء)

حضرت علی بن عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عمرہ کے لیے مکہ جانے کا ارادہ فرمایا تو آپؐ نے اَوْس بن خَوْلِیؓ اور ابورَافِعؓ کو حضرت عباسؓ کی طرف پیغام دے کر بھیجا کہ وہ حضرت میمونہؓ کی شادی آپ سے کروا دیں۔ راستے میں ان دونوں کے اونٹ کھو گئے۔ وہ کچھ دن بطنِ رَابِغ یعنی رَابِغ جو جُحْفَہ سے دس میل کے فاصلے پر واقع ہے وہاں رکے رہے۔ یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ پھر ان دونوں کو ان کے اونٹ مل گئے۔ پھر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی مکہ گئے۔ آپؐ نے حضرت عباسؓ کے پاس پیغام بھیجا۔ حضرت میمونہؓ نے اپنا معاملہ حضرت عباسؓ کے سپرد کر دیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباسؓ کے ہاں تشریف لے گئے اور حضرت عباسؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت میمونہؓ کی شادی کرا دی۔

(شرح علامہ زرقانی جلد 4 صفحہ 423 میمونۃ ام المومنین مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1996ء)(معجم البلدان جلد 3 صفحہ 12 زیر لفظ رابغ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو حضرت اَوْس بن خَوْلِیؓ نے حضرت علی بن ابی طالبؓ سے کہا کہ میں آپؓ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ ہمیں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شریک کر لیں۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے آپ کو اجازت دی۔

اس کی ایک دوسری روایت اس طرح ملتی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور آپؐ کو غسل دینے کا ارادہ کیا گیا تو انصار آئے اور انہوں نے یہ کہا کہ اللہ اللہ! ہم لوگ آپؐ کے ننھیالی ہیں۔ لہٰذا ہم میں سے بھی کسی کو آپؐ کے پاس حاضر ہونا چاہیے، یعنی کہ انصار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ننھیالی ہیں۔ انصار سے کہا گیا کہ تم لوگ اپنے میں سے کسی ایک شخص پر اتفاق کر لو۔ کوئی ایک شخص مقرر کر دو۔ تو انہوں نے حضرت اَوْس بن خَوْلِیؓ پر اتفاق کیا۔ وہ اندر آئے اور آپؐ کے غسل اور تدفین میں شریک رہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل اور تدفین میں شریک رہے۔ حضرت اوسؓ مضبوط آدمی تھے اس لیے پانی کا گھڑا اپنے ہاتھ میں اٹھا کر لاتے تھے اور اس طرح پانی مہیا کرتے رہے۔

(اسد الغابہ جلد 1صفحہ320 اوس بن خولی مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2003ء)(اصابہ جلد 1 صفحہ299 اوس بن خولی مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1995ء)

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ، حضرت فضل بن عباسؓ، ان کے بھائی قُثَم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام شُقْرَان اور حضرت اَوْس بن خَوْلِیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں اترے تھے۔ (سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز باب ذکر وفاتہ و دفنہ حدیث 1628) یعنی نعش لحد کے اندر رکھنے کے لیے۔

حضرت اوس بن خَوْلِیؓ سے مروی ہے کہ آپؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے فرمایا اے اوسؓ! جو اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی اور انکساری اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے درجات بڑھاتا ہے اور جو تکبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کر دیتا ہے۔

(معرفۃ الصحابہ لابی نعیم جلد 1 صفحہ 279 من اسمہ اوس حدیث 975 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2002ء)

پس یہ بہت ضروری سبق ہے جو ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے۔

آپؓ کی وفات مدینہ میں حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں ہوئی۔

(اسد الغابہ جلد 1صفحہ 321 اوس بن خولی مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2003ء)

اللہ تعالیٰ ان سب بزرگ صحابہ کے درجات بلند فرماتا چلا جائے۔

☆...☆...☆

بقیہ: حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی مصروفیات از صفحہ نمبر 17

افسرانِ صیغہ جات، بعض امراء جماعت، ذیلی تنظیموں کے صدور، مرکزی رسائل و جرائد کے مدیران و انتظامیہ اور دیگر احباب نے حضور انور سے اپنی دفتری ملاقاتوں میں ہدایات اور رہنمائی حاصل کی۔

اس عرصہ کے دوران 114/ فیملیز اور 81/ احباب نے انفرادی طور پر حضور انور سے شرف ملاقات کی سعادت پائی۔ اپنے آقا سے ملاقات کے لیے حاضر ہونے والے ان احباب جماعت کا تعلق 23/ ممالک سے تھا جن میں امریکہ، کینیڈا، جرمنی، بیلجیم، اٹلی، غانا، ماریشس، نیپال، انڈیا، انڈونیشیا، پاکستان، فن لینڈ، ناروے، یونان، سپین، فرانس، آئرلینڈ، مقدونیہ، ڈنمارک، یوکے اور عرب کے بعض ملک شامل ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اَیِّدْ اِمَامَنَا بِرُوْحِ الْقُدُسِ
وَکُنْ مَعَہٗ حَیْثُ مَا کَانَ وَانْصُرْہُ نَصْرًا عَزِیْزًا

☆...☆...☆

بقیہ: سیرت حضرت مسیح موعودؑ ......از صفحہ نمبر 4

خلوت کے دلدادہ ہونے کے باوجود مشقت سے نہ گھبراتے تھے اور بارہا ایسا ہوتا تھا کہ آپ کو جب کسی سفر پر جانا پڑتا تو سواری کا گھوڑا نوکر کے ہاتھ آگے روانہ کر دیتے اور پیادہ پا بیس پچیس کوس کا سفر طے کر کے منزل مقصود پر پہنچ جاتے بلکہ اکثر اوقات آپ پیادہ ہی سفر کرتے تھے اور سواری پر کم چڑھتے تھے۔

اور یہ عادت پیادہ چلنے کی آپ کو آخر عمر تک تھی۔ ستر سال سے متجاوز عمر میں جب کہ بعض سخت بیماریاں آپ کو لاحق تھیں اکثر روزانہ ہوا خوری کے لیے جاتے تھے اور چار پانچ میل روزانہ پھر آتے۔ اور بعض اوقات سات میل پیدل پھر لیتے تھے۔ اور بڑھاپے سے پہلے آپ کا حال آپ بیان فرمایا کرتے تھے کہ بعض اوقات صبح کی نماز سے پہلے اٹھ کر سیر کے لیے چل پڑتے تھے اور وڈالہ تک پہنچ کر (جو بٹالہ سڑک پر قادیان سے قریباً ساڑھے پانچ میل پر ایک گاؤں ہے) صبح کی نماز کا وقت ہوتا تھا۔

آپ کے والد کی وفات

آپ کی عمر تقریباً چالیس سال کی تھی۔ جب کہ 1876ء میں آپ کے والد صاحب یک دفعہ بیمار ہوئے اور گو ان کی بیماری چنداں خوفناک نہ تھی لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ الہام بتایا کہ

وَالسَّمَاءِ وَ الطَّارِقِ (تذکرہ صفحہ 24 ایڈیشن چہارم)

یعنی رات کے آنے والے کی قسم تو کیا جانتا ہے کہ کیا ہے رات کو آنے والا اور ساتھ ہی تفہیم ہوئی کہ اس الہام میں آپ کے والد صاحب کی وفات کی خبر دی گئی ہے جو کہ بعد مغرب واقعہ ہوگی۔

الہامات میں سے یہ پہلا الہام ہے جو آپ کو ہوا اور اس الہام کے ذریعہ سے گویا خدا تعالیٰ نے اپنی محبت کے ساتھ آپ کو بتایا کہ تیرا دنیاوی باپ فوت ہوتا ہے لیکن آج سے میں تیرا آسمانی باپ ہوتا ہوں۔

آپ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) تحریر فرماتے ہیں:

"جب مجھے یہ خبر دی گئی کہ میرے والد صاحب آفتاب غروب ہونے کے بعد فوت ہو جائیں گے تو بموجب مقتضائے بشریت کے مجھے اس خبر کے سننے سے درد پہنچا۔ اور چونکہ ہماری معاش کا اکثر وجوہ انہی کی زندگی سے وابستہ تھے اور وہ سرکار انگریزی کی طرف سے پنشن پاتے تھے۔ اور نیز ایک رقم کثیر انعام کی پاتے تھے جو ان کی حیات سے مشروط تھی اس لیے یہ خیال گزرا کہ ان کی وفات کے بعد کیا ہوگا۔ اور دل میں خوف پیدا ہوا کہ شاید تنگی اور تکلیف کے دن ہم پر آئیں گے۔ اور یہ سارا خیال بجلی کی چمک کی طرح ایک سیکنڈ سے بھی کم عرصہ میں دل سے گزر گیا تب اسی وقت غنودگی ہو کر یہ دوسرا الہام ہوا۔ اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبۡدَہٗ یعنی کیا خدا اپنے بندہ کے لیے کافی نہیں ہے۔ اس الہام الٰہی کے ساتھ ایسا دل قوی ہو گیا کہ جیسے ایک سخت دردناک زخم کسی مرہم سے ایک دم میں اچھا ہو جاتا ہے۔ جب مجھ کو الہام ہوا کہ اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبۡدَہٗ تو میں نے اسی وقت سمجھ لیا کہ خدا مجھے ضائع نہیں کرے گا۔

تب میں نے ایک ہندو کھتری ملاوامل نام کو جو ساکن قادیان ہے اور ابھی تک زندہ ہے (انکی 1951ء میں وفات ہوئی ۔مرتب کنندہ) وہ الہام لکھ کر دیا اور سارا قصہ انکو سنایا اور اس کو امرتسر بھیجا کہ تا حکیم مولوی محمد شریف کلانوری کی معرفت اسکو کسی نگینہ میں کھدوا کر اور مہر بنوا کر لے آوے۔ اور میں نے اس ہندو کو اس کام کے لیے محض اس غرض سے اختیار کیا کہ تا وہ اس عظیم الشان پیشگوئی کا گواہ ہو جاوے۔

چنانچہ مولوی صاحب موصوف کے ذریعہ سے وہ انگشتری بصرف مبلغ پانچ روپیہ تیار ہو کر میرے پاس پہنچ گئی جو اَب تک میرے پاس موجود ہے۔

آپؑ کا مجاہدہ ایثار اور خدمت اسلام

انہی ایام میں آپ کو بتایا گیا کہ الٰہی انعامات حاصل کرنے کے لیے کچھ مجاہدہ کی بھی ضرورت ہے اور یہ کہ آپ کو روزے رکھنے چاہئیں۔ اس حکم کے ماتحت آپ نے متواتر چھ ماہ روزے رکھے اور بارہا ایسا ہوتا تھا کہ آپ کا کھانا جب گھر سے آتا تو آپ بعض غرباء میں تقسیم کر دیتے اور جب روزہ کھول کر گھر سے کھانا منگواتے تو وہاں سے صاف جواب ملتا۔ اور آپ صرف پانی پر یا اور کسی ایسی ہی چیز پر وقت گزار لیتے اور صبح پھر آٹھ پہرہ ہی روزہ رکھ لیتے غرض یہ زمانہ آپ کے لیے بڑے مجاہدات کا زمانہ تھا جسے آپ نے نہایت صبر و استقلال سے گزارا۔ سخت سے سخت تکالیف کے ایام میں بھی اشارۃً اور کنایۃً کبھی جائیداد میں سے اپنا حصہ لینے کی تحریک نہیں کی۔

نہ صرف روزوں کے دنوں میں بلکہ یوں بھی آپ کی ہمیشہ عادت تھی کہ ہمیشہ کھانا غرباء میں بانٹ دیتے تھے اور بعض دفعہ ایک چپاتی کا نصف جو ایک چھٹانک سے زیادہ نہیں ہو سکتا آپ کے لیے بچتا اور آپ اسی پر گزارہ کرتے تھے۔ بعض دفعہ صرف چنے بھنوا کر کھا لیتے اور اپنا کھانا سب غرباء کو دے دیتے۔ چنانچہ کئی غریب آپ کے ساتھ رہتے تھے اور دونوں بھائیوں کی مجلسوں میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ ایک بھائی کی مجلس میں سب کھاتے پیتے آدمی جمع ہوتے تھے اور دوسرے بھائی کی مجلس میں غریبوں اور محتاجوں کا ہجوم رہتا تھا جن کو وہ اپنی قلیل خوراک میں شریک کرتا تھا اور اپنی جان پر ان کو مقدم کر لیتا تھا۔

انہی ایام میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کوشش شروع کی اور مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ میں اخبارات میں مضامین لکھنے شروع کیے جن کی وجہ سے آپ کا نام خود بخود گوشہ تنہائی سے نکل کر میدان شہرت میں آ گیا لیکن آپ خود اس گوشہ تنہائی ہی میں تھے اور خود باہر کم نکلتے تھے۔ بلکہ مسجد کے ایک حجرہ میں جو صرف 5x6 فٹ کے قریب لمبا اور چوڑا تھا رہتے تھے اور اگر کوئی آدمی ملنے کے لیے آ جاتا تو مسجد سے باہر نکل کر بیٹھ جاتے یا گھر میں آ کر بیٹھے رہتے۔ غرض اس زمانہ میں آپ کا نام تو باہر نکلنا شروع ہوا لیکن آپ باہر نہ نکلے بلکہ اسی گوشہ تنہائی میں زندگی بسر کرتے۔

ان مجاہدات کے دنوں میں آپ کو کثرت سے الہامات ہونے شروع ہو گئے اور بعض امور غیبیہ پر بھی اطلاع ملتی رہی۔ جو اپنے وقت پر پورے ہو جاتے۔ اور آپ کے ایمان کی زیادتی کا موجب ہوتے۔ اور آپ کے دوست جن میں بعض ہندو اور سکھ بھی شامل تھے ان باتوں کو دیکھ دیکھ کر حیران ہوتے۔ پہلے تو آپ نے صرف اخبارات میں مضامین دینے شروع کیے لیکن جب دیکھا کہ دُشمنان اسلام اپنے حملوں میں بڑھتے جاتے ہیں اور مسلمان ان حملوں کی تاب نہ لا کر پسپا ہو رہے ہیں تو آپ کے دل میں غیرتِ اسلام نے جوش مارا اور آپ نے اللہ تعالیٰ کے الہام اور وحی کے ماتحت مامور ہو کر ارادہ کیا کہ ایک ایسی کتاب تحریر فرمائیں جس میں اسلام کی صداقت کے وہ اصول بیان کیے جائیں جن کے مقابلہ سے مخالفین عاجز ہوں اور آئندہ ان کو اسلام کے مقابلہ کی جرأت نہ ہو اور اگر وہ مقابلہ کریں تو ہر ایک مسلمان ان کے حملہ کو ردّ کر سکے۔ چنانچہ اِس ارادہ کے ساتھ آپ نے وہ عظیم الشان کتاب لکھنی شروع کی جو براہین احمدیہ کے نام سے مشہور ہے اور جس کی نظیر کسی انسان کی تصانیف میں نہیں ملتی۔ جب ایک حصہ مضمون کا تیار ہو گیا تو اُس کی اشاعت کے لیے آپ نے مختلف جگہ پر تحریک کی اور بعض لوگوں کی امداد سے جو آپ کے مضامین کی وجہ سے پہلے ہی آپ کی لیاقت کے قائل تھے اُس کا پہلا حصہ جو صرف اشتہار کے طور پر تھا شائع کیا گیا۔ اس حصہ کا شائع ہونا تھا کہ مُلک میں شور پڑ گیا اور گو پہلا حصہ صرف کتاب کا اشتہار تھا لیکن اس میں بھی صداقت کے ثابت کرنے کے لیے ایسے اصول بتائے گئے تھے کہ ہر ایک شخص جس نے اسے دیکھا اس کتاب کی عظمت کا قائل ہو گیا۔ اس اشتہار میں آپ نے یہ بھی شرط رکھی تھی کہ اگر وہ خوبیاں جو آپ اسلام کی پیش کریں گے وہی کسی اور مذہب کا پیرو اپنے مذہب میں دکھا دے یا ان سے نصف بلکہ چوتھا حصہ ہی اپنے مذہب میں ثابت کر دے تو آپ اپنی سب جائیداد جس کی قیمت دس ہزار روپے کے قریب ہو گی اسے بطور انعام کے دیں گے (یہ ایک ہی موقع ہے جس میں آپ نے اپنی جائیداد سے اس وقت فائدہ اُٹھایا اور اسلام کی خوبیوں کے ثابت کرنے کے لیے بطور انعام مقرر کیا تا کہ مختلف مذاہب کے پیرو کسی طرح میدانِ مقابلہ میں آ جائیں اور اس طرح اسلام کی فتح ثابت ہو۔) یہ پہلا حصہ 1880ء میں شائع ہوا۔ پھر اس کتاب کا دوسرا حصہ 1881ء میں اور تیسرا حصہ 1882ء اور چوتھا 1884ء میں شائع ہوا۔ گو جس رنگ میں آپ کا ارادہ کتاب لکھنے کا تھا وہ درمیان میں ہی رہ گیا کیونکہ اس کتاب کی تحریر کے درمیان میں ہی آپ کو بذریعہ الہام بتایا گیا کہ آپ کے لیے اشاعت اسلام کی خدمت کسی اَور رنگ میں مقدّر ہے لیکن جو کچھ اس کتاب میں لکھا گیا وہی دنیا کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی تھا۔ اس کتاب کی اشاعت کے بعد آپ کے دوست دشمن سب کو آپ کی قابلیت کا اقرار کرنا پڑا اور مخالفین اسلام پر ایسا رُعب پڑا کہ ان میں سے کوئی اس کتاب کا جواب نہ دے سکا۔ مسلمانوں کو اس قدر خوشی حاصل ہوئی کہ وہ بِلا آپ کے دعویٰ کے آپ کو مجدد تسلیم کرنے لگے اور اس وقت کے بڑے بڑے علماء آپ کی لیاقت کا لوہا مان گئے۔ چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو اس وقت تمام اہلِ حدیث وہابی فرقہ کے سربراہ تھے اور وہابی فرقہ میں ان کو خاص عزت حاصل تھی اور اسی وجہ سے گورنمنٹ کے ہاں بھی ان کو عزت تھی انہوں نے اس کتاب کی تعریف میں ایک لمبا آرٹیکل لکھا اور بڑے زور سے اس کی تائید کی اور لکھا کہ تیرہ سو سال میں اسلام کی تائید میں ایسی کتاب کوئی نہیں لکھی گئی۔

کثرت الہام اور غیب کی خبریں اور آپؑ کے بھائی صاحب کی وفات

اس کتاب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے بعض الہامات بھی لکھے ہیں جن میں سے بعض کا بیان کر دینا یہاں مناسب ہوگا کیونکہ بعد کے واقعات سے ان کے غلط یا درست ہونے کا پتہ لگتا ہے:

"دنیا میں ایک نذیر آیا پر دُنیا نے اُسے قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اُس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔" (تذکرہ صفحہ 104) "یَاۡتِیۡکَ مِنۡ کُلِّ فَجٍّ عَمِیۡقٍ ۔ وَیَاۡتُوۡنَ مِنۡ کُلِّ فَجٍّ عَمِیۡقٍ۔"، "بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔" (تذکرہ صفحہ 10 ایڈیشن چہارم)

یہ وہ الہامات ہیں جو براہین احمدیہ 1884ء میں شائع کیے گئے تھے جبکہ آپ دنیا میں ایک کسمپرس آدمی کی حالت میں تھے لیکن اس کتاب کا نکلنا تھا کہ آپ کی شہرت ہندوستان میں دُور دُور تک پھیل گئی اور بہت لوگوں کی نظریں مصنف براہین احمدیہ کی طرف لگ گئیں کہ یہ اسلام کا کشتی بان ہوگا اور اسے دشمنوں کے حملوں سے بچائے گا اور یہ خیال ان کا درست تھا لیکن خدا تعالیٰ اسے اور رنگ میں پورا کرنے والا تھا اور واقعات یہ ثابت کرنے والے تھے کہ جو لوگ ان دنوں اس پر جان فدا کرنے کے لیے تیار ہو گئے تھے وہی اس کے خون کے پیاسے ہو جائیں گے اور ہر طرح اس کو نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے اور آپ کی قبولیت کسی انسانی امداد کے سہارے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے زبردست حملوں کے ذریعہ سے مقدّر تھی۔

1884ء میں آپ کے بھائی صاحب بھی فوت ہو گئے اور چونکہ وہ لاولد تھے اس لیے ان کے وارث بھی آپ ہی تھے لیکن اس وقت بھی آپ نے ان کی بیوہ کی دلدہی کے لیے جائیداد پر قبضہ نہ کیا اور ان کی درخواست پر نصف حصہ تو مرزا سلطان احمد صاحب کے نام پر لکھ دیا جنہیں آپ کی بھاوج نے رسمی طور پر متبنیٰ قرار دیا تھا آپ نے تبنیت کے سوال پر تو صاف لکھ دیا کہ اسلام میں جائز نہیں لیکن مرزا غلام قادر مرحوم کی بیوہ کی دلدہی اور خبر گیری کے لیے اپنی جائیداد کا نصف حصہ بخوشی خاطر دے دیا اور باقی نصف پر بھی خود قبضہ نہ کیا بلکہ مدت تک آپ کے رشتہ داروں ہی کے قبضہ میں رہا۔

خلقِ خدا کا رجوع۔ دوسری شادی۔ اعلانِ دعویٰ حقہ

بھائی صاحب کی وفات کے ڈیڑھ سال بعد آپ نے الہامِ الٰہی کے ماتحت دوسری شادی دہلی میں کی۔ چونکہ براہین احمدیہ شائع ہو چکی تھی اب کوئی کوئی شخص آپ کو دیکھنے کے لیے آنے لگا تھا اور قادیان جو دنیا سے بالکل ایک کنارہ پر ہے مہینہ دو مہینہ کے بعد کسی نہ کسی مہمان کی قیام گاہ بن جاتی تھی۔ اور چونکہ لوگ براہین احمدیہ سے واقف ہوتے جاتے تھے آپ کی شہرت بڑھتی جاتی تھی۔ اور یہ براہین احمدیہ ہی تھی جسے پڑھ کر وہ عظیم الشان انسان جس کی لیاقت اور علمیت کے دوست دشمن قائل تھے اور جس حلقہ میں وہ بیٹھتا تھا خواہ یوروپین کا ہو یا دیسیوں کا اپنی لیاقت کا سکہ ان سے منوا تا تھا آپ کا عاشق و شیدا ہو گیا اور باوجود خود ہزاروں کا معشوق ہونے کے آپ کا عاشق ہونا اس نے اپنا فخر سمجھا۔ میری مُراد استاذی المکرم حضرت مولانا نورالدینؓ صاحب سے ہے جو براہین احمدیہ کی اشاعت کے وقت جموں میں مہاراجہ صاحب کے خاص طبیب تھے۔ انہوں نے وہاں ہی براہین احمدیہ پڑھی اور ایسے فریفتہ ہوئے کہ تادمِ مرگ حضرت صاحبؑ کا دامن نہ چھوڑا۔

غرض براہین احمدیہ کا اثر رفتہ رفتہ شروع ہوا اور بعض لوگوں نے آپ کی خدمت میں درخواست کی کہ آپ بیعت لیں لیکن آپ نے بیعت لینے سے ہمیشہ انکار کیا اور یہی جواب دیا کہ ہمارے سب کام خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ حتیٰ کہ 1888ء کا دسمبر آ گیا جب کہ آپ کو الہام کے ذریعے لوگوں سے بیعت لینے کا حکم دیا گیا اور پہلی بیعت 1889ء میں لدھیانہ کے مقام پر جہاں میاں احمد جان نامی ایک مخلص تھے ان کے مکان پر ہوئی اور سب سے پہلے حضرت مولانا مولوی نور الدین رضی اللہ عنہ نے بیعت کی اور اس دن چالیس کے قریب آدمیوں نے بیعت

کی۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ کچھ لوگ بیعت میں شامل ہوتے رہے۔ لیکن 1891ء میں ایک اور تغیر عظیم ہوا یعنی حضرت مرزا صاحب کو الہام کے ذریعہ بتایا گیا کہ حضرت مسیح ناصریؑ جن کے دوبارہ آنے کے مسلمان اور مسیحی دونوں قائل ہیں فوت ہو چکے ہیں اور ایسے فوت ہوئے ہیں کہ پھر واپس نہیں آسکیں گے اور یہ کہ "مسیح" کی بعثت ثانیہ سے مراد ایک ایسا شخص ہے جو ان کی خُو بُو پر آوے اور وہ آپ ہی ہیں۔ جب اس بات پر آپ کو شرح صدر ہو گیا اور بار بار الہام سے آپ کو مجبور کیا گیا کہ آپ اس بات کا اعلان کریں تو آپ کو مجبوراً اس کام کے لیے اٹھنا پڑا۔ قادیان میں ہی آپ کو یہ الہام ہوا تھا۔ آپ نے گھر میں فرمایا کہ اب ایک ایسی بات میرے سپرد کی گئی ہے کہ اب اس سے سخت مخالفت ہو گی اس کے بعد آپ لدھیانہ چلے گئے اور مسیح موعود ہونے کا اعلان 1891ء میں بذریعہ اشتہار کیا گیا۔

زندہ خدا

اب اگر میں یہ کہوں کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنے ماننے والوں کا خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کر دیا تو ایک غیر احمدی کہے گا یہ آپ کا دعویٰ ہے۔ اسے حضرت مرزا صاحب کو نہ ماننے والا کس طرح تسلیم کر سکتا ہے۔ اس وجہ سے میں ایسی باتوں کو چھوڑتا ہوں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دوسرے موٹے موٹے کام بیان کرتا ہوں جو دوسروں کے لیے بھی قابل تسلیم ہوں۔

پہلا کام

پہلا کام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ہے کہ جس میں تمام نبی شریک ہیں کہ نبی خدا تعالیٰ کا ثبوت اس کی کامل صفات سے دیا کرتا ہے خدا تعالیٰ دنیا سے مخفی ہوتا ہے اور انبیاء اس کا ثبوت اس کی کامل صفات سے دیتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جس زمانہ میں مبعوث ہوئے اس وقت بھی خدا تعالیٰ دنیا کی نظروں سے مخفی ہو چکا تھا۔ اور ایسا مخفی ہو چکا تھا کہ حقیقی تعلق لوگوں کا اس سے بالکل نہ رہا تھا۔ خالق اور مالک کی حقیقت کا کوئی ثبوت نہ تھا بلکہ یہ صرف کتابوں میں لکھا رہ گیا تھا کہ خدا ایک چیز کا خالق اور مالک ہے۔ جب مسلمانوں سے پوچھا جاتا کہ خدا کے خالق ہونے کا کیا ثبوت ہے؟ تو وہ کہتے قرآن میں لکھا ہے، یا کہتے کیا تم نہیں مانتے کہ خدا خالق ہے۔ اور اگر وہ خالق نہیں تو پھر اور کون ہے؟ ایسے زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا تعالیٰ کے ذکر کو جو حقیقت میں مٹ گیا تھا اس کی کامل صفات کے ذریعہ قائم کیا اور نشانات کے ذریعہ اس کی صفات کو ثابت کیا۔ میں نے ابھی بتایا تھا کہ نشان اپنی ذات میں کام نہیں ہوتا، ہاں نشان کا نتیجہ کام ہوتا ہے۔ اس وقت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نشانات پیش نہیں کر رہا بلکہ یہ بتا رہا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب نے نشان دکھا کر خدا تعالیٰ کو کامل صفات کے ساتھ دنیا پر ظاہر کیا مثلاً حضرت صاحب کا ایک الہام ہے جو ابتدائی زمانہ کا ہے کہ:

"دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی کو ظاہر کر دے گا"

یہ الہام حضرت مرزا صاحب نے اس وقت شائع کیا جب کہ آپ کو یہاں کے لوگ بھی نہ جانتے تھے۔ میرے زمانہ میں ہمارے ایک رشتہ دار نے جو قریب کے گاؤں کے رہنے والے ہیں بیعت کی اور بتایا کہ میں یہاں آیا کرتا تھا۔ آپ کے گھر بھی

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام

آیا کرتا تھا لیکن حضرت مرزا صاحب کو نہ جانتا تھا۔ حضرت مرزا صاحب کے والد کو جانتا تھا۔ تو حضرت صاحب ایسے گمنام انسان تھے کہ رشتہ دار بھی آپ کو نہ جانتے تھے۔ قادیان کے لوگ آپ کے واقف نہ تھے۔ ایسے زمانہ میں آپ کو خدا تعالیٰ نے فرمایا:

"دنیا میں ایک نذیر آیا۔ پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا"

دیکھو اس میں کیسی عظیم الشان خبر دی گئی ہے۔ کیا کوئی انسان کسی انسانی تدبیر سے ایسی خبر دے سکتا ہے۔ یہ الہام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماموریت سے پہلے ہوا۔ جس میں ایک تو یہ پیشگوئی تھی کہ آپ زندہ رہیں گے اور ماموریت کا دعویٰ کریں گے۔ دوسری پیشگوئی یہ تھی کہ جب آپ دعویٰ کریں گے تو دنیا آپ کو رد کر دے گی۔ تیسری پیشگوئی یہ تھی کہ دنیا کوئی معمولی مخالفت نہ کرے گی بلکہ آپ پر ہر قسم کے حملے کیے جائیں گے۔ چوتھی پیشگوئی یہ تھی کہ خدا کی طرف سے وہ حملے رد کیے جائیں گے اور دنیا پر عذاب نازل ہوں گے۔ پانچویں پیشگوئی یہ تھی کہ آپ کی صداقت آخر ظاہر ہو جائے گی۔

یہ کوئی معمولی باتیں نہیں جو قبل از وقت اور اس وقت جب کہ ظاہری حالات بالکل خلاف تھے، بتلائی گئی تھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحت شروع سے ہی اتنی کمزور تھی کہ بعض دفعہ بیماری کے حملوں کے وقت اردگرد بیٹھنے والوں نے سمجھا کہ آپ فوت ہو گئے ہیں۔ مگر باوجود اس کے آپ

کہتے ہیں وہ زمانہ آنے والا ہے جب ماموریت کا دعویٰ کیا جائے گا۔ دوسرے یہ کہ لوگ مخالفت کریں گے۔ یہ بات بھی ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتی۔ گوجرانوالہ کے ضلع کا ایک شخص جس نے ماموریت کا دعویٰ کیا اس کے کئی خط میرے پاس آتے رہے کہ آپ اگر مجھے سچا نہیں سمجھتے تو میرے خلاف کیوں نہیں لکھتے۔ اور "الفضل" کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ کچھ نہیں لکھتا موافق نہیں تو خلاف ہی لکھے۔ میں نے دل میں سوچا کہ مخالفت بھی خدا ہی کی طرف سے کرائی جاتی ہے کیونکہ یہ بھی اشاعت کا ذریعہ ہوتی ہے۔ ایسا ہی چکڑالویوں کے رسالہ پر کئی دفعہ اس کے ایڈیٹر کی طرف سے لکھا ہوا ملا کہ میرا جواب کیوں نہیں دیا جاتا۔

غرض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد پانچ سات مدعی کھڑے ہوئے مثلاً ظہیر الدین، عبد اللطیف، مولوی محمد یار، عبد اللہ تیاپوری، نبی بخش۔ یہ تو اشتہاری نبی ہیں ان کے علاوہ چھوٹے موٹے اور بھی ہیں مگر ان کی مخالفت بھی نہیں ہوئی اور ان کو یہ بات بھی میسر نہ آئی۔ ان مدعیوں نے کھڑے ہو کر دکھا دیا کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ چونکہ مرزا صاحب کی لوگوں نے مخالفت کی اس لیے وہ سچے نہیں وہ غلطی پر ہیں۔ جھوٹا دعویٰ کرنے والوں کو تو مخالفت بھی نصیب نہیں ہوتی۔

پھر مخالفتیں زبانی حد تک بھی محدود رہتی ہیں۔ مگر حضرت مرزا صاحب کے متعلق خدا تعالیٰ نے تیسری پیشگوئی یہ فرمائی کہ معمولی مخالفت نہ ہو گی۔ بلکہ ایسی ہو گی جس کو رد کرنے کے لیے خدا تعالیٰ زور آور حملے کرے گا۔ یعنی ایک تو سخت حملے ہوں گے دوسرے کئی اقسام کے ہوں گے اور کئی جماعتوں کی طرف سے

ہونگے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دشمن بھی سخت حملے کریں گے اور کئی اقسام کے حملے کریں گے۔ جن کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ کو بھی اس قسم کا جواب دینا پڑے گا۔ چنانچہ مخالفین نے آپ پر قسم قسم کے حملے کیے اور یہ حملے اس حد تک پہنچ گئے کہ ایک طرف گورنمنٹ آپ کو گرفتار کرنے کے لیے تلی بیٹھی تھی دوسری طرف پیر گدی نشین اور مولوی آپ کی مخالفت پر آمادہ اور آپ کی جان کے درپے تھے۔ عام مسلمانوں نے بھی کوئی کمی نہ کی اور آپ کے خلاف منصوبوں پر منصوبے کیے۔ ہندوؤں، سکھوں اور عیسائیوں اور باقی سب قوموں نے بھی ناخنوں تک زور لگایا کہ آپ کو تباہ کر دیں، آپ کو قتل کرنے کی کوششیں کی گئیں، آپ پر اتہام لگائے گئے، آپ کی عزت و آبرو، آپ کی دیانت اور امانت، آپ کے تقویٰ و طہارت پر حملے کیے گئے مگر سب ناکام رہے اور آپ کی عزت بڑھتی گئی۔ چوتھی پیشگوئی یہ تھی کہ ان حملوں کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے حملے ہونگے چنانچہ ایسا ہی ہوا جس نے جس رنگ میں آپ پر حملہ کیا تھا اسی رنگ میں وہ پکڑا گیا۔ پانچویں پیشگوئی جو آخری بات تھی کہ خدا تعالیٰ آپ کی صداقت ظاہر کر دے گا۔ اس کے ثبوت میں یہ جلسہ موجود ہے اس وقت تمام دنیا میں آپ کے ماننے والے موجود ہیں۔ امریکہ میں موجود ہیں۔ یورپ میں موجود ہیں۔ افریقہ میں موجود ہیں۔ ایشیا کے ہر علاقہ میں موجود ہیں۔ کیا یہ عجیب بات نہیں ہے کہ دنیا کے چالیس کروڑ مسلمان کہلانے والوں کے ہاتھوں اتنے امریکہ کے باشندے مسلمان نہیں ہوئے جتنے احمدیوں کی قلیل ترین جماعت کی کوششوں سے ہوئے ہیں۔ اس وقت ایک ایک امریکن مسلمان کے مقابلہ میں سو احمدی امریکن ہیں۔ اسی طرح ہالینڈ میں جہاں دوسرے مسلمانوں کا بنایا ہوا ایک بھی مسلمان نہیں، احمدی مسلمان موجود ہیں۔ اور کئی ایسے ممالک ہیں جہاں احمدی باشندوں کی تعداد اس ملک کے مسلمانوں سے زیادہ ہے یہ کتنا بڑا نشان ہے۔ اور زور آور حملوں سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت ظاہر ہونے کا کتنا بڑا ثبوت ہے۔

ہندوستان میں ہی دیکھ لو۔ دوسروں کے مقابلہ میں جماعت احمدیہ کی کیسی کمزور حالت ہے مگر کتنی ترقی کر رہی ہے۔ کسی نے کہا ہے سوامی دیانند اور حسن بن صباح کے ماننے والوں نے بھی ترقی کی تھی۔ انہوں نے ترقی کی ہوگی مگر سوال یہ ہے کہ کیا کمزوری کی حالت میں انہوں نے دعویٰ بھی کیا تھا کہ ایسی ترقی ہوگی اور اس ترقی کے دعویٰ کو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کر کے شائع بھی کیا تھا۔ اتفاقی طور پر ترقی ہو جانا اور بات ہے اور دعویٰ کے بعد ترقی کا ہونا اور بات ہے۔ لارڈ ریڈنگ جو وائسرائے ہند رہ چکے ہیں، پہلے مزدور تھے جو ترقی کرتے کرتے اس حد تک پہنچ گئے۔ مگر یہ اتفاقی باتیں ہوتی ہیں۔ صداقت کی علامت وہ ترقی ہوتی ہے جس کا پہلے سے دعویٰ کیا جائے اور پھر وہ دعویٰ پورا ہو جائے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک اور الہام ہے اور وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

"میں تیری تبلیغ کو (زمین) کے کناروں تک پہنچاؤں گا"

اب دیکھ لو کہ دنیا میں کئی ایسی جگہیں ہیں جہاں اصل باشندوں میں سے دوسرے فرقوں کے مسلمان نہیں مگر احمدی ہیں۔ اس سے بڑھ کر دنیا کے کناروں تک آپ کی تبلیغ کے پہنچنے کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔

اسی طرح آپ نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ میری مخالفت مٹتی

جائے گی اور قبولیت پھیلتی جائے گی۔ جب آپ نے اپنا دعویٰ دنیا کے سامنے پیش کیا تو خطرناک طور پر آپ کی مخالفت ہوئی مگر اس وقت آپ نے فرمایا:

وہ گھڑی آتی ہے جب عیسیٰ پکاریں گے مجھے
اب تو تھوڑے رہ گئے دجال کہلانے کے دن

اس وقت سوائے دجال کے آپ کا کوئی نام نہ رکھا جاتا تھا۔ لیکن آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کا کام اتنا تو نمایاں ہو چکا ہے کہ جو لوگ ابھی آپ کی جماعت میں داخل نہیں ہوئے ان کا بھی بہت بڑا حصہ کہتا ہے کہ آپ کو دجال نہیں کہنا چاہیے آپ نے بھی اچھا کام کیا ہے۔

اسی طرح قادیان کی ترقی بھی بہت بڑا نشان ہے آخری جلسہ میں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں ہوا، اس میں سات سو آدمی کھانا کھانے والے تھے۔ اس موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سیر کے لیے نکلے تو اس لیے واپس چلے گئے کہ لوگوں کے ہجوم کی وجہ سے گرد اڑتی ہے۔ اب دیکھو اگر سات ہزار بھی جلسہ پر آئیں تو شور پڑ جائے کہ کیا ہو گیا ہے کیوں اتنے تھوڑے لوگ آئے ہیں۔ ہر سال آنے والوں میں زیادتی ہوتی ہے۔ پچھلے سال کی ستائیس تاریخ کی حاضری کی نسبت اس سال کی حاضری میں نو سو کی زیادتی ہے۔ گویا جتنے لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں آخری جلسہ پر آئے تھے اس سے بہت زیادہ آدمیوں کی زیادتی ہر سال کے جلسہ کی حاضری میں ہو جاتی ہے۔

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہزاروں پیشگوئیاں ہیں جو کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں۔

میں جلسہ کے موقع پر ہی ایک کتاب دیکھ رہا تھا جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا ہے کہ ''سراج منیر'' ایک کتاب ہم شائع کریں گے مگر اس کی اشاعت میں تعویق ہو گئی ہے کیونکہ اس کے لیے سو روپیہ کی ضرورت ہے۔ گویا وہ کتاب جو ایک سو روپیہ کے لیے اس وقت رکی رہی۔ مگر اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نہیں بلکہ آپ کے خلیفہ نے کہا تو دو لاکھ بیاسی ہزار کے وعدے ہو گئے۔

غرض خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے اس طرح اپنی صفات کے ثبوت دیے ہیں جس طرح کہ وہ پہلے نبیوں کے ذریعہ سے دیتا چلا آیا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کا دوسرا کام

نبی کا ایک کام یہ ہوتا ہے کہ وہ ایک کام کرنے والی جماعت پیدا کر جاتا ہے۔ ہماری جماعت کی کمزوری مالی لحاظ سے اور تعداد کے لحاظ سے دیکھو اور پھر اس کے مقابلہ میں اس کے کاموں کی وسعت کو دیکھو۔ کوئی شخص اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ جو کام جماعت احمدیہ کر رہی ہے وہ کوئی اور قوم نہیں کر رہی۔ غیر احمدی اخباروں میں چھپتا رہتا ہے کہ کام کرنے والی ایک ہی جماعت ہے اور وہ جماعت احمدیہ ہے۔ روس، فرانس، ہالینڈ، آسٹریلیا، امریکہ، انگلینڈ وغیرہ ممالک میں۔

حضرت مسیح موعودؑ کا تیسرا کام

تیسرا کام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق لوگوں کے خیالات میں جو فساد پڑ گیا تھا، اس کی آپ نے اصلاح کی ہے۔ مذہب میں سب سے بڑی ہستی خدا تعالیٰ کی ہستی ہے۔ مگر اس کی ذات کے متعلق مسلمانوں میں اور دوسرے مذہبوں میں اتنا اندھیر مچا ہوا تھا اور ایسی خلاف عقل باتیں بیان کی جاتی تھیں کہ ان کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ کی طرف کسی کو توجہ ہی نہیں ہو سکتی تھی۔ اس خرابی کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دور کیا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدائی وعدوں کے موافق ایک بھرپور اور کامیاب زندگی بسر کی۔ لیکن ہر انسان محدود عمر لے کر اس دنیا میں آتا ہے۔

اَلرَّحِیۡلُ ثُمَّ الرَّحِیۡلُ

... آپ کو ہمیشہ دستوں کی شکایت رہتی تھی۔ لاہور تشریف لانے پر یہ شکایت زیادہ ہو گئی اور چونکہ ملنے والوں کا ایک تانتا رہتا تھا اس لیے طبیعت کو آرام بھی نہ ملا۔ آپؑ اسی حالت میں تھے کہ الہام ہوا ''اَلرَّحِیۡلُ ثُمَّ الرَّحِیۡلُ'' یعنی کُوچ کرنے کا وقت آ گیا پھر کوچ کرنے کا وقت آ گیا۔ اس الہام پر لوگوں کو تشویش ہوئی لیکن فوراً قادیان سے ایک مخلص دوست کی وفات کی خبر پہنچی اور لوگوں نے یہ الہام اُس کے متعلق سمجھا اور تسلی ہو گئی لیکن آپؑ سے جب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ نہیں یہ سلسلہ کے ایک بہت بڑے شخص کی نسبت ہے وہ شخص اس سے مراد نہیں۔ اس الہام سے والدہ صاحبہ نے گھبرا کر ایک دن فرمایا کہ چلو واپس قادیان چلیں۔ آپؑ نے جواب دیا کہ اب واپس جانا ہمارے اختیار میں نہیں۔ اب اگر خدا ہی لے جائے گا تو جا سکیں گے۔ مگر باوجود اِن الہامات اور بیماری کے آپ اپنے کام میں لگے رہے اور اس بیماری ہی میں ہندوؤں اور مسلمانوں میں صُلح و آشتی پیدا کرنے کے لیے آپ نے ایک لیکچر دینے کی تجویز فرمائی اور لیکچر لکھنا شروع کر دیا اور اس کا نام ''پیغامِ صلح'' رکھا۔ اس سے آپؑ کی طبیعت اور بھی کمزور ہو گئی اور دستوں کی بیماری بڑھ گئی۔ جس دن یہ لیکچر ختم ہونا تھا اُس رات الہام ہوا:

''مکن تکیہ برعمر ناپائیدار''

یعنی نہ رہنے والی عمر پر بھروسہ نہ کرنا۔ آپ نے اسی وقت یہ الہام گھر میں سُنا دیا اور فرمایا کہ ہمارے متعلق ہے۔ دن کو لیکچر ختم ہوا اور چھپنے کے لیے دے دیا گیا۔ رات کے وقت آپ کو دست آیا اور سخت ضعف ہو گیا۔ والدہ صاحبہ کو جگایا۔ وہ اُٹھیں تو آپ کی حالت بہت کمزور تھی۔ انہوں نے گھبرا کر پُوچھا کہ آپ کو کیا ہوا ہے؟ فرمایا وہی جو میں کہا کرتا تھا (یعنی بیماریٔ موت) اس کے بعد پھر ایک اور دست آیا اس سے بہت ضعف ہو گیا فرمایا مولوی نور الدین صاحب کو بلاؤ (مولوی صاحب جیسا کہ اُوپر لکھا گیا ہے بہت بڑے طبیب تھے) پھر فرمایا کہ محمود (مصنف رسالہ ھذا) اور میر صاحب (آپؑ کے خسر) کو جگاؤ۔ میری چارپائی آپ کی چارپائی سے تھوڑی ہی دُور تھی۔ مجھے جگایا گیا اُٹھ کر دیکھا تو آپ کو کرب بہت تھا۔ ڈاکٹر بھی آ گئے تھے انہوں نے علاج شروع کیا لیکن آرام نہ ہوا۔ آخر انجکشن کے ذریعہ بعض ادویات دی گئیں۔ اس کے بعد آپؑ سو گئے۔ جب صُبح کا وقت ہوا اُٹھے، اُٹھ کر نماز پڑھی۔ گلا بالکل بیٹھ گیا تھا کچھ فرمانا چاہا لیکن بول نہ سکے۔ اس پر قلم دوات طلب فرمائی لیکن لکھ بھی نہ سکے۔ قلم ہاتھ سے چُھٹ گئی۔ اس کے بعد لیٹ گئے اور تھوڑی دیر تک غنودگی سی طاری ہو گئی اور قریباً ساڑھے دس بجے دن کے آپ کی رُوح پاک اس شہنشاہِ حقیقی کے حضور حاضر ہو گئی جس کے دین کی خدمت میں آپ نے اپنی ساری عمر صَرف کر دی تھی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ بیماری کے وقت صرف ایک ہی لفظ آپ کی زبانِ مبارک پر تھا اور وہ لفظ اللہ تھا۔

آپ کی وفات کی خبر بجلی کی طرح تمام لاہور میں پھیل گئی۔ مختلف مقامات کی جماعتوں کو تاریں دے دی گئیں اور اُسی روز شام یا دوسرے دن صبح کے اخبارات کے ذریعہ کل ہندوستان کو اس عظیم الشان انسان کی وفات کی خبر مِل گئی جہاں وہ شرافت جس کے ساتھ آپ اپنے مخالفوں کے ساتھ برتاؤ کرتے تھے ہمیشہ یاد رہے گی وہاں وہ خوشی بھی کبھی نہیں بھُلائی جا سکتی جس کا اظہار آپ کی وفات پر آپ کے مخالفوں نے کیا۔ لاہور کی پبلک کا ایک گروہ نصف گھنٹہ کے اندر ہی اس مکان کے سامنے اکٹھا ہو گیا جس میں آپ کا جسدِ مبارک پڑا تھا اور خوشی کے گیت گا گا کر اپنی کور باطنی کا ثبوت دینے لگا۔ بعضوں نے تو عجیب عجیب سوانگ بنا کر اپنی خباثت کا ثبوت دیا۔

آپ کے ساتھ جو محبت آپ کی جماعت کو تھی اس کا حال اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ بہت تھے جو آپ کی نعشِ مبارک کو صریحاً اپنی آنکھوں کے سامنے پڑا دیکھتے تھے مگر وہ اس بات کے قبول کرنے کو تیار تھے کہ اپنے حواس کو تو مختل مان لیں لیکن یہ باور کرنا انہیں دُشوار و ناگوار تھا کہ ان کا حبیب ان سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو گیا ہے۔ پہلے مسیح کے حواریوں اور اس مسیح کے حواریوں کی اپنے مُرشد کے ساتھ محبت میں یہ فرق ہے کہ وہ تو مسیح کے صلیب پر سے زندہ اُتر آنے پر حیران تھے اور یہ اپنے مسیح کے وصال پر ششدر رہتے۔ ان کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ مسیح زندہ کیونکر ہے اور اِن کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ مسیح فوت کیونکر ہوا۔ آج سے تیرہ سو سال پہلے ایک شخص جو خاتم النبیین ہو کر آیا تھا اُس کی وفات پر نہایت سچے دل سے ایک شاعر نے یہ صداقت سے بھرا ہوا شعر کہا تھا کہ

کُنۡتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِیۡ فَعَمِیۡ عَلَیۡكَ النَّاظِرُ
مَنۡ شَآءَ بَعۡدَكَ فَلۡیَمُتۡ فَعَلَیۡكَ کُنۡتُ اُحَاذِرُ

ترجمہ: کہ ''تو میری آنکھ کی پتلی تھا۔ تیری موت سے میری آنکھ اندھی ہو گئی۔ اب تیرے بعد کوئی شخص پڑا مرا کرے ہمیں اس کی پرواہ نہیں کیونکہ ہم تو تیری ہی موت سے ڈر رہے تھے۔''

آج تیرہ سَو سال کے بعد اُس نبیؐ کے ایک غلام کی وفات پر پھر وہی نظارہ چشم فلک نے دیکھا کہ جنہوں نے اسے پہچان لیا تھا ان کا یہ حال تھا کہ یہ دنیا ان کی نظروں میں حقیر ہو گئی اور ان کی تمام تر خوشی اگلے جہان میں ہی چلی گئی بلکہ اب تک کہ آٹھ سال گزر چکے ہیں ان کا یہی حال ہے اور خواہ صدی بھی گزر جائے مگر وہ ان کو کبھی نہیں بھول سکتے جبکہ خدا تعالیٰ کا پیارا رسول ان کے درمیان چلتا پھرتا تھا۔

درد انسان کو بے تاب کر دیتا ہے اور میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کا ذکر کر کے کہیں سے کہیں چلا گیا۔ میں نے ابھی بیان کیا ہے کہ ساڑھے دس بجے آپ فوت ہوئے اسی وقت آپ کے جسم مبارک کو قادیان میں پہنچانے کا انتظام کیا گیا اور شام کی گاڑی میں ایک نہایت بھاری دل کے ساتھ آپ کی جماعت نعش لے کر روانہ ہوئی اور آپ کا الہام پورا ہوا جو قبل از وقت مختلف اخبارات میں شائع ہو چکا تھا کہ ''اُن کی لاش کفن میں لپیٹ کر لائے ہیں''۔

بٹالہ پہنچ کر آپ کا جنازہ فوراً قادیان پہنچایا گیا اور قبل اس کے کہ آپ کو دفن کیا جاتا قادیان کی موجودہ جماعت نے (جن میں کئی سَو قائم مقام باہر کی جماعتوں کا بھی شامل تھا) بالاتفاق آپ کا جانشین اور خلیفہ حضرت مولوی حاجی نور الدینؓ صاحب بھیروی کو تسلیم کر کے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور اس طرح الوصیت کی وہ شائع شدہ پیشگوئی پوری ہوئی کہ جیسے آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کے بعد حضرت ابوبکرؓ کھڑے کیے گئے تھے میری جماعت کے لیے بھی خدا تعالیٰ اسی رنگ میں انتظام فرمائے گا۔ اس کے بعد خلیفۂ وقت نے آپ کا جنازہ پڑھایا اور دوپہر کے بعد آپ دفن کیے گئے اور اس طرح آپ کا وہ الہام کہ ''ستائیس کو ایک واقعہ ہمارے متعلق'' جو 1902ء میں ہوا اور مختلف اخبارات میں شائع ہو چکا تھا پورا ہوا۔ کیونکہ 26/ مئی کو آپ فوت ہوئے اور 27/ تاریخ کو آپ دفن کیے گئے اور اس الہام کے ساتھ ایک اَور الہام بھی تھا جس سے اس الہام کے معنی واضح کر دیے گئے تھے اور وہ الہام یہ تھا ''وقت رسید'' یعنی تیری وفات کا وقت آ گیا ہے۔

آپ کی وفات پر انگریزی و دیسی ہندوستان کے سب اخبارات نے باوجود مخالفت کے اس بات کا اقرار کیا کہ اس زمانہ کے آپ ایک بہت بڑے شخص تھے۔

ماخوذ از:

- سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام (حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ)
- حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کارنامے (حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(مرتبہ: حسیب احمد۔ ربوہ)

☆...☆...☆

الفضل انٹرنیشنل میں اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں۔
(مینیجر)

Morden Motor (UK)
Specialists in
Electrical & Mechanical
Repairs & Diagnostics, Servicing,
Tyres, Exhausts, Engines, Gear Box,
Breaks, MOT Failure work, A-C
All Makes & Models
Rear 22-26 Morden Hall Road,
Unit 2 Morden SM4 5JF
Contact: Nusrat Rai@ 07809119621
E: mordenmotor@yahoo.com

خطبہ جمعہ

’’رسولوں اور نبیوں کی یہ شان نہیں ہوتی کہ ان پر جادو کا کچھ اثر ہو سکے‘‘

جب خادم کا یہ مقام ہے تو آقا کے متعلق یہ خیال کرنا کہ آپؐ نعوذ باللہ ایک یہودی کے ہپناٹزم کا نشانہ بن گئے تھے کس طرح قبول کیا جا سکتا ہے؟

قرآن مجید نبیوں پر سحر کے قصہ کو دور سے ہی دھکے دیتا ہے، ردّ کر دیتا ہے۔ عقل انسانی اسے قبول کرنے سے انکار کرتی ہے۔ حدیث کے الفاظ اس تشریح کو جھٹلاتے ہیں جو اس پر مڑھی جا رہی ہے۔ اور خود سرور کائنات افضل الرسلؐ کا ارفع مقام سحر والے قصہ کے تار پود بکھیر رہا ہے۔

آنکھ بند کر کے بخاری اور مسلم کو مانتے جانا یہ ہمارے مسلک کے برخلاف ہے۔

جو حدیث قرآن کریم کے برخلاف، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت کے برخلاف ہو اس کو ہم کب مان سکتے ہیں؟

کوئی حدیث قرآن کریم یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت اور تقدّس سے ٹکراتی ہے تو وہ ردّ کرنے کے لائق ہے یا اس کی کچھ اور تشریح ہے معلوم نہیں ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ جس معصوم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء مسّ شیطان سے پاک سمجھتے آئے ہیں یہ ان کی شان میں ایسے ایسے الفاظ بولتے ہیں

اطاعت اور اخلاص و وفا کے پیکر بدری صحابہ رسول ﷺ حضرت قَیس بن مِحصَنؓ اور حضرت جُبیُر بن اِیَاس رضی اللہ عنہما کی سیرتِ مبارکہ کا دلنشین تذکرہ

الحمد للہ کہ ہم زمانے کے امام کو مان کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کو بھی سمجھنے والے ہیں، پہچاننے والے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی جادو کا اثر ہوا تھا؟

آنحضرت ﷺ کی ذاتِ بابرکات پر یہود کی جانب سے کیے جانے والے جادو کے شبہ کا ازالہ، اس کی حقیقت اور جماعت احمدیہ کے نقطۂ نظر کا تفصیلی بیان

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 08/ مارچ 2019ء بمطابق 08/ امان 1398 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْھَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْھَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

حضرت قَیس بِن مِحصَنؓ انصاری صحابی تھے۔ بعض روایات میں ان کا نام قیس بن حِصْن بھی بیان ہوا ہے۔ ان کا تعلق انصار کے قبیلہ بنو زُرَیق سے تھا۔ ان کی والدہ کا نام اَنِیْسَہ بنت قیس تھا اور والد مِحصَن بن خالد تھے۔ آپؓ غزوۂ بدر اور احد میں شریک ہوئے۔ آپؓ کی ایک بیٹی اُمِ سَعْد بِنْتِ قَیس تھیں۔ جب آپؓ فوت ہوئے تو آپ کی اولاد مدینہ میں تھی۔

(اسد الغابہ جلد 04 صفحہ 422 قَیس بن مِحصَن، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2003ء)

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 443 قَیس بن مِحصَن، دارالکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

دوسرے صحابی ہیں حضرت جُبَیْر بن اِیَاس۔ اِیَاس بن خَالِد ان کے والد کا نام تھا۔ یہ غزوۂ بدر میں شامل ہوئے۔ ان کا تعلق قبیلہ خزرج کی شاخ بَنُو زُرَیق سے تھا۔ حضرت عبداللہ بن محمد نے کہا کہ آپؓ کا نام جُبَیر بن اِلْیَاس تھا اور ایک دوسری روایت میں آپ کا نام جَبَر بن اِیَاس بھی بیان ہوا ہے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 444 جبیر بن ایاس، دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

احادیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نعوذ باللہ کسی یہودی نے جادو کر دیا تھا جس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اثر ہو گیا تھا اور روایات میں آتا ہے کہ کنگھی اور بالوں پر وہ جادو کر کے ذروان کنویں میں ڈال دیا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں ان کو وہاں سے جا کر نکالا۔ صحیح بخاری کی شرح فتح الباری میں ہے کہ وہ کنگھی اور بال حضرت جُبَیْر بن اِیَاس نے ذروان کنویں سے نکالے تھے اور ایک اَور روایت کے مطابق حضرت قَیس بن مِحصَن نے نکالے تھے۔

(فتح الباری از امام ابن حجر کتاب الطب باب السحر حدیث 5763 جلد 10 صفحہ 282 قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس لیے ان دونوں صحابہ کا ذکر میں نے اکٹھا کیا ہے۔ ان میں سے جس نے بھی یہ چیزیں نکالی تھیں یہ بات اتنی اہم نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی جادو کا اثر ہوا تھا؟ اس کی حقیقت کیا ہے؟

اس بات پر ہمارا نقطۂ نظر کیا ہے؟ اور یہ ہمیں پتہ ہونا چاہیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر جس بات سے بھی اعتراض پیدا ہوسکتا ہے یا لوگ اعتراض کرتے ہیں ہم نے جواب دینا ہے۔ اس لیے مَیں اس کی کچھ تفصیل بیان کرتا ہوں جو جماعت کے لٹریچر میں موجود ہے۔ ان دونوں صحابہؓ کے حوالہ سے آج اس بات کی وضاحت ہو گی۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورۃ فلق کی تفسیر کے تعارف میں اس واقعہ کا ذکر فرماتے ہوئے بیان فرمایا۔ آپ سورۃ کے بارے میں بیان فرما رہے ہیں کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ سورۃ الفلق اور الناس یہ آخری دونوں سورتیں مکہ میں نازل ہوئیں بعض ان کو مدنی سورتیں کہتے ہیں یعنی مدینہ میں نازل ہوئیں۔ آپؓ لکھتے ہیں کہ ’’جو لوگ اس بات کے حق میں ہیں کہ یہ سورۃ مدنی ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ اس سورۃ اور اس کے بعد کی سورۃ کا تعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بیماری کے ساتھ ہے جس میں یہ سمجھا گیا تھا کہ یہود کی طرف سے آپ پر جادو کیا گیا ہے۔ اس وقت یہ دو سورتیں نازل ہوئیں اور آپ نے ان کو پڑھ کر پھونکا۔ یہ آپؓ بیان فرما رہے ہیں کہ یہ کہا جاتا ہے اور مفسرین کہتے ہیں کہ چونکہ یہ واقعہ مدینہ میں ہوا تھا اس لیے سورۃ الفلق اور سورۃ الناس مدنی ہیں۔ بہرحال ترجیح اسی کو دی گئی ہے کہ یہ دونوں سورتیں مدنی ہیں یعنی مدینہ میں نازل ہوئیں۔ حضرت مصلح موعودؓ یہ لکھتے ہیں کہ یہ مفسرین کا ایک استدلال ہے۔ تاریخی شہادت نہیں۔ گو ہمارے پاس بھی ایسی کوئی یقینی شہادت نہیں کہ جس کی بناء پر ہم کہہ سکیں کہ یہ مکی سورۃ ہے۔ مگر جو استدلال کیا گیا ہے وہ بھی بودا ہے فضول قسم کا یہ استدلال ہے کیونکہ خواہ یہ سورۃ مکہ میں نازل ہوتی تب بھی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیماری کے موقع پر اس کو پڑھ کر اپنے اوپر پھونک سکتے تھے۔ پس محض پھونکنے سے یہ سمجھنا کہ یہ مدینہ میں نازل ہوئی تھی یہ استدلال درست نہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیمار ہونا اور لوگوں کا یہ سمجھنا کہ آپ پر یہودیوں کی طرف سے جادو کیا گیا ہے یہ واقعہ جن الفاظ میں روایت کیا گیا ہے وہ الفاظ یہ ہیں حضرت مصلح موعودؓ نے یہ الفاظ اسی سورۃ کے تعارف میں بیان کرتے ہوئے لکھے۔ آپؓ لکھتے ہیں کہ چونکہ مفسرین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو ترجیح دی ہے اس لیے ہم صرف اسی روایت کا ترجمہ کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہودیوں کی طرف سے جادو کیا گیا اور اس کا اثر یہاں تک ہوا کہ آپؐ بعض اوقات یہ سمجھتے تھے کہ آپؐ نے فلاں کام کیا ہے حالانکہ وہ کام نہیں کیا ہوتا تھا۔ ایک دن یا ایک رات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ پھر دعا کی اور پھر دعا کی۔ پھر فرمایا: اے عائشہ! اللہ تعالیٰ سے جو کچھ میں نے مانگا تھا وہ اس نے مجھے دے دیا۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ وہ کیا ہے جو آپؐ نے مانگا تھا؟ کیا دیا ہے اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ میرے پاس دو آدمی آئے۔ ایک میرے سر کے پاس بیٹھ گیا اور دوسرا میرے پاؤں کے پاس۔ پھر وہ شخص جو میرے سر کے پاس بیٹھا ہوا تھا اس نے پاؤں کے پاس بیٹھنے والے کو مخاطب کر کے کہا یا غالباً یہ فرمایا (حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں یا یہ کہا) کہ پاؤں کے پاس بیٹھنے والے نے سر کے پاس بیٹھنے والے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اس شخص (یعنی محمد رسول اللہ ﷺ) کو کیا تکلیف ہے؟ تو دوسرے نے جواب دیا کہ جادو کیا گیا ہے۔ اس نے کہا کہ کس نے جادو کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ لَبِید بن الاَعْصَم یہودی نے۔ تب پہلے نے کہا کہ کس چیز میں جادو کیا گیا ہے؟ تو دوسرے نے جواب دیا کہ کنگھی اور سر کے بالوں پر جو کھجور کے خوشہ کے اندر ہیں۔ پہلے نے پوچھا یہ چیزیں کہاں ہیں؟ تو دوسرے نے کہا یہ ذی اروان کے کنویں میں ہیں۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد اپنے صحابہؓ سمیت اس کنویں کے پاس تشریف لے گئے۔ پھر واپس آئے تو پھر فرمایا اے عائشہ! اللہ کی قسم! کنویں کا پانی یوں معلوم ہوتا تھا جیسے مہندی کے نچوڑ کی طرح سرخ ہوتا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے آگے اس کی وضاحت لکھی ہے کہ (معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں میں یہ رواج تھا کہ جب وہ کسی پر جادو ٹونہ کرتے تھے تو مہندی یا اسی قسم کی کوئی اور چیز پانی میں ڈال دیتے تھے یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ یہ جادو کے زور سے پانی کو سرخ کیا گیا ہے) ایک ظاہری تدبیر وہ کیا کرتے تھے سادہ لوگوں کو بہکانے کے لیے اور وہاں پھر آپؐ نے فرمایا اور وہاں کی کھجوریں ایسی تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جیسے شیاطین یعنی سانپوں کے سر (اس میں کھجور کے گابھوں کو سانپوں کے سروں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے یعنی کھجوریں گابھوں والی تھیں) حضرت عائشہؓ کہتی ہیں میں نے کہا یا رسولؐ اللہ! آپؐ نے اس چیز کو جس پر جادو کیا گیا تھا جلا کیوں نہ دیا؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے جب اللہ تعالیٰ نے شفا دے دی تو میں نے ناپسند کیا کہ کوئی ایسی بات کروں جس سے شر کھڑا ہو اس لیے میں نے حکم دیا کہ ان اشیاء کو دفن کر دیا جائے۔ چنانچہ ان کو دبا دیا گیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ جن دو مردوں کا ذکر آتا ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دو فرشتے تھے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائے گئے۔ اگر وہ انسان ہوتے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی نظر آ جاتے۔ آپؓ فرماتے ہیں روایت جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کی گئی ہے اس کا صرف اتنا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرشتوں کے ذریعہ سے خبر دی کہ یہودیوں نے آپؐ پر جادو کیا ہوا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ جس طرح جادو کا اثر تسلیم کیا جاتا ہے اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کا اثر ہو بھی گیا تھا۔ پھر آپؓ کہتے ہیں کہ بہرحال جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جادو ٹونے کی چیزیں نکال کر زمین میں دفن کر دیں تو یہودیوں کو خیال ہوگیا کہ انہوں نے جو جادو کیا تھا وہ باطل ہو گیا ہے ختم ہو گیا۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو صحت بھی عطا فرما دی۔ خلاصہ کلام یہ کہ یہودی یہ یقین رکھتے تھے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کر دیا ہے۔ اس وجہ سے طبعی طور پر ان کی توجہ اس طرف مرکوز ہوئی کہ آپؐ بیمار ہو جائیں۔ آپؓ لکھتے ہیں کہ اس روایت سے جہاں یہودیوں کے اس عناد کا پتہ چلتا ہے جو ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے تھا وہاں یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے سچے رسول تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپؐ کو ان تمام باتوں کا علم دے دیا گیا جو یہودی آپؐ کے خلاف کر رہے تھے۔ پس آپؐ کو غیب کی باتوں کا معلوم ہو جانا اور یہودیوں کا اپنے مقصد میں ناکام رہنا آپؐ کے سچا رسول ہونے کی واضح اور بیّن دلیل ہے۔ (تفسیر کبیر جلد 10 صفحہ 539 تا 542)

بہرحال حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس طرح نتیجہ نکالا ہے وہی حقیقت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہودیوں نے اپنے زعم میں جادو کیا لیکن اس کا کوئی اثر نہیں ہوا اور بیماری جو بھولنے کی بیماری تھی یا جو بھی بیماری تھی اس کی کچھ اَور وجوہات ہو سکتی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہودیوں کی اس کارروائی سے آگاہ فرما کر ظاہری طور پر بھی ان کا جو خیال تھا کہ انہوں نے جادو کیا ہے اس کو بھی ناکام کر دیا اور یہودی جو آپؐ کی بیماری کو دیکھ کر اپنے زعم میں خوش ہو رہے تھے یا یہ مشہور کر دیا تھا، یہ باتیں کرتے تھے کہ ہمارے جادو کا اثر ہے جو یہ بیماری چل رہی ہے اس کی حقیقت ظاہر ہو گئی۔

پھر ہمارے لٹریچر میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کا ایک مضمون ہے، جس میں اس واقعہ پر تفصیل سے تاریخی اور علمی بحث ہوئی ہے اور جو اس واقعہ کی مزید وضاحت کرتا ہے۔ آپؓ لکھتے ہیں کہ

تاریخ بلکہ حدیثوں تک میں بیان ہوا ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نعوذ باللہ ایک دفعہ ایک یہودی نسل منافق نے جس کا نام لَبِید بن الاَعْصَم تھا سحر کر دیا تھا (یا جادو کر دیا تھا) اور یہ سحر اس طرح کیا گیا کہ ایک کنگھی میں بالوں کی گرہیں باندھ کر اور اس پر کچھ پڑھ کر اسے ایک کنویں میں دبا دیا گیا۔ اور کہا جاتا ہے (آپؓ فرما رہے ہیں کہ کہا جاتا ہے) کہ آپؐ نعوذ باللہ اس سحر میں کافی عرصہ تک مبتلا رہے۔ (یہ مشہور کیا ہوا تھا انہوں نے۔) اس عرصے میں آپؐ اکثر اوقات اداس اور افسردہ رہتے تھے اور گھبراہٹ میں بار بار دعا فرماتے تھے اور اس حالت کا نمایاں پہلو یہ تھا کہ آپؐ کو ان ایام میں بہت زیادہ نسیان رہنے لگا تھا۔ (بھول جاتے تھے بعض باتیں)۔ حتیٰ کہ بسا اوقات آپؐ خیال کرتے تھے کہ میں یہ کام کر چکا ہوں مگر دراصل آپؐ نے وہ کام نہیں کیا ہوتا تھا۔ یا بعض اوقات آپؐ یہ خیال فرماتے تھے کہ میں اپنی فلاں بیوی کے گھر ہو آیا ہوں مگر درحقیقت آپؐ اس کے گھر نہیں گئے ہوتے تھے۔ (اور اس کی تشریح فرماتے ہیں کہ) اس تعلق میں یاد رکھنا چاہیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریق تھا کہ اسلامی احکام کے مطابق آپؐ نے اپنی بیویوں کی باری مقرر کر رکھی تھی اور ہر روز شام کو ہر بیوی کے گھر جا کر خیریت دریافت فرماتے تھے اور بالآخر اس بیوی کے گھر پہنچ جاتے تھے جس کی اس دن باری ہوتی تھی۔ اوپر والی روایت میں اسی طرف اشارہ ہے۔ (بہرحال یہ روایت آگے چلتی ہے) بالآخر خدا تعالیٰ نے ایک رؤیا کے ذریعہ سے آپؐ پر اس فتنہ کی حقیقت کھول دی وغیرہ وغیرہ۔

یہ خلاصہ ہے جو پہلے بھی حضرت مصلح موعودؓ کی تفسیر میں بیان ہو چکا ہے۔ یہ بخاری کی روایت ہے جس کا خلاصہ آپؓ نے بیان کیا پھر آپؓ لکھتے ہیں کہ یہ اس روایت کا خلاصہ ہے جو تاریخ اور حدیث کی بعض کتابوں میں بیان ہوئی ہے۔ اس روایت کے گرد ایسے قصوں کا جال بُن دیا گیا ہے کہ اصل حقیقت کا پتہ لگانا مشکل ہو گیا ہے۔ (ایسی کہانیاں بنادی گئی ہیں اس روایت پہ کہ بہت مشکل ہو گیا ہے کہ حقیقت کیا ہے) آپؓ لکھتے ہیں اگر سب روایتوں کو قبول کیا جائے تو نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک اور مقدس وجود ایسا ثابت ہوتا ہے کہ گویا (خاکم بدہن) آپؐ ایک بہت کمزور طبیعت کے انسان تھے جسے کم از کم دنیا کے معاملات میں آپؐ کے بدباطن دشمن اپنی سحر کاری سے جس قالب میں چاہتے تھے ڈھال سکتے تھے۔ اور یہ کہ وہ آپؐ کو اپنی ناپاک توجہ کا نشانہ بنا کر آپؐ کے دل و دماغ پر اس طرح تصرف جمانا شروع کر دیتے تھے کہ آپؐ نعوذ باللہ اس سحر کے مقابل پر اپنے آپ کو بے بس پاتے تھے۔ (اگر روایت کو اس طرح بیان کیا جائے جس طرح حدیثوں میں، تاریخ میں بیان ہوئی ہے تو پھر تو یہ نتیجہ نکلتا ہے جو بالکل غلط نتیجہ ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا) لیکن اگر ان روایات کے متعلق معقولی اور منقولی طور پر غور

کیا جائے اور روایات کی محققانہ چھان بین کی جائے، (تحقیق کی جائے، باقاعدہ ریسرچ کی جائے) تو صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ صرف ایک مرضِ نسیان کا عارضہ تھا جو بعض وقتی تفکرات اور پیش آمدہ جسمانی ضُعف کے نتیجہ میں آپؐ کو کچھ وقت کے لیے لاحق ہوا تھا جس سے بعض بدخواہ دشمنوں نے فائدہ اٹھا کر یہ مشہور کر دیا کہ ہم نے نعوذ باللہ مسلمانوں کے نبی پر جادو کر دیا ہے مگر خدا تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت جلد صحت دے کر دشمنوں کے منہ کالے کر دیے اور منافقوں کا جھوٹا پراپیگنڈہ خاک میں مل گیا۔

دنیا بھر میں شیطانی طاقتوں کا فاتح اعظم اور افضل الرسلؐ جس سے بڑھ کر طاغوتی قوتوں کا سر کچلنے والا نہ آج تک پیدا ہوا اور نہ آئندہ ہو گا اس کے متعلق یہ سمجھنا کہ وہ ایک ذلیل یہودی زادے کے شیطانی سحر کا نشانہ بن گیا تھا عقل انسانی کا بدترین استعمال ہے۔ (یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا) اور یہ صرف ہمارا دعویٰ ہی نہیں بلکہ خود سرور کائناتؐ (فداہ نفسی) نے اس کی تردید فرمائی ہے۔

اس کی وضاحت ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ! کیا میرے ساتھ شیطان ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ (حضرت عائشہؓ نے اپنے متعلق پوچھا میرے ساتھ شیطان ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔) مَیں نے پوچھا کیا ہر انسان کے ساتھ شیطان لگا ہوا ہے تو آپؐ نے فرمایا ہاں۔ حضرت عائشہؓ نے حیران ہو کر عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ! کیا آپؐ کے ساتھ بھی کوئی شیطان لگا ہوا ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ مگر خدا نے مجھے شیطان پر غلبہ عطا فرمایا ہے حتیٰ کہ میرا شیطان بھی مسلمان ہو چکا ہے۔ (صحیح مسلم کتاب صفۃ القیامۃ والجنّۃ والنار باب تحریش الشیطان)

کیا اس واضح اور صریح ارشاد کے ہوتے ہوئے یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ کسی یہودی منافق نے جو قرآن کی رو سے ایک مغضوب علیہ قوم بھی ہے اپنے شیطان کی مدد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسے بلند مرتبہ انسان پر جادو کر دیا ہو گا۔ اور آپؐ اس شیطانی جادو سے متاثر ہو کر مدتوں پریشان اور مغموم اور بیمار رہے؟

جھوٹے لوگ حق کے مقابل پر ہر زمانہ میں ایسے باطل اور جھوٹے حربے استعمال کرتے رہے ہیں۔ مگر خدائے قدیر و عزیز ایسے تمام جھوٹوں کے پول کھولتا رہا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے: كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيۡ (المجادلۃ:23) یعنی خدا نے یہ بات لکھ رکھی ہے اور مقدر کر رکھی ہے کہ ہر رسول کے زمانہ میں مَیں اور میرے رسول غالب رہیں گے اور کوئی شیطانی حربہ ہمارے مقابلہ پر کامیاب نہیں ہو سکتا۔

آپؓ لکھتے ہیں کہ پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس واقعہ کی حقیقت کیا ہے جو صحیح بخاری تک میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی بیان ہوا ہے۔ سو اگر واقعہ کے سیاق و سباق اور یہودیوں اور منافقوں کے طور طریقوں کو مدّنظر رکھ کر غور کیا جائے تو اس واقعہ کی حقیقت کو سمجھنا زیادہ مشکل نہیں رہتا۔ سب سے پہلے تو یہ جاننا چاہیے کہ اس مزعومہ سحر کا واقعہ صلح حدیبیہ کے بعد کا ہے۔ طبقات ابن سعد میں یہ لکھا ہے۔ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رؤیا کی بنا پر عمرہ کی غرض سے مکہ تشریف لے جانے کا فیصلہ کیا اور وہاں تشریف لے گئے تھے مگر رستہ میں قریش کے روکنے کی وجہ سے بظاہر ناکام لوٹنا پڑا۔ یہ ظاہری ناکامی ایک ایسا بھاری صدمہ تھی کہ کافروں اور منافقوں نے تو مذاق اور طعن و تشنیع سے کام لینا ہی تھا لیکن بعض مخلص مسلمان حتیٰ کہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے بلند پایہ بزرگ بھی اس ظاہری ناکامی کی وجہ سے وقتی طور پر متزلزل ہو گئے تھے۔ بخاری میں یہ بھی لکھا ہے حضرت عمرؓ کی یہ روایت بخاری کی حدیث ہے۔ اِن حالات کا کمزور طبیعت کے لوگوں کے ابتلا کے خوف کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت پر طبعاً کافی اثر تھا اور آپؐ کچھ عرصے تک بہت فکر مند رہے اور لازماً اس فکر کا اثر آپؐ کی صحت پر بھی پڑا اور آپؐ اس گھبراہٹ میں خدا کے حضور کثرت سے دعائیں بھی فرماتے تھے جیسا کہ حدیث کے الفاظ دَعَا وَ دَعَا وغیرہ میں اشارہ ہے تا کہ صلح حدیبیہ کے واقعہ کی وجہ سے اسلام کی ترقی میں کوئی وقتی روک پیدا نہ ہو۔ یہ اسی قسم کی دعا تھی جیسا کہ آپؐ نے بدر کے میدان میں خدا تعالیٰ کی طرف سے کامیابی کا وعدہ ہونے کے باوجود دشمن کی ظاہری طاقت کو دیکھ کر فرمایا تھا کہ اَللّٰهُمَّ اِنۡ تَهۡلِكۡ هٰذِهِ الۡعِصَابَةَ لَا تُعۡبَدۡ فِي الۡاَرۡضِ۔

ان وجوہات سے آپؐ کے اعصاب اور آپؐ کی قوت حافظہ پر کافی اثر پڑا ہوا تھا اور آپؐ کچھ عرصہ کے لیے مرض نسیان میں مبتلا ہو گئے تھے۔ (کچھ روایتوں میں تو دو چار دن ہی ہیں یا دو دن ہیں یا ایک دن اور ایک رات ہے لیکن بہر حال جو بھی جتنے بھی دن تھے۔ کچھ اثر پڑا جو ایک لازمہ ہے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ کچھ دنوں کے لیے تھا اور یہ اس وجہ سے تھا جو آپؐ کو تفکرات تھے اور مسلمانوں کے ایمان میں کمزوری کی وجہ سے بھی آپؐ کو فکر تھی۔) یہ ایک لازمہ بشری ہے جس سے خدا کے نبی تک مستثنیٰ نہیں۔ جب یہودیوں اور منافقوں نے یہ دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آجکل بیمار ہیں اور ضعفِ اعصاب اور ضعفِ دماغ کی وجہ سے آپؐ کو نسیان کا مرض لاحق ہے تو انہوں نے حسب عادت فتنہ کی غرض سے یہ مشہور کرنا شروع کر دیا کہ ہم نے نعوذ باللہ مسلمانوں کے نبی پر جادو کر دیا ہے اور یہ کہ آپؐ کا یہ نسیان وغیرہ (اسی جادو کا نتیجہ ہے) اسی سحر کا نتیجہ ہے۔ اور انہوں نے اپنے قدیم طریق کے مطابق ظاہری علامت کے طور پر ایک کنویں کے اندر کسی کنگھی میں بالوں کی گرہیں وغیرہ باندھ کر اسے بھی دبا دیا۔

جب ان کے اس مزعومہ سحر کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپؐ نے اس فتنہ کے سدِّ باب کے لیے خدا کے حضور مزید دعا فرمائی (اور جیسا کہ حضرت عائشہؓ نے کہا ہے کہ اس خبر کے پہنچنے کے بعد پھر آپؐ نے ایک دن یا ایک رات بہت شدت سے دعا کی) اور اپنے آسمانی آقا سے استدعا کی کہ وہ اس فتنہ کے بانی مبانی کے نام اور اس کے مزعومہ سحر کے طریق سے آپؐ کو مطلع فرمائے تا آپؐ اس باطل سحر کا تار پود بکھیر سکیں۔ چنانچہ خدا نے آپؐ کی مضطربانہ دعاؤں کو سنا اور رؤیا کے ذریعہ سے آپؐ پر اصل حقیقت کھول دی۔

قرآن کے اصولی ارشاد کہ لَا يُفۡلِحُ السَّاحِرُ حَيۡثُ اَتٰى (طٰهٰ:70) (یعنی نبیوں کے مقابل پر کوئی ساحر کسی صورت میں بھی کامیاب نہیں ہو سکتا خواہ وہ کسی رنگ میں اور کسی جہت سے حملہ آور ہو) پھر قرآن کے اس قطعی فیصلے کی روشنی میں کہ يَقُوۡلُ الظّٰلِمُوۡنَ اِنۡ تَتَّبِعُوۡنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسۡحُوۡرًا (بنی اسرائیل:48) کہ ظالم لوگ کہتے ہیں کہ تم محض ایک ایسے شخص کی پیروی کر رہے ہو جو سحر زدہ ہے۔ قرآن کریم میں لکھا ہے کافروں نے یہی کہا تھا۔ پھر خود اس حدیث کے الفاظ اور انداز بیان اور محاورہ عرب پر غور کرنے کے نتیجہ میں بخاری کی یہ روایت یقیناً حکایت عن الغیر کے رنگ میں سمجھی جائے گی۔ حکایت عن الغیر کا مطلب یہ ہے کہ بظاہر کلام کرنے والا اپنی طرف سے کلام کرتا ہے مگر حقیقتاً مراد یہ ہوتی ہے کہ دوسرے لوگ یہ کہتے ہیں۔ دوسرے کی بات بیان کی جاتی ہے۔ اس طرح اس روایت کا ترجمہ یہ بنتا ہے کہ حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کیا گیا (یعنی دشمنوں نے مشہور کر دیا کہ آپؐ کو سحر کر دیا گیا ہے) حضرت عائشہؓ نے خود نہیں کہا۔ اس کا ترجمہ اس طرح بنے گا کہ دشمنوں نے ہی مشہور کر دیا کہ آپؐ کو سحر کر دیا گیا ہے حتیٰ کہ ان ایام میں آپؐ بعض اوقات خیال فرماتے تھے کہ آپؐ نے فلاں کام کیا ہے حالانکہ در حقیقت نہیں کیا ہوتا تھا اور ایک روایت میں یہ ہے کہ آپؐ بعض اوقات خیال کرتے تھے کہ اپنی فلاں بیوی کے گھر ہو آیا ہوں حالانکہ آپؐ ان کے گھر میں نہیں گئے ہوتے تھے۔ انہی ایام میں حضرت عائشہؓ کی وضاحت کے مطابق آپؐ ایک دن میرے مکان میں تھے اور آپؐ گھبراہٹ میں بار بار خدا کے حضور دعا فرماتے تھے۔ اس دعا کے بعد آپؐ نے مجھ سے فرمایا کہ اے عائشہ! کیا تجھے معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ بات بتا دی ہے جو میں نے اس سے پوچھی تھی؟ مَیں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! وہ کیا بات ہے؟ آپؐ نے فرمایا (خواب میں) میرے پاس دو آدمی آئے (یا کشفی رنگ میں۔) ان میں سے ایک میرے سر کی طرف بیٹھ گیا اور دوسرا پاؤں کی طرف بیٹھ گیا۔ پھر ان میں سے ایک نے دوسرے کو پوچھا کہ اس شخص کو کیا تکلیف ہے؟ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ انداز گفتگو بھی حکایت عن الغیر کا ہے، دوسرے کے حوالے سے بات کرنے کی طرف اشارہ کر رہا ہے اور پھر وہی لمبی بات جو پہلے بیان ہو چکی ہے کہ اس کو تکلیف یہ ہے کہ فلاں یہودی نے جادو کیا ہے اور لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس کا اثر ہے۔ پھر حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ اس خواب کے بعد یا اس کشف کے بعد آپؐ اپنے بعض صحابہؓ کے ساتھ اس کنویں پر تشریف لے گئے اور اس کا معائنہ فرمایا۔ اس پر کھجوروں کے کچھ درخت اُگے ہوئے تھے (یعنی وہ اندھا سا کنواں تھا)۔ پھر آپؐ حضرت عائشہؓ کے پاس واپس تشریف لائے اور ان سے فرمایا عائشہ! میں اسے دیکھ آیا ہوں۔ اس کنویں کا پانی مہندی کے پانی کی طرح سرخی مائل ہو رہا ہے (یہودیوں کا طریق تھا کہ لوگوں کی نظروں کو دھوکا دینے کے لیے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے ایسے کنویں کے پانی کو رنگ دیتے تھے) اور اس کے کھجور کے درخت، تھوہر کے درختوں کی طرح مکروہ نظر آتے تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپؐ نے اس کنگھی وغیرہ کو باہر نکال کر پھینک کیوں نہیں دیا؟ بعض میں آتا ہے کہ جلا کیوں نہیں دیا؟ آپؐ نے فرمایا خدا نے مجھے محفوظ رکھا اور مجھے شفا دے دی تو پھر میں اسے باہر پھینک کر لوگوں میں ایک بری بات کا چرچا کیوں کرتا؟ (جس سے کمزور طبیعت کے لوگوں میں سحر کی طرف خواہ نخواہ توجہ پیدا ہونے کا اندیشہ تھا) پس اس کنویں کو دفن کر کے بند کروا دیا گیا۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ یاد رکھنا چاہیے کہ حکایت عن الغیر (یعنی دوسروں کے حوالے سے جب بات کی جاتی ہے یا دوسروں کی بات کو آگے بیان کیا جاتا ہے) اس کا طریق کلام عربوں میں رائج تھا بلکہ خود قرآن کریم نے بھی بعض جگہ اس طرز کلام کو اختیار کیا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ دوزخیوں کو مخاطب کر کے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ذُقۡ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡكَرِيۡمُ (الدخان:50) کہ یعنی اے جہنم میں ڈالے جانیوالے شخص! تو خدا کے اس عذاب کو چکھ۔ بے شک تُو بہت عزت والا اور بڑا شریف انسان ہے۔

اس جگہ یہ مراد ہرگز نہیں کہ نعوذ باللہ خدا دوزخیوں کو معزز اور شریف خیال کرتا ہے بلکہ حکایت عن الغیر کے رنگ میں مراد یہ ہے کہ اے وہ انسان جسے اس کے ساتھی اور وہ خود معزز اور شریف خیال کرتے تھے (دنیا میں غلط کام کرنے کے بعد سمجھتے تھے ہم بہت معزز ہیں) تو اب خدا کے آگ کے عذاب کا مزا چکھ۔ بعینہٖ یہی رنگ اس رؤیا میں ان دو آدمیوں یا دو فرشتوں نے اختیار کیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس رؤیا میں نظر آئے تھے۔ چنانچہ انہوں نے جب یہ کہا کہ اس شخص کو سحر کیا گیا ہے تو ان کی مراد یہ نہیں تھی کہ ہمارے خیال میں سحر کیا گیا ہے مگر مراد یہ تھی کہ لوگ کہتے ہیں کہ اسے سحر کیا گیا ہے۔ (جادو کیا گیا ہے) اور خواب کی اصل غرض و غایت اس کے سوا کچھ نہیں تھی کہ جو چیز ان خبیثوں نے چھپا کر اس کنویں میں رکھی ہوئی تھی اور اس کے ذریعہ وہ اپنے ہم مشرب لوگوں کو دھوکا دیتے تھے۔ (اپنے جیسے لوگوں کو دھوکا دیتے تھے، مشہور کر رہے تھے، منافقوں میں باتیں پھیلا رہے تھے)، اسے خدا اپنے رسولؐ پر ظاہر کر دے تا ان کے مزعومہ سحر کو ملیا میٹ کر دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ان کے سحر کا آلہ سپرد خاک کر دیا گیا اور کنویں کو پاٹ دیا گیا اور بالواسطہ طور پر اس کے نتیجہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت کا یہ فکر بھی کہ یہ لوگ اس قسم کی شرارتیں کر کے سادہ مزاج لوگوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں زائل ہو گیا اور یہ خدائی وعدہ بڑی آب و تاب کے ساتھ پورا ہوا کہ لَا یُفۡلِحُ السَّاحِرُ حَیۡثُ اَتٰی (طٰہٰ:70) یعنی ایک ساحر خواہ کوئی سا طریق اختیار کرے وہ خدا کے ایک نبی کے مقابلے پر کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔

بہرحال اوپر والی حدیث سے ذیل کی باتیں ثابت ہوتی ہیں:

یہ کہ صلح حدیبیہ کے واقعہ کے بعد جس کی وجہ سے طبعاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں کی لغزش کے خیال سے کافی فکرمند تھے اور آپؐ کئی دنیوی باتیں جو گھریلو معاملات سے تعلق رکھتی تھیں بھول جاتے تھے۔

دوسرے آپؐ کی اس حالت کو دیکھ کر یہودیوں اور منافقوں نے جو ہمیشہ ایسی باتوں کی آڑ لے کر اسلام اور مقدّس بانی اسلام کو بدنام کرنا چاہتے تھے یہ مخفی چرچا شروع کر دیا کہ ہم نے نعوذ باللہ مسلمانوں کے نبی پر جادو کر دیا ہے۔ ان کا یہ چرچا ایسا ہی تھا جیسا کہ انہوں نے غزوہ بنی مصطلق میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پیچھے رہ جانے کی وجہ سے حضرت عائشہؓ کو بدنام کرنا شروع کر دیا تھا اور اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تلخ کرنے کی ناپاک کوشش کی تھی۔

تیسرے یہ کہ اس مزعومہ سحر کی ظاہری علامت کے طور پر تا کہ سادہ طبع لوگوں کو زیادہ آسانی سے دھوکا دیا جاسکے ان خبیث فطرت لوگوں نے ایک یہودی نسل منافق لبید بن الاعصم کے ذریعہ اپنے طریق کے مطابق ایک کنگھی میں کچھ بالوں کی گرہیں باندھ کر اسے کنویں میں دبا دیا اور مخفی گپ شپ شروع ہو گئی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مزید پریشانی کا موجب ہوئی۔

چوتھی بات یہ کہ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کے حضور اضطراب کے ساتھ دعائیں کیں کہ خدایا تو اپنے فضل سے اس فتنہ کا سدّباب فرما اور مجھ پر اس کی حقیقت کو کھول دے تا کہ میں اس فتنہ کا ازالہ کر کے سادہ مزاج لوگوں کو ٹھوکر سے بچا سکوں۔ چنانچہ وہ بہ قبولیتِ دعا ظاہر ہو گیا۔

پانچویں یہ کہ خدا تعالیٰ نے آپؐ کی ان دعاؤں کو سنا اور لَبِید بن الاعصم کی شرارت کا پول کھول دیا جس پر آپؐ چند گواہوں کی معیت میں اس کنویں پر تشریف لے گئے اور اس کنگھی کو سپرد خاک کر دیا بلکہ کنویں تک کو پاٹ دیا تا کہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔

بالآخر یہ سوال رہ جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو خدا تعالیٰ کے ایک عالی شان نبی بلکہ افضل الرسلؐ اور خاتم النبیینؐ تھے آپؐ کو نسیان کا عارضہ کیوں لاحق ہوا جو بظاہر فرائض نبوت کی ادائیگی میں رخنہ انداز ہو سکتا ہے؟ تو اس کے جواب میں اچھی طرح یاد رکھنا چاہیے کہ ہر نبی کی دوہری حیثیت ہوتی ہے۔ ایک پہلو کے لحاظ سے خدا کا نبی اور رسول ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ خدا کے کلام سے مشرف ہوتا ہے اور دینی امور میں اپنے متبعین کا استاد قرار پاتا ہے اور ان کے لیے اسوہ بنتا ہے اور دوسرے پہلو کے لحاظ سے وہ انسانوں میں سے ایک انسان ہوتا ہے اور تمام ان بشری لوازمات اور طبعی خطرات کے تابع ہوتا ہے جو دوسرے انسانوں کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا ہے قُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُکُمۡ یُوۡحٰۤی اِلَیَّ (الکہف:111) یعنی اے رسول! تو لوگوں سے کہہ دے کہ میں تمہاری طرح کا ایک انسان ہوں (اور تمام ان قوانین کے تابع ہوں جو دوسرے انسانوں کے ساتھ لگے ہوئے ہیں) ہاں میں یقیناً خدا کا ایک رسول بھی ہوں اور خدا کی طرف سے مخلوق خدا کی ہدایت کے لیے وحی والہام سے نوازا گیا ہوں۔ یہ اس کا تفسیری ترجمہ ہے۔

اس لطیف آیت میں انبیاء کی دُہری حیثیت کو نہایت عمدہ طریق پر بیان کیا گیا ہے۔ یعنی انہیں ایک جہت سے انسانوں سے ممتاز کیا گیا ہے اور دوسری جہت سے ان کو دوسرے انسانوں کی صف سے باہر نہیں نکلنے دیا گیا۔ پس جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ انبیاء بشری لوازمات اور انسان کے طبعی خطرات سے بالا ہوتے ہیں وہ جھوٹا ہے۔ یقیناً انبیاء بھی اسی طرح بیمار ہوتے ہیں جس طرح کہ دوسرے انسان بیمار ہوتے ہیں۔ حضرت میاں بشیر احمد صاحبؓ نے لکھا ہے کہ وہ ملیریا بخار، ٹائیفائیڈ، (ضمناً یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ظاہری علامات جو درج ہیں۔ حدیث اور تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مرض ٹائیفائیڈ سے فوت ہوئے تھے) سل، دق، دمہ، نزلہ، کھانسی، نقرس، دوران سر، اعصابی تکلیف، ذکاوت حس، گھبراہٹ، بے چینی، دماغی کوفت، نسیان، حوادث کے نتیجہ میں چوٹیں اور زخم، لڑائی کی ضربات وغیرہ وغیرہ سب کی زد میں نبی آسکتے ہیں اور آتے رہے ہیں۔ سوائے اس کے کہ کسی خاص نبی کو خدا کی طرف سے استثنائی طور پر کسی خاص بیماری سے حفاظت کا وعدہ دیا گیا ہو۔ اگر اس جگہ کسی کو یہ خیال گزرے کہ قرآن تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرماتا ہے کہ سَنُقۡرِئُکَ فَلَا تَنۡسٰۤی (الاعلیٰ:7)۔ (یعنی ہم تجھے ایک ایسی تعلیم دیں گے جسے تُو نہیں بھولے گا) تو اس کے جواب میں اچھی طرح یاد رکھنا چاہیے کہ یہ وعدہ صرف قرآنی وحی کے متعلق ہے نہ کہ عام۔ اور مراد یہ ہے کہ اے رسولؐ! ہم اپنی جو وحی تجھ پر امت کی ہدایت کے لیے نازل کریں گے اسے تُو نہیں بھولے گا اور ہم قیامت تک اس کی حفاظت کریں گے۔ عام روزمرہ کی باتوں اور دنیوی امور یا دینی اعمال کے ظاہری مراسم کے متعلق یہ وعدہ ہرگز نہیں ہے۔ چنانچہ حدیث سے ثابت ہے کہ آپؐ کئی موقعوں پر بشری لوازمات کے ماتحت بھول جاتے تھے بلکہ حدیث میں یہاں تک آتا ہے کہ آپؐ بعض اوقات نماز پڑھاتے ہوئے رکعتوں کی تعداد کے متعلق بھی بھول گئے اور لوگوں کے یاد کرانے پر یاد آیا۔ بخاری اور مسلم دونوں میں یہ حدیث موجود ہے۔ اسی طرح اور کئی موقعوں پر آپؐ بھول جاتے تھے۔

بلکہ حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے متعلق فرمایا ہے کہ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ اَنْسٰی کَمَا تَنْسَوْنَ فَاِذَا نَسِیْتُ فَذَکِّرُوْنِیْ (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب اذا صلّی خمسًا) یعنی میں بھی تمہاری طرح کا ایک انسان ہوں اور جس طرح تم کبھی بھول جاتے ہو میں بھی بھول سکتا ہوں۔ پس اگر میں کسی معاملہ میں بھول جایا کروں تو تم مجھے یاد دلا دیا کرو۔

پس جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کبھی عام اور وقتی نسیان ہو جاتا تھا اسی طرح صلح حدیبیہ کے بعد کچھ عرصہ کے لیے بیماری کے رنگ میں نسیان ہو گیا تھا۔ چنانچہ یہی وہ تشریح ہے جو سحر والی روایت کے مطابق روایت کے تعلق میں بعض گزشتہ علماء نے کی ہے مثلاً علامہ مَازِرِیؒ فرماتے ہیں کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر بیشمار پختہ دلائل موجود ہیں اور آپؐ کے معجزات بھی آپؐ کی سچائی پر گواہ ہیں۔ باقی عام دنیا کے امور جن کے لیے آپؐ مبعوث نہیں کیے گئے تھے سو اس تعلق میں یہ ایک بیماری کا عارضہ سمجھا جائے گا جیسا کہ انسان کو دوسری بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں۔

اور علامہ اِبنُ القَصَّار فرماتے ہیں کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو یہ عارضہ نسیان کا پیش آیا تو یہ بیماریوں میں سے ایک بیماری تھی جیسا کہ حدیث کے ان آخری الفاظ سے ظاہر ہے کہ اللہ نے مجھے شفا دے دی ہے۔ (اس میں واضح طور پر لکھا ہوا ہے۔)

خلاصہ کلام یہ کہ صلح حدیبیہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ حالت جسے دشمنوں نے سحر کا نتیجہ قرار دیا گیا ہے وہ ہرگز کسی سحر، جادو وغیرہ کا نتیجہ نہیں تھی۔ بلکہ پیش آمدہ حالات کے ماتحت محض بھولنے کی تکلیف تھی۔ نسیان کی بیماری تھی جسے بعض فتنہ پرداز لوگوں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات کے خلاف پراپیگنڈے کا ذریعہ بنا لیا۔ قرآن مجید نبیوں پر سحر کے قصہ کو دور سے ہی دھکے دیتا ہے، ردّ کر دیتا ہے۔ عقل انسانی اسے قبول کرنے سے انکار کرتی ہے۔ حدیث کے الفاظ اس تشریح کو جھٹلاتے ہیں جو اس پر مڑھی جا رہی ہے۔ اور خود سرور کائنات افضل الرسلؐ کا ارفع مقام سحر والے قصہ کے تار و پود بکھیر رہا ہے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس بات کا بھی ذکر کیا ہے کہ یہ بھی خالی از فائدہ نہ ہو گا کہ جیسا کہ حضرت خلیفہ ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز (اس وقت اُن کی زندگی کی بات کر رہے ہیں) کی روایت ہے۔ اس روایت کے مطابق سیرۃ المہدی کے حصہ اول کی روایت نمبر 75 میں مذکور ہے کہ ایک دفعہ ایک متعصب ہندو جو گجرات کا رہنے والا تھا قادیان آیا تھا۔ اور وہ علم توجہ یعنی ہپناٹزم کے سحر کا بڑا ماہر تھا۔ اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں حاضر ہو کر آپؑ پر خاموشی کے ساتھ توجہ ڈالنا شروع کی تا کہ آپؑ سے بعض نازیبا حرکات کرا کے آپؑ کو لوگوں کی ہنسی کا نشانہ بنائے مگر جب آپؑ نے اس پر توجہ ڈالی تو وہ چیخ مار کر بھاگا۔ اور جب اس سے پوچھا گیا کہ تمہیں یہ کیا ہوا تھا تو اس نے جواب دیا کہ جب میں نے مرزا صاحبؑ پر توجہ ڈالی تو مجھے یوں نظر آیا کہ میرے سامنے ایک خوفناک شیر کھڑا ہے جو مجھ پر حملہ کرنے والا ہے اور مَیں اس سے ڈر کر بھاگ نکلا ہوں۔ تو آپؓ لکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم ہیں، جب خادم کا یہ مقام ہے، اس پر اللہ تعالیٰ

نے ہپناٹزم کا اثر نہیں ہونے دیا تو آقا کے متعلق یہ خیال کرنا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ خیال کرنا کہ آپؐ نعوذ باللہ ایک یہودی کے ہپناٹزم کا نشانہ بن گئے تھے یہ کس طرح قبول کیا جا سکتا ہے۔

(ماخوذ از مضامین بشیر جلد 3 صفحہ 642 تا 653 مضامین 1959ء)

آخر میں زمانے کے حکم اور عدل کے اس بارے میں ارشادات پڑھ دیتا ہوں جو سب وضاحتوں اور تشریحوں پر حاوی ہیں۔

ایک شخص نے آپؑ کی مجلس میں سوال کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کافروں نے جو جادو کیا تھا اس کی نسبت آپؑ کا کیا خیال ہے؟ حضرت اقدس نے فرمایا کہ ''جادو بھی شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ رسولوں اور نبیوں کی یہ شان نہیں ہوتی کہ ان پر جادو کا کچھ اثر ہو سکے۔ بلکہ ان کو دیکھ کر جادو بھاگ جاتا ہے جیسے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے لَا یُفۡلِحُ السَّاحِرُ حَیۡثُ اَتٰی (طٰہٰ:70) دیکھو حضرت موسیٰؑ کے مقابل پر جادو تھا آخر موسیٰؑ غالب ہوا کہ نہیں؟ یہ بات بالکل غلط ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ پر جادو غالب آ گیا۔ ہم اس کو کبھی نہیں مان سکتے۔ آنکھ بند کر کے بخاری اور مسلم کو مانتے جانا یہ ہمارے مسلک کے برخلاف ہے۔ یہ تو عقل بھی تسلیم نہیں کر سکتی کہ ایسے عالی شان نبی پر جادو اثر کر گیا ہو۔ ایسی باتیں کہ اس جادو کی تاثیر سے (معاذ اللہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حافظہ جاتا رہا، یہ ہو گیا اور وہ ہو گیا کسی صورت میں صحیح نہیں ہو سکتیں۔''

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ ''معلوم ہوتا ہے کہ کسی خبیث آدمی نے اپنی طرف سے ایسی باتیں ملا دی ہیں۔ گو ہم نظر تہذیب سے احادیث کو دیکھتے ہیں لیکن جو حدیث قرآن کریم کے برخلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت کے برخلاف ہو اس کو ہم کب مان سکتے ہیں۔ اس وقت احادیث جمع کرنے کا وقت تھا۔ گو انہوں نے (یعنی جو حدیثیں جمع کرنے والوں نے) سوچ سمجھ کر احادیث کو درج کیا تھا مگر پوری احتیاط سے کام نہیں لے سکے۔ (باوجود بڑی احتیاطیں کرنے کے) وہ جمع کرنے کا وقت تھا لیکن اب نظر اور غور کرنے کا وقت ہے۔'' دیکھو اور غور کرو۔ کوئی حدیث قرآن کریم یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت اور تقدّس سے ٹکراتی ہے تو وہ ردّ کرنے کے لائق ہے یا اس کی کچھ اَور تشریح ہے جس طرح حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے کی یا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے کی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ''آثارِ نبیؐ جمع کرنا بڑے ثواب کا کام ہے۔ (نبیوں کی زندگی کے حالات جمع کرنا ثواب کا کام ہے۔ ان کی باتیں جمع کرنا ثواب کا کام ہے) لیکن یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جمع کرنے والے خوب غور سے کام نہیں لے سکتے۔ اب ہر ایک کا اختیار ہے کہ خوب غور اور فکر سے کام لے۔ جو ماننے والی ہو وہ مانے اور جو چھوڑنے والی ہو وہ چھوڑ دے۔ ایسی بات کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر (معاذ اللہ) جادو کا اثر ہو گیا تھا اس سے تو ایمان اٹھ جاتا ہے۔'' آپؑ فرماتے ہیں کہ ''خدا تعالیٰ فرماتا ہے اِذۡ یَقُوۡلُ الظّٰلِمُوۡنَ اِنۡ تَتَّبِعُوۡنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسۡحُوۡرًا (بنی اسرائیل:48) (کہ جب ظالم لوگ کہتے ہیں کہ تم محض ایک ایسے شخص کی پیروی کر رہے ہو جو سحر زدہ ہے۔ جس پر جادو ہوا ہوا ہے۔ جادو کے زیر اثر ہے۔) ایسی ایسی باتیں کہنے والے تو ظالم ہیں نہ مسلمان۔ یہ تو بے ایمانوں اور ظالموں کا قول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر (معاذ اللہ) سحر اور جادو کا اثر ہو گیا تھا۔ اتنا نہیں سوچتے کہ جب (معاذ اللہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال ہے تو پھر امت کا کیا ٹھکانہ؟ وہ تو پھر غرق ہو گئی۔ معلوم نہیں ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ جس معصوم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء مسِّ شیطان سے پاک سمجھتے آئے ہیں یہ ان کی شان میں ایسے ایسے الفاظ بولتے ہیں۔''

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 472-471)

الحمد للہ کہ ہم زمانے کے امامؑ کو مان کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کو بھی سمجھنے والے ہیں، پہچاننے والے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِکۡ وَسَلِّمۡ اِنَّکَ حَمِیۡدٌ مَّجِیۡدٌ۔

امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی مصروفیات

مورخہ 08/ تا 17/ مارچ 2019ء کے دوران حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی گوناگوں مصروفیات کے علاوہ دیگر امور کی ایک جھلک ہدیۂ قارئین ہے:

☆...**8 مارچ بروز جمعۃ المبارک:** حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مسجد 'بیت الفتوح' مورڈن میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو ایم ٹی اے کے مواصلاتی رابطوں نیز یوٹیوب اور دیگر میڈیا پلیٹ فارمز کے ذریعہ ساری دنیا میں سنا اور دیکھا گیا۔ حضور انور نے اپنے خطبہ جمعہ میں دو بدری اصحابِ رسولؐ کی سیرتِ مبارکہ کا تذکرہ فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات پر یہود کی جانب سے کیے جانے والے جادو کے شبہ کا ازالہ فرمایا۔ نیز اس کی حقیقت اور جماعت احمدیہ کے نقطۂ نظر کا تفصیلی بیان فرمایا۔ (اس خطبہ جمعہ کا متن اسی شمارہ میں ملاحظہ کیجیے)

☆...**09 مارچ بروز ہفتہ:** حضور انور نے نمازِ ظہر سے قبل مسجد فضل لندن کے باہر تشریف لا کر مکرمہ رفعت اختر صاحبہ (اہلیہ مکرم نصیب احمد انور صاحب۔ کلیپھم) اور مکرمہ فضل خیر صاحبہ (آکسفورڈ۔ یوکے) کی نماز جنازہ حاضر پڑھائی اور پسماندگان سے ملاقات فرمائی۔ نیز 3 نماز جنازہ غائب بھی پڑھائے۔

☆... آج شام کو حضور انور جماعت احمدیہ یوکے کے سولہویں نیشنل پیس سمپوزیم میں شرکت کے لیے مسجد 'بیت الفتوح' تشریف لے گئے۔ حضور انور نے نمازِ مغرب و عشاء مسجد بیت الفتوح میں جمع کر کے پڑھائیں۔ اس کے بعد انٹرنیشنل میڈیا کے نمائندگان ساتھ ایک پریس کانفرنس میں میڈیا کے نمائندگان کے سوالوں کے جوابات دیے۔ بعد ازاں طاہر ہال میں پیس کانفرنس میں موجود مہمانوں سے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں نہایت بصیرت افروز خطاب فرمایا۔

☆... **10 مارچ بروز اتوار:** آج Mr. Tom Gallagher (CEO Religious News Service امریکہ) نے حضور انور سے ملاقات کی سعادت حاصل کی۔ مزید برآں امن کانفرنس میں شرکت کے لیے تشریف لانے والے درج ذیل ممالک کے وفود نے بھی شرفِ ملاقات حاصل کیا۔ سپین، اٹلی، پرتگال، بیلجیم، فرانس، سوئٹزرلینڈ، ہالینڈ، سویڈن، ناروے، آئس لینڈ اور یونان

☆... نماز عصر سے قبل مکرم John Kenneth Gormely صاحب (کینیڈا) نے حضورِ انور سے ملاقات کی۔ موصوف 1998ء سے کینیڈا کے ایک مشہور ریڈیو پروگرام کی میزبانی کر رہے ہیں۔

☆...**11 مارچ بروز سوموار:** آج صبح دفتری ملاقاتوں سے قبل درج ذیل ممالک کے وفود کی حضور انور سے ملاقات تھی: میسیڈونیا، بوسنیا، کروشیا، کوسوو اور لیتھوینیا

☆... نمازِ عصر کی ادائیگی کے بعد حضورِ انور نے ایک نکاح کی تقریب کو برکت بخشی۔ مکرم عطاء المجیب راشد صاحب (امام مسجد فضل لندن) نے نکاح پڑھایا جبکہ حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس نکاح کے بابرکت ہونے کے لیے دعا کروائی۔

☆...**12 مارچ بروز منگل:** حضور انور نے مسجد فضل لندن میں نمازِ عصر پڑھانے کے بعد درج ذیل 6 نکاحوں کا اعلان فرمایا اور ان نکاحوں کے بابرکت ہونے کے لیے دعا کروائی۔ نیز فریقین کو شرف مصافحہ بخشا اور مبارکباد دی۔

☆... عزیزہ فوزیہ شاہین بنت مکرم ذو الفقار احمد صاحب (ربوہ) ہمراہ مکرم حافظ فرید احمد ناصر صاحب (متعلم درجہ شاہد۔ جامعہ احمدیہ ربوہ) ابن مکرم شیخ سلطان احمد علیانہ صاحب (ربوہ)

☆... عزیزہ شمائلہ ملہار بنت مکرم میاں عطاء الہادی صاحب (امریکہ) ہمراہ مکرم عدیل طیب صاحب (متعلم درجہ خامسہ۔ جامعہ احمدیہ یوکے) ابن مکرم منصور احمد طیب صاحب

☆... عزیزہ طوبیٰ احمد بنت مکرم امتیاز احمد صاحب (گراس گراؤ۔ جرمنی) ہمراہ مکرم مستجاب قاسم صاحب (متعلم درجہ رابعہ۔ جامعہ احمدیہ کینیڈا) ابن مکرم آفتاب احمد صاحب (کیلگری۔ کینیڈا)

☆... عزیزہ دُردانہ احمد (واقفۂ نو) بنت مکرم فیاض احمد صاحب (ھیز) ہمراہ مکرم حارث اویس صاحب ابن مکرم اویس احمد ثقلین صاحب (پٹنی)

☆... عزیزہ انیلہ منیب (واقفۂ نو) بنت مکرم ظفر اقبال منیب صاحب (جرمنی) ہمراہ مکرم ارسلان احمد امتیاز صاحب ابن مکرم امتیاز احمد صاحب (جرمنی)

☆... عزیزہ نداء النصر شاہد بنت مکرم ڈاکٹر محمد سلیم شاہد صاحب (صدر جماعت والتھم فارسٹ۔ لندن) ہمراہ مکرم عثمان احمد علی صاحب ابن مکرم جمیل احمد ایاز صاحب (لندن)

☆...**14 مارچ بروز جمعرات:** حضور انور نے نمازِ ظہر سے قبل مسجد فضل لندن کے باہر تشریف لا کر مکرمہ امۃ الغفور رفیق صاحبہ (اہلیہ مکرم ایم آر رفیق صاحب آف سری لنکا۔ حال سٹیونیج) کی نماز جنازہ حاضر پڑھائی اور پسماندگان سے ملاقات فرمائی۔ نیز 4 نماز جنازہ غائب بھی پڑھائے۔

☆...**15 مارچ بروز جمعۃ المبارک:** حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مسجد بیت الفتوح مورڈن میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو ایم ٹی اے کے مواصلاتی رابطوں نیز یوٹیوب اور دیگر میڈیا پلیٹ فارمز کے ذریعہ ساری دنیا میں سنا اور دیکھا گیا۔ حضور انور نے اپنے خطبہ جمعہ میں اطاعت اور اخلاص و وفا کے پیکر چند بدری اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مبارکہ کا دلنشین تذکرہ فرمایا۔ (اس خطبہ جمعہ کا خلاصہ اسی شمارہ میں ملاحظہ کیجیے)

☆... آج شام حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اسلام آباد (ٹلفورڈ) میں ہونے والی نئی تعمیرات کے معائنہ کی غرض سے سفر اختیار فرمایا۔

☆... **16 مارچ بروز ہفتہ:** آج نمازِ عصر سے قبل تقریباً 110/ خدام و اطفال پر مشتمل کینیڈا سے آئے ہوئے ایک وفد کو پیارے آقا کے ساتھ ملاقات کرنے کا شرف حاصل ہوا۔

☆... نمازِ عصر کی ادائیگی کے بعد حضورِ انور نے ایک نکاح کی تقریب کو برکت بخشی۔ مکرم عطاء المجیب راشد صاحب (امام مسجد فضل لندن) نے نکاح پڑھایا جبکہ حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس نکاح کے بابرکت ہونے کے لیے دعا کروائی۔

☆... **17/ مارچ بروز اتوار:** آج ہفت روزہ الحکم (انگریزی) کی ٹیم نے حضورِ انور کے ساتھ ملاقات اور پھر گروپ فوٹو اتروانے کا شرف حاصل کیا۔

☆...**17 مارچ بروز اتوار:** آج نمازِ عصر کے بعد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد فضل لندن میں ایک تقریب آمین کو رونق بخشی۔ حضور انور نے تقریب میں شامل ہونے کی سعادت حاصل کرنے والے 30/ بچوں اور بچیوں سے باری باری قرآن مجید کی ایک ایک آیت یا اس کا کچھ حصہ سنا۔ بعد ازاں حضور انور نے دعا کروائی۔

ملاقات حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

اس عرصہ کے دوران حضورِ انور نے چھ روز دفتری جبکہ سات روز ذاتی ملاقاتیں فرمائیں۔ متعدد

......باقی صفحہ نمبر 09 پر......

بقیہ: حضرت مسیح موعودؑ کا انداز تربیت

از صفحہ نمبر 42

ہیں۔ اس پر حضرت مولوی صاحب نے اپنی اہلیہ کو ملامت کی کہ کیوں حضرت صاحب کو تم نے تکلیف دی۔ کیا میں نہیں جانتا کہ وہ کیوں تشریف نہیں لاتے۔ میں نے تو اپنے دل کا دُکھڑا رو یا تھا تم فوراً جا کر عرض کرو کہ حضور تکلیف نہ فرمائیں۔ بسا اوقات مسجد میں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ مولوی صاحب کی ملاقات کو بہت دل چاہتا ہے مگر میں ان کی تکلیف نہیں دیکھ سکتا۔ (سیرت المہدی حصہ اول صفحہ 272,271)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو حضرت مولوی صاحب کی وفات کا ایسا صدمہ ہوا جیسے ایک محبت کرنے والے باپ کو ایک لائق بیٹے کی وفات کا ہوا کرتا ہے مگر آپ کی محبت کا اصل مرکزی نقطہ خدا کا وجود تھا اس لیے آپ نے کامل صبر کا نمونہ دکھایا۔ اور جب بعض لوگوں نے زیادہ صدمہ کا اظہار کیا اور اس بات کے متعلق فکر ظاہر کیا کہ مولوی عبد الکریم صاحب کی ذات کے ساتھ بہت کام وابستہ تھے اب ان کے متعلق کیا ہو گا تو آپ نے ایسے خیالات پر توبیخ فرمائی اور فرمایا کہ

’’مولوی عبد الکریم صاحب کی وفات پر حد سے زیادہ افسوس کرنا اور اس کی نسبت یہ خیال کر لینا کہ اس کے بغیر اب فلاں حرج ہو گا ایک قسم کی مخلوق کی عبادت ہے۔ کیونکہ جس سے حد سے زیادہ محبت کی جاتی ہے یا حد سے زیادہ اس کی جدائی کا غم کیا جاتا ہے وہ معبود کے حکم میں ہو جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ اگر ایک کو بلا لیتا ہے تو دوسرا اس کے قائم مقام کر دیتا ہے۔ وہ قادر اور بے نیاز ہے‘‘۔ (سلسلہ احمدیہ جلد اول صفحہ 145)

شرک کی باریک سے باریک راہوں سے بھی اجتناب کا حکم مسلمانوں کو دیا گیا ہے جیسے بت پرستی شرک ہے اسی طرح انسان پرستی بھی شرک میں داخل ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اس ارشاد میں جماعت کو اس طرف توجہ دلائی ہے۔ یہ سبق بھلانے والا نہیں۔

ایک مامور من اللہ کے علاوہ کون ہے جو یہ انداز تربیت رکھتا ہو جو اگلے واقعہ سے ظاہر ہو رہا ہے۔ مکرم ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کی ایک روایت ہے کہ میں ڈاکٹری کے امتحان میں کامیاب ہو کر قادیان گیا، چنانچہ مجھے ملازمت کا حکم بھی وہیں پہنچا۔ حکم لیتے ہی فوراً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

تمہارا تعلق لوگوں کے جسموں کے ساتھ ہو گا نہ کہ روحوں کے ساتھ۔ اس لیے تمہاری نظر میں جو شخص تمام رات خدا تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے اور جو دن رات خدا کو گالیاں دیتا ہے ایک ہونے چاہئیں۔ (بحوالہ روزنامہ الفضل 6 مئی 2000ء)

اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود اتباع سنت کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دے کر بھی عملی نصیحت فرماتے۔

سیرت المہدی میں بروایت مولوی عبد اللہ صاحب سنوری لکھا ہے کہ

’’حضرت مسیح موعود بیت الفکر میں (مسجد مبارک کے ساتھ والا حجرہ جو حضرت صاحب کے مکان کا حصہ ہے) لیٹے ہوئے تھے اور میں پاؤں دبا رہا تھا کہ حجرہ کی کھڑکی پر لالہ شرمپت یا شاید لالہ ملاوامل نے دستک دی۔ میں اٹھ کر کھڑکی کھولنے لگا مگر حضرت صاحب نے بڑی جلدی اٹھ کر تیزی سے جا کر مجھ سے پہلے زنجیر کھول دی اور پھر اپنی جگہ بیٹھ گئے اور فرمایا آپ ہمارے مہمان ہیں اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ مہمان کا اکرام کرنا چاہیے۔ (جلد اول صفحہ 27)

اکرامِ ضیف

حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ کپورتھلوی روایت کرتے ہیں:

ایک دفعہ منی پور آسام کے دور دراز علاقہ سے دو (غیر احمدی) مہمان حضرت مسیح موعودؑ کا نام سن کر آپ سے ملنے کے لیے قادیان آئے اور مہمان خانہ کے پاس پہنچ کر لنگر خانہ کے خادموں کو اپنا سامان اتارنے اور چارپائی بچھانے کو کہا۔ لیکن ان خدام کو اس طرف فوری توجہ نہ ہوئی اور وہ ان مہمانوں کو یہ کہہ کر دوسری طرف چلے گئے کہ آپ یکہ سے سامان اتاریں چارپائی بھی آجائے گی۔ اُن تھکے ماندے مہمانوں کو یہ جواب ناگوار گزرا اور وہ رنجیدہ ہو کر اسی وقت بٹالہ کی طرف واپس روانہ ہو گئے۔ مگر جب حضرت صاحب کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی آپ نہایت جلدی ایسی حالت میں کہ جوتا پہننا بھی مشکل ہو گیا ان کے پیچھے بٹالہ کے رستہ پر تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے چل پڑے۔ چند خدام بھی ساتھ ہو لیے۔ حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ روایت کرتے ہیں کہ میں بھی ساتھ ہو لیا۔ حضرت صاحب اس وقت اتنی تیزی کے ساتھ ان کے پیچھے گئے کہ قادیان سے اڑھائی میل پر نہر کے پل کے پاس انہیں جا لیا اور بڑی محبت اور معذرت کے ساتھ اصرار کیا کہ واپس چلیں اور فرمایا آپ کے واپس چلے جانے سے مجھے بہت تکلیف ہوئی ہے۔ آپ یکہ پر سوار ہو جائیں میں آپ کے ساتھ پیدل چلوں گا۔ مگر وہ احترام اور شرمندگی کی وجہ سے سوار نہ ہوئے اور آپ انہیں اپنے ساتھ لے کر قادیان واپس آگئے اور مہمان خانہ میں پہنچ کر ان کا سامان اتارنے کے لیے آپ نے اپنا ہاتھ یکہ کی طرف بڑھایا مگر خدام نے آگے بڑھ کر سامان اتار لیا۔ اس کے بعد حضرت صاحب ان کے پاس بیٹھ کر محبت اور دلداری کی گفتگو فرماتے رہے اور کھانا وغیرہ کے متعلق بھی پوچھا کہ آپ کیا کھانا پسند کرتے ہیں اور کسی خاص کھانے کی عادت تو نہیں؟ اور بڑی شفقت کے ساتھ باتیں کرتے رہے۔

دوسرے دن جب یہ مہمان واپس روانہ ہونے لگے تو حضرت صاحب نے دودھ کے دو گلاس منگوا کر ان کے سامنے بڑی محبت سے پیش کیے اور پھر دو اڑھائی میل پیدل چل کر بٹالہ کے رستے والی نہر تک چھوڑنے کے لیے ان کے ساتھ گئے اور اپنے سامنے یکہ پر سوار کرا کے واپس تشریف لائے۔

ایک مرتبہ ایک مہمان نے آ کر کہا کہ میرے پاس بستر انہیں ہے۔ حضرت صاحب نے حافظ حامد علی صاحب کو کہا کہ اس کو لحاف دے دو۔ حافظ حامد علی صاحب نے عرض کیا کہ یہ شخص لحاف لے جائے گا وغیرہ وغیرہ۔ اس پر حضرت نے فرمایا:

’’اگر لحاف لے جائے گا تو اس کا گناہ ہو گا اور اگر بغیر لحاف کے مر گیا تو ہمارا گناہ ہو گا‘‘۔

اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ وہ مہمان بظاہر کوئی ایسا آدمی نہ معلوم ہوتا تھا جو کسی دینی غرض کے لیے آیا ہو بلکہ شکل و صورت سے مشتبہ پایا جاتا تھا مگر آپ نے اس کی مہمان نوازی میں کوئی فرق نہیں کیا۔ اور اس کی آسائش و آرام کو اپنے آرام پر مقدم کیا۔

ایک اور موقعہ پر فرمایا: ’’دیکھو یہ ہمارے مہمان ہیں اور تم میں سے ہر ایک کو مناسب ہے کہ ان سے پورے اخلاق سے پیش آوے اور کوشش کرتا رہے کہ ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو‘‘۔ (اخبار الحکم، 31 جنوری 1902ء صفحہ 4,3)

اکتوبر 1902ء میں ایک ہندو سادھو کوٹ کپورہ سے آیا اور حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مسلمانوں کے لیے تو خاص تردد اور تکلیف نہیں ہو سکتی کیونکہ لنگر جاری تھا اور جاری ہے وہاں انتظام ہر وقت رہتا ہے لیکن ایک ہندو مہمان کے لیے خصوصیت سے انتظام کرنا پڑتا ہے اور چونکہ وہ انتظام دوسروں کے ہاں کرانا ہوتا ہے اس لیے مشکلات ظاہر ہیں تاہم حضرت اقدس ہمیشہ ایسے موقعہ پر بھی پورا التزام مہمان نوازی کا فرماتے تھے۔ 6/اکتوبر کی شام کو اس نے حضرت اقدس سے ملاقات کی۔ آپؑ نے نہایت شفقت سے فرمایا کہ:

یہ ہمارا مہمان ہے اس کے کھانے کا انتظام بہت جلد کر دینا چاہیے۔ ایک شخص کو خاص طور پر حکم دیا کہ ایک ہندو کے گھر اس کے لیے بندوبست کیا جاوے۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 2 صفحہ 315)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ اقتباس جس نے ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مقرب بننے کا نسخہ بتایا ہے کیا ہی پیارا ہے، فرماتے ہیں:

’’اگر کوئی تائید دین کے لیے ایک لفظ نکال کر ہمیں دے تو ہمیں موتیوں اور اشرفیوں کی جھولی سے بھی زیادہ بیش قیمت معلوم ہوتا ہے۔ جو شخص چاہے کہ ہم اس سے پیار کریں اور ہماری دعائیں نیازمندی اور سوز سے اس کے حق میں آسمان پر جائیں وہ ہمیں اس بات کا یقین دلاوے کہ وہ خادم دین ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے بارہا قسم کھا کر فرمایا کہ ہم ہر ایک شے سے محض خدا تعالیٰ کے لیے پیار کرتے ہیں بیوی ہو بچے ہوں دوست ہوں سب سے ہمارا تعلق اللہ تعالیٰ کے لیے ہے‘‘۔ (سیرت مسیح موعود علیہ السلام از حضرت مولانا عبد الکریم سیالکوٹی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صفحہ 46)

اس عاجزانہ تحریر کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک عظیم نصیحت پر ختم کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں:

’’آخر کار میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ تم دشمن کے مقابلے پر صبر اختیار کرو۔ تم گالیاں سن کر چپ رہو۔ گالی سے کیا نقصان ہوتا ہے؟! گالی دینے والے کے اخلاق کا پتہ لگتا ہے۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر تم کو کوئی زدوکوب بھی کرے تب بھی صبر سے کام لو۔ یہ یاد رکھو کہ اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے ان لوگوں کے دل سخت نہ ہوتے تو وہ کیوں ایسا کرتے۔ یہ خدا کا فضل ہے کہ ہماری جماعت امن جو ہے۔ اگر وہ ہنگامہ پرداز ہوتی تو بات بات پر لڑائی ہوتی اور پھر اگر ایسے لڑنے والے ہوتے اور ان میں صبر و برداشت نہ ہوتی تو پھر ان میں اور ان کے غیروں میں کیا امتیاز ہوتا؟

ہمارا مذہب یہی ہے کہ ہم بدی کرنے والے سے نیکی کرتے ہیں۔‘‘ (ملفوظات جلد 5 صفحہ 130)

آج بھی یہ تمام برکات خلافت کی صورت میں ہمارے درمیان زندہ موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مسیح الزّماں کے وجود سے وابستہ برکات سے حصہ پانے کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے۔ آمین

☆...☆...☆

آؤ میرے چاند کی تم بھی پذیرائی کرو

رنگ بادل تو دھنک بکھرا کے رخصت ہو گیا
تم یہی کہتے رہو ساون ابھی آیا نہیں
اس شکستہ ناؤ کے بندے بچانے کے لیے
ہم تو گھبرائے ہیں لیکن وہ تو گھبرایا نہیں
وہ جو رویا ساتھ اُس کے آسماں بھی رو پڑا
وہ ہنسا تو کیا زمیں پر پُھول رُت لایا نہیں
ہر کسی مُنڈیر پر اُس نے تو دیپک رکھ دیا
تم نے آنکھیں مُوندھ لیں تم کو نظر آیا نہیں
کیا خدا نے اُس کی خاطر اک معیّن وقت پر
آسماں پر چاند اور سورج کو گہنایا نہیں
اُس کی رخشندہ صداقت کے نشاں کے طور پر
معجزوں پر معجزہ کیا اُس نے دکھلایا نہیں
اُس نے صحرا کو چمن زاروں کا جوبن دے دیا
تم نے جس کے سامنے دامن ہی پھیلایا نہیں
تم نے خود چہروں پہ غفلت کی ردائیں اوڑھ لیں
ورنہ سورج پر تو بادل کا کوئی سایا نہیں
آؤ میرے چاند کی تم بھی پذیرائی کرو
تم نے اُڑتے جگنوؤں سے نور تو پایا نہیں
ہر مسافت کے لیے عابدؔ وہ منزل کا سراغ
اور ہر ظلمت کدے میں ہے وہی روشن چراغ

(پروفیسر مبارک احمد عابدؔ)

رسول اللہؐ کی پیروی اور برکت سے حضرت مسیح موعودؑ کا ایک عظیم مقام

جَرِیُ اللّٰہِ فِیۡ حُلَلِ الۡاَنۡبِیَاءِ۔ خدا کا رسول نبیوں کے حُلّوں میں

دنیا کے تمام نبیوں کی خاص صفات میں سے مسیح موعود علیہ السلام کو کچھ حصہ دیا گیا

(عبد السمیع خان۔ استاد جامعہ احمدیہ گھانا)

مذہب کی تاریخ جتنی قدیم اور نظروں سے اوجھل ہے اتنی ہی جدید اور روشن بھی ہے۔ کیونکہ وہ تاریخ جو اس کرۂ ارض اور فلک پیر نے گزشتہ چھ ہزار سال میں دیکھی اور قصے اور کہانیاں بن گئی وہ اس زمانہ میں اسی طرح زندہ کر دی گئی ہے جیسے صدیوں کے مٹے ہوئے کھنڈرات اور اجڑے ہوئے گلشن اپنے تمام گلوں اور خاروں کے ساتھ دوبارہ ہرے بھرے ہوجائیں۔ ماضی کے دبیز پردے چاک کر کے اسے زمانہ حال میں کھینچ لانیوالی اس ساری گردش دوری اور سلسلہ نمود کی کلید حضرت مہدی موعود علیہ السلام کا یہ مذکورہ بالا الہام ہے جس میں درحقیقت تاریخ مذہب ہی نہیں ساری تاریخ انسانی سمودی گئی ہے۔ یہ الہام اپنے گہرے معانی اور اسرار و رموز کے اعتبار سے روحانی دنیا کے نوادرات میں دست قدرت کا ایک حیرت انگیز شاہکار ہے۔

الہام کا مطلب

جری اللہ فی حلل الانبیاء کا ترجمہ حضرت مسیح موعودؑ نے یوں فرمایا ہے ”خدا کا رسول نبیوں کے حلوں میں“ (اربعین، روحانی خزائن جلد 17 ص 354،366) اور ”رسول خدا تمام گزشتہ انبیاء علیہ السلام کے پیرایوں میں“ (براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 ص 116) اور اس الہام کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ”اس وحی الٰہی کا مطلب یہ ہے کہ آدم سے لے کر اخیر تک جس قدر انبیاء علیہم السلام خدا تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں آئے ہیں خواہ وہ اسرائیلی ہوں یا غیر اسرائیلی ان سب کے خاص واقعات یا خاص صفات میں سے اس عاجز کو کچھ حصہ دیا گیا ہے اور ایک بھی نبی ایسا نہیں گزرا جس کے خواص و واقعات میں سے اس عاجز کو حصہ نہیں دیا گیا۔ ہر ایک نبی کی فطرت کا نقش میری فطرت میں ہے...ہر ایک گزشتہ نبی کی عادت اور خاصیت اور واقعات میں سے کچھ مجھ میں ہے اور جو کچھ خدا تعالیٰ نے گزشتہ نبیوں کے ساتھ رنگا رنگ طریقوں میں نصرت اور تائید کے معاملات کیے ہیں ان معاملات کی نظیر بھی میرے ساتھ ظاہر کی گئی ہے اور کی جائے گی۔ اور یہ امر صرف اسرائیلی نبیوں کے ساتھ خاص نہیں بلکہ کل دنیا میں جو نبی گزرے ہیں ان کی مثالیں اور ان کے واقعات میرے ساتھ اور میرے اندر موجود ہیں“۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 ص 116، 117)

قرآنی گواہی

حضرت مسیح موعودؑ کا یہ دعویٰ اور یہ آسمانی خلعت قرآن و حدیث کی پیشگوئیوں کے عین مطابق ہے۔ قرآن کریم نے سورۃ المرسلات میں آخری زمانہ کے تحیر خیز انقلاب کا تذکرہ کرنے کے بعد وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتۡ (المرسلات: 12) کہہ کر رسولوں کے وقت مقررہ لائے جانے کی بشارت دی۔ اور مراد یہ تھی کہ تمام انبیاء اور رسل کی صفات کا جامع وجود مبعوث کیا جائے گا۔ اس کی توضیح احادیث نبویہؐ سے ملتی ہے اور اہل بیت رسولؐ نے اس کو خوب سمجھا چنانچہ مہدی موعودؑ کے متعلق امام باقر فرماتے ہیں:

”ہمارا سید مہدی کعبہ سے ٹیک لگا کر کہے گا (مراد اسلامی تعلیم کی رو سے باتیں کرے گا کیونکہ کعبہ کی تعبیر اسلام ہے اور ٹیک سے مراد اس پر قائم ہونا) اے لوگو سنو! جو چاہتا ہے کہ وہ آدم و شیث کو دیکھے سو دیکھے کہ وہ میں ہوں۔ سنو جو چاہتا ہے کہ نوح اور اس کے بیٹے سام کی طرف دیکھے سو وہ میں ہوں۔ سنو جو چاہتا ہے کہ ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کو دیکھے۔ پس میں ہی ابراہیم و اسمٰعیل ہوں۔ سنو جو موسیٰؑ اور یوشعؑ کو دیکھنا چاہتا ہے پس میں ہی موسیٰ اور یوشع ہوں۔ سنو جو چاہتا ہے کہ عیسیٰؑ اور شمعونؑ کو دیکھے وہ مجھے دیکھے میں ہی عیسیٰ اور شمعون ہوں۔ سنو جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا چاہتا ہے سو میں ہی محمد ہوں اور امیر المومنین ہوں۔ (بحار الانوار جلد 13 ص 202)

مصنف بحار الانوار یہ حدیث درج کر کے لکھتے ہیں: ”امام مہدی کا یہ کہنا کہ میں ہی آدم ہوں اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھ میں آدم کا علم آدم کے اخلاق اور فضیلت موجود ہے جس کی تم تابعداری کرتے ہو۔ اور جسے تم فضیلت دیتے ہو“

(بحار الانوار جلد 13 ص 202)

حضرت امام حسینؓ کا قول ہے: ”مہدی کے پاس ایک جامہ دان ہوگا جس میں تمام نبیوں کا ترکہ ہوگا۔ آدم اور نوح کی لاٹھی۔ ہود اور صالح کا ترکہ۔ ابراہیمی برکات، یوسف کا عصا، شعیب کا ہیکل اور میزان، موسیٰ کا عصا ہوگا۔ اور مہدی کے پاس ایک تابوت ہوگا جس میں موسیٰ اور آل ہارون کا بقیہ، داؤد کی زرہ، سلیمان کی انگوٹھی، عیسیٰ کا رحل اور تاج اور تمام انبیاء و مرسلین کی میراث اس کے پاس ہوگی“۔

(بحار الانوار جلد 13 ص 409)

پیشگوئیوں کے مصداق کا دعویٰ

ان پیشگوئیوں کی روشنی میں مہدی دوراں کا بعینہٖ یہی دعویٰ ہے۔ فرماتے ہیں: ”جیسا کہ براہین احمدیہ میں خدا نے فرمایا ہے میں آدمؑ ہوں۔ میں نوحؑ ہوں۔ میں ابراہیمؑ ہوں۔ میں اسحاقؑ ہوں۔ میں یعقوبؑ ہوں۔ میں اسمٰعیلؑ ہوں۔ میں موسیٰؑ ہوں۔ میں داؤدؑ ہوں۔ میں عیسیٰ بن مریم ہوں میں محمد ﷺ ہوں یعنی بروزی طور“۔

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 ص 521)

حضورؑ اپنے فارسی کلام میں فرماتے ہیں:

آدمم نیز احمدِ مختار
دربرم جامۂ ہمہ ابرار
آنچہ داداست ہر نبی را جام
دادآں جام را مرا بتمام
زندہ شد ہر نبی بآمدنم
ہر رسولے نہاں بہ پیرہنم

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 477،478)

یعنی میں آدم بھی ہوں اور احمد مختار بھی ہوں۔ مجھے تمام انبیاء کا جامہ پہنایا گیا ہے۔ وہ جس نے تمام انبیاء کو پیالہ دیا ہے اس نے یہ پورا پیالہ مجھے دے دیا ہے۔ ہر نبی میرے آنے سے زندہ ہوگیا اور ہر رسول میرے پیراہن میں جلوہ گر ہے۔

یہ فنافی الرسول کی برکت ہے

حضرت مسیح موعودؑ کا قلب صافی گنجینہ انوار اور مخزنِ اسرار تھا۔ آپؑ میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی سیرت و کردار کا ظہور رہا اور یہ تمام شان آپ کو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی کامل غلامی اور فنافی الرسول کے نتیجہ میں عطا ہوئی جو تمام انبیاء کے تمام نوروں کے جامع تھے۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ تمام انبیاء روحِ محمدی ہی کے جلوے تھے جو مختلف خطہ ہائے ارض اور متفرق اقوام میں ظاہر ہوئے اور اپنی اپنی استعدادوں کے مطابق ضیائے مصطفیٰ سے منور ہوئے۔

وہ نور محمدؐ ہی تھا جو کبھی تین اور زیتون کی علامت بن کر نمودار ہوا۔ کبھی وہ سَینا سے آیا اور کبھی شعیر سے طلوع ہوا۔ وہ رحمت کی گھٹا بن کر ہر قوم پر برسا اور پھر یہی پانی چھوٹی چھوٹی نہروں کی شکل اختیار کر کے بحر محمدیت میں واپس لوٹا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل ظہور ہوا۔ اور خدا کی تقدیر نے تقاضا کیا کہ جس طرح آپؐ سے پہلے آپؐ کے ہزاروں جلوے گزر چکے ہیں اسی طرح آپؐ کے بعد بھی وہی جلوے قیامت کبریٰ سے قبل مجموعی طور پر اہل عالم کو دکھائے جائیں۔ پس مہدی وہ وجود ہے جس نے تمام انبیاء کے رنگ براہ راست حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیے اور لوح قلب کو شفاف کر کے سراج منیر سے کلی اکتساب فیض کیا اس لیے آپ گو ہر نبی کا نام پانے والے ہیں مگر مجموعی لحاظ سے اول و آخر خاتم النبیین حضرت محمدؐ ہی ہیں۔

اَلصِّرَاط السَّوِی فِیۡ اَحۡوَالِ الۡمَھۡدِی میں لکھا ہے: ”آنحضرتؐ جامع جمیع اوصاف انبیاء ہیں اور مہدی آخر الزماں وارث اوصاف محمد مصطفیٰؐ ہیں۔ لہذا وہ بھی جمیع اوصاف انبیاء پر حاوی اور ان کا جامع ہے“۔ (ص 439)

شانِ محمدیتؐ

آپؑ کی شان محمدیت ہر دوسرے نبی کے کمال کو مکمل اور متمم کرتی ہے۔ ہر کمی کا ازالہ کرتی اور ہر کمال کو بلند کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ گیت جو پہلوں نے دھیمے سروں میں گائے تھے وہ راگ مہدی نے بہت بلند آہنگی سے گائے اور شمع توحید جس کی لَو بہت مدھم تھی اسے اتنی روشنی ملی کہ اس کے سامنے تمام ستاروں کی مجموعی روشنی بھی ماند پڑ گئی۔ اس پہلو سے یہ مضمون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام خاتم النبیین کا شیریں ثمر ہے جو تُؤۡتِیۡ اُکُلَھَا کُلَّ حِیۡنٍ بِاِذۡنِ رَبِّھَا کا مصداق بن کر ماضی اور مستقبل دونوں میں جاری ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم صاحب خاتَم ہیں اور آپؐ کی روحانی توجہ نبی تراش ہے۔ آپؐ سے پہلے انبیاء بھی آپؐ ہی کے دربار سے سند یافتہ تھے اور بعد میں بھی آپؐ ہی کی پیروی کمالات نبوت بخشنے کا واحد ذریعہ ہے۔ رسول اللہؐ کے ایک غلام کی ذات میں تمام انبیاء کا اجتماع اس دعویٰ کی سچائی کا ایک بہت درخشاں اور ناقابل تردید ثبوت ہے کہ تمام انبیاء فی الواقع آپؐ ہی کی قوت قدسیہ کی تخلیق تھے اور آپؐ کی اطاعت اور غلامی ان کا حاصل حیات تھی۔ جیسا کہ آیت میثاق النبیین میں ذکر ہے کہ خدا تعالیٰ نے ہر نبی سے رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ کی حمایت و نصرت میں سرگرم عمل رہنے کا وعدہ لیا تھا۔ (آل عمران: 20)

بے شک انہوں نے اپنی قوموں تک یہ پیغام پہنچا دیا تھا مگر جَرِیُ اللّٰہِ فِیۡ حُلَلِ الۡاَنۡبِیَاءِ کے ذریعہ اس وعدہ کا عظیم الشان ایفاء آخری زمانہ میں بھی مقدر تھا۔ تفسیر قمی میں لکھا ہے کہ آیت میثاق میں یہ پیشگوئی ہے کہ مہدی موعودؑ کے زمانہ میں آدم سے لے کر عیسیٰؑ تک تمام انبیاء و مرسلین دوبارہ زندہ کیے جائیں گے تا اس کی مدد کر کے نصرت رسول کا وعدہ پورا کریں۔ (تفسیر قمی ص 610)

غور فرمایئے، فرمودہ رسولؐ کس شان کے ساتھ پورا ہوا ہے کہ اگر موسیٰؑ و عیسیٰؑ بھی زندہ ہوتے تو انہیں میری پیروی کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا۔ اور کس طرح خدا نے یسوع مسیح کی جھوٹی خدائی اور محمد مصطفیٰ ﷺ پر بے بنیاد فضیلت کے بت کو پاش پاش کر دیا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں ایک کو مسیح بنا دیا۔

فیصلہ کن دلیل

میں سوچتا ہوں کہ بارگاہ احدیت کا وہ صدر نشین جس نے ہزاروں نبیوں کے نام پائے۔ ان کی صفات و اخلاق کا مرجع بنا اور خدا نے اسے اس قدر نشانات اور معجزات عطا کیے کہ ہزار نبی کی نبوت ان سے ثابت ہوسکتی ہے کیا وہ خود نبی کہلانے کا مستحق نہیں۔ یقیناً خدا اور اس کے رسولؐ نے بجا طور پر اسے نبی قرار دیا ہے۔ پس حضرت مسیح موعودؑ کا یہ الہام جماعت احمدیہ مبائعین اور غیر مبائعین کے درمیان ایک فیصلہ کن دلیل کی حیثیت رکھتا ہے اور وہ جھگڑا جو 1914ء میں خلافت ثانیہ میں اٹھا اس کا حل خدا نے مسیح موعودؑ کی بعثت سے بھی قبل کر دیا تھا۔ جب حضور سے فرمایا کہ تو تمام نبیوں کے لبادوں میں آیا ہے۔

موعود اقوام عالم

مسیح موعودؑ کے وجود میں انبیاء کی یہ رجعت عامہ اتفاقی یا یکطرفہ نہ تھی بلکہ ہزاروں سالوں سے قومیں اپنے اپنے موعودوں کا بڑی شدت کے ساتھ انتظار کر رہی تھیں۔ اور ان

کے ذریعے مقصود کائنات کا پورا کرنا تقدیر کا ایک بہت اہم حصہ ہے یعنی سارا عالم انسانیت امت واحدہ بن کر محبت الٰہی کا مورد ہو جائے اور شیطانی طاقتوں کو ہمیشہ کے لیے جلاوطن کر دیا جائے۔ اس آخری موعود کی تیاری تاریخ مذہب کے پہلے دن ہی سے شروع ہو گئی تھی۔ ہر نبی نے اپنی قوم کو آخری زمانہ کے دجالی فتنوں سے متنبہ کیا اور پھر اس کی نجات اور رہنمائی کے لیے قوم کو اپنے مثیل کی بجائے اپنی دوبارہ آمد کی بشارت دی تا وہ محبت اور پیار کے ساتھ دیدہ و دل اس کے لیے فرش راہ رکھیں۔ اس کا فلسفہ یہ تھا کہ آخری دور میں تمام شیطانی طاقتوں کو اپنی ساری حسرتیں پوری کرنے کا موقع دیا جائے اور دوسری طرف تمام انبیاء کی دوبارہ آمد کے ذریعہ روحانی برکتوں کی ارزانی ہو۔ یہ پیشگوئیاں اور بشارتیں مدتوں تک مخفی جواہرات کی طرح دبی رہیں اور آدم کے فرزند مختلف امصار و دیار میں انتشار پاتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت محمد ﷺ کے ظہور کے ساتھ اس وحدت اقوام کی تقدیر جاری ہوئی جس نے آپ کی دوسری بعثت میں کمال کو پہنچنا تھا۔ آپؐ کا پہلا دور تکمیل شریعت کا دور تھا اور آخری دور تکمیل اشاعت کا دور ہے۔ جس میں مادی وسائل کے لحاظ سے دنیا کو ایک پلیٹ فارم سے مخاطب کیا جاسکے اور وہ ایک ہاتھ پر جمع ہو سکے۔ یہی وہ زمانہ ہے جب تمام انبیاء اور ان کے مخالفین اپنے پورے کردار کے ساتھ دوبارہ ظاہر ہو گئے ہیں۔

دَوری گردش

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ یہ مضمون بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''زمانہ اپنے اندر ایک گردش دَوری رکھتا ہے اور نیک ہوں یا بد ہوں بار بار دنیا میں ان کے امثال پیدا ہوتے رہتے ہیں اور اس زمانہ میں خدا نے چاہا کہ جس قدر نیک اور راستباز مقدس نبی گزر چکے ہیں ایک ہی شخص کے وجود میں ان کے نمونے ظاہر کیے جائیں۔ سو وہ میں ہوں۔ اسی طرح اس زمانہ میں تمام بدوں کے نمونے بھی ظاہر ہوئے۔ فرعون ہوں یا وہ یہود ہوں جنہوں نے حضرت مسیح کو صلیب پر چڑھایا یا ابوجہل ہو سب کی مثالیں اس وقت موجود ہیں''۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 ص 117)

پس حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کے مفاسد کی اصلاح کے لیے مبعوث فرمایا۔ آپؑ ہر ایک قوم کے موعود نبی تھے اور سب دنیا کو ایک مذہب پر جمع کرنے کے لیے مبعوث ہوئے تھے۔ آپؑ کے وجود میں اللہ تعالیٰ نے سب قوموں کی امیدوں اور آرزوؤں کو جمع کر دیا۔ آپؑ وہ صلح کا گنبد تھے جس میں ہر ایک قوم آ کر اپنے پیار کرنے والے کے آگے جھکی اور وہ کھڑکی تھے جس میں سب قوموں نے خدا کو دیکھا اور وہ نقطہ مرکزی تھے جس پر دائرہ کے سب خط آ کر جمع ہوئے۔ آپ کے ذریعے سے دنیا کی صلح و آشتی مقدر ہے۔ آپؑ ایرانی النسل ہونے کے سبب سے زرتشتیوں کے موعود تھے۔ ہندوستانی ہونے کے سبب سے ہندوستانیوں کے موعود تھے۔ مسلمان ہونے کے سبب سے مسلمانوں کے موعود تھے اور خَلق و خُلق و مسیح سے شدید مناسبت کی وجہ سے عیسائیوں کے موعود تھے۔ انہی پر بس نہیں آپ دنیا کی ہر ایک قوم کی قدیم پیشگوئیوں کو پورا کرنے والے اور ساری دنیا کی امیدوں کو بر لانے والے تھے۔ آپؑ تمام نبیوں کے لبادے لے کر آئے۔ اللہ کا یہ پہلوان کبھی ایک لباس میں ظاہر ہوتا ہے کبھی دوسرے لباس میں اور جس کے لباس میں آتا ہے اس کا تصور پھر دلوں میں زندہ کر دیتا ہے۔ فرماتے ہیں:

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار
اک شجر ہوں جس کو داؤدی صفت کے پھل لگے
میں ہوا داؤد اور جالوت ہے میرا شکار
ابن مریم ہوں مگر اترا نہیں میں چرخ سے
نیز مہدی ہوں مگر بے تیغ اور بے کارزار
پر مسیحا بن کے میں بھی دیکھتا روئے صلیب
گر نہ ہوتا نام احمد جس پہ میرا سب مدار

پھر اپنے عربی کلام میں فرماتے ہیں:

روحی بروح الانبیاء مضمخ
جاءت علیّ الجود من فیضانهم
انا نرجّع صوتنا بغناءهم
انا سقینا من کئوس دنانهم

(نور الحق، روحانی خزائن جلد 8 ص 128)

یعنی میری روح انبیاء کی روح سے معطر کی گئی ہے اور ان کے فیضان کا ایک بڑا مینہ میرے پر برسا۔ ہم انہی کے گیت کو سروں کے ساتھ گاتے ہیں۔ ہم انہی کے پیالوں میں سے پلائے گئے ہیں۔

آدمؑ کا جلوہ

پس وہ جو آدمؑ ابوالبشر کو دیکھنا چاہتا ہے اسے بشارت ہو کہ غلام احمد قادیانیؑ کی ذات میں وہ آدم مبعوث ہو چکا ہے۔ جسے خدا نے کلی تاریکی کے زمانہ میں پیدا کیا اور نئی روحانی زندگی کے سلسلہ کا آغاز اس سے کیا مگر پہلے آدم کو تو شیطان نے جنت ارضی سے نکلوا دیا تھا۔ اور اس نے ہند میں پناہ لی تھی یہ آدم ثانی اس لیے سرزمین ہند سے طلوع ہوا ہے کہ شیطان کو اس جنت ارضی سے ابد الآباد تک کے لیے نکال دیا جائے۔ آدم کے ساتھ ایک مؤنث یعنی حوّا پیدا کی گئی تھی جو نسل انسانی کے آغاز کی طرف اشارہ تھا۔ آدم آخری کی پیدائش بھی توام تھی مگر وہ لڑکی اس سے پہلے پیدا ہوئی تا نسل انسانی کے خاتمہ پر دلالت کرے۔ آدم اول نسل انسانی کا پہلا کامل فرزند ہے جو چھٹے دن جمعہ کی آخری ساعت میں پیدا ہوا۔ یہ آدم آخر نسل انسانی کا آخری کامل فرزند ہے جو چھٹے ہزار سال کے آخر میں پیدا ہوا۔ آدم کی طرح آپ کی روحانی نسل بھی تمام برکتوں کے ساتھ ساری کائنات میں پھیلنی مقدر ہے۔

نوحؑ کا جلوہ

اور وہ لوگ جو نوحؑ اور اس کے زمانہ کے واقعات کو تعجب کے ساتھ پڑھتے ہیں اور انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے متمنی ہیں وہ اس زمانہ کے نوح کو دیکھ لیں جس نے اسرار و اعلان کے ساتھ تبلیغ کا حق ادا کر دیا۔ مگر جس طرح نوح کے مخالفین پر مسرت اور خوشحال زندگی بسر کرتے تھے مہدی اور مسیح موعودؑ کے مادہ پرست اور صاحب جاہ و حشم مخالفین نے بھی کان بند کر لیے ہیں اور اباء اور تکبر میں بڑھتے جا رہے ہیں جس کے نتیجہ میں دنیا بارہا طوفان نوح کا نظارہ کر چکی ہے۔ الہام الٰہی نے مہدی موعودؑ کی بیعت اس کی تعلیم اور جماعت کو کشتی نوح قرار دیا ہے۔ حضورؑ فرماتے تھے کہ قادیان کی بیت مبارک ظاہری شکل میں کشتی کی طرح ہے۔ یعنی لمبائی زیادہ اور چوڑائی کم ہے۔ (سیرۃ المہدی جلد 3 ص 217) اس کشتی کے سواروں کو زندگی کا مژدہ سنایا گیا ہے۔ اس کشتی کو غرق کرنے کی بارہا کوشش کی گئی مگر یہ وہ کشتی نوح ہے جو طوفانوں کے بلند ہونے کے ساتھ بلند ہوتی ہے اور طوفان تھمتے ہیں تو عزت اور شرف کے جودی پہاڑوں پر بسیرا کرتی ہے اور کوئی نہیں جو اسے غرق کر سکے۔

ابراہیمؑ کا جلوہ

اور ابوالانبیاء ابراہیمؑ بھی پورے جاہ و جلال کے ساتھ احمد ہندی کی ذات میں جلوہ گر ہیں۔ جس کی جسمانی اور روحانی اولاد مسلسل ایک سے ہزاروں میں تبدیل ہو رہی ہے اور عنقریب گنتیوں سے بالاتر ہو جائیگی۔ آپ ابراہیم کی طرح عاجز اور منکسر المزاج مگر مخالفین کو مسکت اور مبہوت کر دینے والے تھے۔ بڑے متواضع اور مہمان نواز مگر باطل شکن تھے۔ حد درجہ اواہ و منیب مگر خدا کی خاطر بڑے شجاع اور ہر قسم کی آگ میں ڈالے جانے کے لیے تیار تھے۔ جب بھی اور جہاں بھی آپ اور آپ کی جماعت کے لیے آگ بھڑکائی جاتی ہے اسے خدائی تقدیر گلزار ابراہیمؑ بنا دیتی ہے۔ ابراہیم ثانی کے آباؤ اجداد کا ذکر بھی منقطع کر دیا گیا اور خاندان کی ابتدا آپؑ سے کی گئی ہے۔ اللہ نے آپؑ کی جسمانی اولاد میں خلافت علیٰ منہاج النبوۃ رکھ دی۔ اور مبشر اولاد کے ساتھ نافلہ کی خبر بھی دی۔ ابراہیمؑ نے تو اسماعیلؑ اور اسحاقؑ پیدا کیے تھے۔ مگر محمد مصطفیٰؐ کے اس فرزند ابراہیم نے ابراہیم پیدا کر دیا چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ کو خدا نے الہاماً ابراہیم قرار دیا۔ ابراہیمؑ کے ذریعہ خدا نے مکہ کو مرکز عالم بنا کر يَأْتُوْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ کی بشارت دی تھی۔ اس ابراہیم کے ذریعہ خدا نے قادیان اور ربوہ کو مقدس بنا کر انہی بشارتوں کا وارث قرار دیا ہے۔

یوسفؑ کا جلوہ

اور اس دور کے یوسف کو بھی دیکھو جس کے چہرے کی کشش نے سینکڑوں کو گرفتار کیا اور آج بھی اس کی تصویر سعید روحوں کو فتح کر رہی ہے۔ وہ بھی شریر لوگوں کی بدگمانیوں سے بچ نہیں سکا اور اس پر زلیخا صفت الزام لگاتے رہتے ہیں۔ اس امت کا یوسف پہلے یوسفؑ سے بڑھ کر ہے کیونکہ وہ قید کی دعا کر کے بھی قید سے بچایا گیا۔ پہلے یوسف کی پاکیزگی کے لیے ایک انسان نے گواہی دی مگر اس یوسف کے لیے خود خدا نے گواہی دی جس طرح یوسفؑ نے مخالفین کے لیے لاتثریب کہا تھا اس یوسف نے بھی دشمنوں کو ہمیشہ لاتثریب ہی کہا اور عفو کا مظاہرہ کیا۔

یوسفؑ کے مخالفین پر غلہ کا قحط آیا اور اس محمدی یوسف کے دشمنوں پر علم و عرفان اور تعلیم و حکمت کا قحط آیا اور یہ نعمت انہیں یوسف کے در سے ہی ملتی ہے اس کو جھوٹا بھی کہتے ہیں اور اس کے کلام سے سرقہ بھی کرتے ہیں وہ جس کو قوم نے گہرے کنوئیں میں ڈال کر ہلاک کرنا چاہا خدا نے اسے یوسف کی طرح اقبال مندی اور عصمت کا زیور عطا کر دیا۔

موسیٰؑ کا جلوہ

عصر حاضر کی چشم بصیرت ایک موسیٰؑ کو بھی دیکھ رہی ہے۔ جو روحانی نشانات اور علمی عجائبات کے ساتھ سحر فرنگ کو کافور کر رہا ہے موسیٰ کی جلالی تجلی کا ایک نظارہ جلسہ مذاہب عالم کے در و دیوار نے بھی کیا۔ جب تمام مذاہب باطلہ کے چنیدہ علماء نے فرعونی ساحروں کی طرح اپنی اپنی لاٹھیوں کے خیالی سانپ بنائے تھے۔ مگر جب اس دور کے موسیٰ نے اسلامی رسی کا عصا ایک پاک اور پرمعارف تقریر کے پیرایہ میں ان کے مقابلہ پر چھوڑا تو وہ اژدھا بن کر سب کو نگل گیا۔ حضرت شاہ نعمت اللہ ولی نے مسیح موعودؑ کے قلم کو ید بیضاء سے تشبیہ دی ہے فرماتے ہیں:

ید بیضاء کہ با او تابندہ
باز با ذوالفقار مے بینم

(نشان آسمانی، روحانی خزائن جلد 4 ص 375)

یعنی اس کا روشن ہاتھ اتمام حجت کی رو سے تلوار کی طرح چمکتا ہے اور میں اسے ذوالفقار کے ساتھ دیکھتا ہوں۔ یہ صاحب تلوار سلطان القلم کی شکل میں ظاہر ہوا اور دشمن کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا۔

موسیٰ نے تو ایک فرعون کو ہلاک کیا تھا۔ مگر اس زمانہ کے موسیٰ نے بیسیوں فرعونوں، قارونوں اور ہامانوں کو صفحہ ہستی سے نیست و نابود کر دیا ہے۔ لیکھرام گوسالہ سامری کی طرح ٹکڑے ٹکڑے کر کے جلا دیا گیا۔ امریکہ کے ڈوئی کی کیفیت لامساس کے قائل کے مشابہ تھی۔ ابنائے عالم نے اس نذیر کو رد کیا مگر خدا زور آور حملوں اور قہری نشانات کے ساتھ اس کلیم وقت کی صداقت ثابت کر رہا ہے۔ موسیٰ کی طرح اس کا تعاقب کیا گیا مگر خدا نے اسے دشمن کے ہاتھوں سے بچایا۔ آج بھی ماضی کے تمام فراعنہ اپنے اپنے اسلحہ اور رتھوں کے ساتھ ایک دفعہ پھر موسیٰ کے تعاقب میں ہیں اور قریب ہے کہ وہ گہرے سمندروں میں غرق کیے جائیں اور موسیٰ اور اس کے ساتھیوں کا بول بالا ہو۔

اس زمانہ کے موسیٰ پر بھی قتل کا الزام لگا کر اسے قتل کرنے کی کوششیں کی گئیں۔ موسیٰ کو خدا نے سمندر کے ذریعے نجات دی اور فرعون کو اسی سمندر میں غرق کیا۔ اس موسیٰ کے جانشین کو خدا نے جہاز کے ذریعے دشمن سے محفوظ کیا اور اسکے دشمن کو فضا میں ریزہ ریزہ کر دیا۔

مسیحؑ کا جلوہ

اور آج وہ جو بے چینی کے ساتھ مسیح کے آسمان سے اترنے کے منتظر ہیں انہیں بشارت ہو کہ انتظار کے دن لد گئے اور وہ مسیح قادیان میں آ چکا ہے۔ جس کا اہل زمانہ میں سے کوئی بھی روحانی باپ نہ تھا۔ بلکہ خدا نے آسمان سے اپنے ہاتھوں اس کی تربیت کی۔ وہ چودھویں صدی کے سر پر حکم عدل بن کر آیا جب امت یہود کی طرح بہتر فرقوں میں بٹ چکی تھی اور قیصر روم کی غلام تھی۔ اس نے نرمی اور محبت کے ساتھ لوگوں کو خدا کی طرف بلایا۔ مگر زمانہ کے فقیہوں اور فریسیوں کے ہاتھوں بہت دکھ اٹھائے۔ مسیح موسوی کے جسم کو صلیب نے زخموں سے چور کر دیا تھا مگر مسیح محمدیؐ اس لیے آیا ہے کہ اس صلیب کو پاش پاش کر دے مسیح کی طرح طویل اور صبر آزما سفر بھی جری اللہ اور اس کے خلفاء کا طرہ امتیاز ہے۔ آج دنیا میں دو ہی نبی ہیں جن کی تصاویر موجود ہیں اور قیافہ شناس ان کے مشابہ ہونے کا اقرار کرتے ہیں اور ان دونوں کے ماننے والے اپنے علاقوں کی نسبت سے یاد کیے جاتے ہیں۔ یعنی ناصرہ سے نصاریٰ اور قادیان سے قادیانی۔ پس ہمیں قادیانی کہنے والے اپنے مونہوں سے مسیح ثانی کی صداقت کا اقرار کرتے ہیں۔ مسیح دوراں دنیا میں آیا اور مردوں کو نئی زندگی بخشی۔ روحانی پرندے تخلیق کیے۔ مسیحی نفس وجود پیدا کیے۔ اندھوں کو آنکھیں اور بہروں کو کان عطا کیے اور انہیں دکھوں کی صلیب اٹھا کر راہ مولیٰ میں قربانیوں کا عزم اور ولولہ بخشا۔ انشاءاللہ العزیز وہ اصحاب کہف کے اس دور سے بھی کامران گزریں گے۔ پہلے مسیح کا غلبہ 300 سال گزرنے کے بعد

شروع ہوا تھا مگر مسیح محمدی کا غلبہ 300 سال میں مکمل ہو چکا ہو گا۔ جیسا کہ حضور نے فرمایا: ”اگر کوئی مر کر واپس آسکتا تو وہ دو تین صدیوں کے بعد آکر دیکھ لیتا کہ دنیا احمدی قوم سے اس طرح پر ہے جس طرح سمندر قطرات سے پر ہوتا ہے“۔

متفرق انبیاء کے جلوے

اور دیکھو کہ صبر یعقوبی کا کیسا عظیم الشان دور ہے کہ دل ہلا دینے والے مظالم اور مصائب میں کوئی شکوہ زبان پر نہیں آتا۔ بادشاہ اس کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈ کر داؤد اور سلیمان کی جاہ وحشمت اور شوکت وسطوت کی یادیں زندہ کرنے والے ہیں۔ آنے والے نے کرشن کی طرح وہ آسمانی راگ گائے کہ ساری کائنات کے ان نغموں سے گونجنے کا وقت آرہا ہے۔ وہ کرشن رودر گوپال بن کر گناہوں کو مٹانے والا اور غریبوں کا ہمدرد ہے۔ اسے ہارون کی طرح فصاحت و بلاغت بخشی گئی ہے۔ خدا نے اسے آسمان سے عربی زبان کا علم عطا فرمایا اور اس کی انعامی کتابیں آج بھی دعوت مبارزہ دے رہی ہیں۔ وہ اسحاق کی طرح غلام حلیم تھا۔ اس کی روح میں اسمٰعیلی خمیر تھا جس نے قربانیوں کے ایک لامتناہی سلسلہ کو جنم دیا ہے۔ لوطؑ کی طرح اس کی ایک بیوی غابرین میں سے ہوئی اور شدید زلازل کے ذریعہ زمین کا زیروزبر کیا جانا تو لوط کے زمانہ کی یاد دلاتا ہے۔ یونس کی قوم کی طرح اس کے کئی مخالفین بھی رجوع کر کے غضب الٰہی سے بچ گئے وہ ذوالقرنین بھی ہے کیونکہ اس نے ہر قوم کی دو صدیاں پائی ہیں۔

غرض یہ سارے انبیاء زندہ ہیں تو اس خدا نما اور زندگی بخش وجود سے فیض پا کر جس کا نام نامی محمد ﷺ ہے۔

بدی کی قوتیں اور اجتماعی عذاب

نیکی کی ان قوتوں کے مقابل پر ضروری تھا کہ بدی کی قوتیں بھی یکجا ہو جائیں۔ چشم فلک یہ دیکھ کر حیران رہ جاتی ہے کہ خدا کی قدرت نے تمام نبیوں کے مخالفین کو بھی اس زمانہ میں اکٹھا کر دیا ہے اور ان پر خدا کے عذاب بھی ویسے ہی آرہے ہیں اور اس کی گواہی بھی ان کے لوگ خود دے رہے ہیں۔

1925-1926ء میں دنیا بھر میں متعدد آفات ظہور پذیر ہوئیں۔ ان کا تذکرہ کرتے ہوئے مولوی ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

غور کیا جائے تو جتنے عذاب نزول قرآن مجید سے پہلی قوموں پر آئے تھے متفرق طور پر آج مختلف اقطاع عالم پر وہی عذاب آرہے ہیں۔

(اخبار اہلحدیث 15 جنوری 1926ء بحوالہ الفضل 5 فروری 1926ء)

روزنامہ جنگ کے کالم نگار عبدالقادر حسن لکھتے ہیں:

آپ مجھے بے شک انتہا پسند کہہ لیں اور میں ہوں بھی کہ جن قوموں پر خدا کا عذاب نازل ہوا ہے ان کی تمام خرابیاں ہم میں آج موجود ہیں۔

(روزنامہ جنگ 23/اپریل 2006ء)

عفت علوی مضمون موجودہ مسائل کا حل قرآن پاک کی روشنی میں لکھتی ہیں:

اگر ہم اپنی موجودہ حالت اور زندگی پر نظر ڈالیں تو آج ہم میں وہ تمام خرابیاں جو گزشتہ تمام اقوام یعنی قوم ھود، قوم ثمود، قوم لوط اور قوم شعیب کے علاوہ متعدد اقوام میں ایک ایک غلطی کی صورت میں موجود تھیں وہ تمام کی تمام ہم میں مشترک طور پر در آئی ہیں۔ (نوائے وقت یکم فروری 2008ء)

علامہ احسان الٰہی ظہیر اپنے کالم میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان اقوام کا بھی ذکر کیا جو اپنے گناہوں کی وجہ سے تباہ ہو گئیں۔ قوم نوح، قوم عاد وثمود اپنی بداعتقادی کی وجہ سے سیلاب، طوفان چنگھاڑ کی زد میں آگئیں۔ قوم لوط پر جنسی بے راہ روی کی وجہ سے آسمان سے پتھروں کی بارش ہوئی اور قوم مدین پر کاروباری خیانت کی وجہ سے اللہ کا عذاب آیا۔

آج اگر ہم اپنے گردو پیش کو دیکھیں تو ہمارے معاشرے میں اقوام سابق والی تمام برائیاں موجود ہیں۔

(روزنامہ دنیا 14/ستمبر 2014ء)

محمدیؐ جلوے

پس اے نوع انسانی آج تجھے بشارت ہو کہ آج پھر خاتم الانبیاء محمد عربی ﷺ خاتم الاولیاء بن کر شان احمدیت میں جلوہ گر ہوئے ہیں۔ پہلا دور نزول قرآن کا دور تھا اور یہ زمانہ اشاعت قرآن کا دور ہے۔ وہی نور مصطفویؐ ہے اور وہی نار بولہبی ہے وہی اندھیری راتوں کی دعائیں اور نزول جبریل کا منظر ہے۔ وہی بلال کی صدائے لا الٰہ اور خباب وخبیب کی اسیری کی داستانیں ہیں۔ ایک طرف وہی مکی زندگی کی شعب ابی طالب میں بلکتے بچوں کی دل گداز چیخیں ہیں اور دوسری طرف وہی ظلم وستم کے مکروہ شادیانے ہیں۔ وہی اذانوں کی بندش اور نماز سے روکنے کی کہانیاں ہیں۔

ایک طرف وہی کلمہ طیبہ کو سینوں سے نوچنے اور دلوں سے کھرچنے کی نفرت انگیز داستانیں ہیں اور دوسری طرف وہی صبر وتحمل اور پائے ثبات کے بلند اور ناقابل تسخیر مینار ہیں۔ ایک طرف وہی ابوجہل کے لشکر ہیں اور دوسری طرف وہی ملائکہ کی قطاریں ہیں بدر واحد اور طائف اور حنین کی کہانیاں دوسری زندگی کا جام پی رہی ہیں۔ اللہ اکبر اور خربت خیبر کے نظارے ہیں۔ وہی ظالموں کے گروہ اور شہیدوں کا خون ہے۔ وہی رات کی تاریکی میں ہجرت اور بیکسی کا سماں ہے اور فتح مکہ کی وہی لازوال تاریخ پھر افق پر دکھائی دے رہی ہے۔

پس اے قوم احمد تمہیں مبارک ہو تم نے اس موعود اقوام کو پہچان لیا۔ ہر دوسری قوم نے خدا کے ایک یا چند نبیوں کو دیکھا تھا تم نے آغاز بشریت سے آج تک آنے والے تمام برگزیدوں کو دیکھا اور ان کی عظمتوں کا مشاہدہ کیا۔ وہ برکتیں جن کی مختلف قومیں وارث بنیں تم ان تمام برکتوں کے وارث بنائے گئے ہو۔ اور ہاں اے مشرق ومغرب کی سرزمینوں کے بسنے والو! سب خوش ہو جاؤ اور افسردگی کو دلوں سے نکال دو کہ آخر وہ دولہا جس کی تم کو قرنوں سے انتظار تھی ہر قوم کا ذوالقرنین بن کر آگیا ہے۔

تم ایک موعود کو ڈھونڈتے تھے وہ سینکڑوں موعودوں کی شانیں لے کر آیا ہے۔ وہ تم میں سے ہے۔ وہ تمہارا ہے۔ پس تقدیس کے سنگھار سے اپنے آپ کو زینت دو اور پاکیزگی کے زیوروں سے اپنے آپ کو سجاؤ کہ تمہاری دیرینہ آرزوئیں بر آئیں اور صدیوں کی خواہش پوری ہوئی اور خدا کی محبت کا سورج قادیان کی گمنام سرزمین سے چڑھا ہے۔ آؤ کہ بتان رنگ وبو کو توڑ کر نسل وقوم کے امتیاز کو مٹا کر اس جری اللہ فی حلل الانبیاء کے ہاتھ پر جمع ہو جائیں۔ اور اس خدا کی حمد کے ترانے گائیں جس نے ہم سب کو انتظار کے بعد اکٹھا کر دیا وہ توحید جو آسمانوں پر رہتی تھی وہ اب ہمیشہ کے لیے زمین پر اتر آئی ہے اور رہتی دنیا تک رہے گی۔

وہ قصیدہ میں کروں وصفِ مسیحا میں رقم

وہ قصیدہ میں کروں وصفِ مسیحا میں رقم
فخر سمجھیں جسے لکھنا بھی مرے دست وقلم

کھولتا ہوں میں زباں وصف میں اس کے یارو
جس کے اوصاف حمیدہ نہیں ہوسکتے رقم

جان ہے سارے جہاں کی وہ شہِ والا جاہ
منبع جودوسخا ہے وہ مرا ابر کرم

فیض پہنچانے کا ہے تو نے اٹھایا بیڑا
لوگ بھولے ہیں ترے وقت میں نامِ حاتم

تاج اقبال کا سر پر ہے مزیّن تیرے
نصرت و فتح کا اڑتا ہے ہوا میں پرچم

جس کا جی چاہے مقابل پہ ترے آ دیکھے
دیکھنا چاہتا ہے کوئی اگر ملکِ عدم

حیف ہے قوم ترے فعلوں پر اور عقلوں پر
دوست ہیں جو کہ ترے اُن پہ تو کرتی ہے ستم

دیکھ کر تیرے نشانات کو اے مہدیٔ وقت
آج انگشت بدنداں ہے سارا عالم

مال کیا چیز ہے اور جاں کی حقیقت کیا ہے
آبرو تجھ پہ فدا کرنے کو تیار ہیں ہم

غرق ہیں بحرِ معاصی میں ہم اے پیارے مسیحؑ
پار ہوجائیں اگر تُو کرے کچھ ہم پہ کرم

آج دنیا میں ہر اک سُو ہے شرارت پھیلی
پھنس گئی پنجۂ شیطاں میں ہے نسلِ آدم

اب ہنسی کرتے ہیں احکام الٰہی سے لوگ
نہ تو اللہ ہی کا ڈر ہے نہ عقبیٰ کا غم

کوئی اتنا تو بتائے یہ اکڑتے کیوں ہیں؟
بات کیا ہے کہ یہ پھرتے ہیں نہایت خرّم

بات یہ ہے کہ یہ شیطاں کے فسوں خوردہ ہیں
ان کے دل میں نہیں کچھ خوفِ خدائے عالم

اپنی کم علمی کا بھی علم ہے کامل اُن کو
ڈالتے ہیں انہیں دھوکے میں مگر دام و دِرَم

یاں تو اسلام کی قوموں کا ہے یہ حالِ ضعیف
اور واں کفر کا لہراتا ہے اونچا پرچم

لاکھوں انسان ہوئے دین سے بے دیں ہیہات
آج اسلام کا گھر گھر میں پڑا ہے ماتم

کفر نے کردیا اسلام کو پامال غضب
شرک نے گھیر لی توحید کی جاوائے ستم

ایسی حالت میں بھی نازل نہ ہو گر فضلِ خدا
کفر کے جبکہ ہوں اسلام پہ حملے پیہم

جس طرف دیکھئے دشمن ہی نظر آتے ہیں
کوئی مُونس نہیں دنیا میں نہ کوئی ہمدم

دینِ اسلام کی ہر بات کو جھٹلائیں غوی
احمدؐ پاک کے حق میں بھی کریں سبّ وشتم

عاشق احمدؐ و دلدادۂ مولائے کریم
حسرت و یاس سے مرجائیں بہ چشمِ پُرنم

پر وہ غیور خدا کب اسے کرتا ہے پسند
دینِ احمدؐ ہو تباہ اور ہو دشمن خرّم

اپنے وعدے کے مطابق تجھے بھیجا اس نے
امتِ خیرِ رسل پر ہے کیا اُس نے کرم

تیرے ہاتھوں سے ہی دجال کی ٹوٹے گی کمر
شرک کے ہاتھ ترے ہاتھ سے ہی ہوویںگے قلم

دَجل کا نام و نشاں دہر سے مِٹ جائے گا
ظلِ اسلام میں آجائے گا سارا عالم

جو کہ ہیں تابعِ شیطاں نہیں اُن کی پروا
ایک ہی حملے میں مٹ جائیگا سب اُن کا بھرم

تب انہیں ہوگی خبر اور کہیں گے ہَیہات
ہم تو کرتے رہے ہیں اپنی ہی جانوں پہ ستم

تیری سچائی کا دنیا میں بجے گا ڈنکا
بادشاہوں کے ترے سامنے ہونگے سَرخم

التجا ہے میری آخر میں یہ اے پیارے مسیحؑ
حَشر کے روز تو محمود کا بنیو ہمدم

(انتخاب از کلامِ محمودؓ۔ اخبار بدر۔ جلد 5۔ 6 ستمبر 1906ء)

بقیہ: حضرت مسیح موعودؑ اور ہمدردیٔ خلق ....از صفحہ نمبر 02

تھے۔ (مرزا ایوب بیگ صاحب) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس کو عاشقانہ ارادت تھی۔ وہ بیمار ہوگئے اور اس بیماری میں آخر وہ مولیٰ کریم کے حضور جا پہنچے اپنی زندگی کے آخری ایام میں وہ اپنے بھائی ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کے پاس بمقام فاضلکا تھے اور حضرت اقدس کی محبت کا غلبہ ہوا تو انہوں نے خواہش کی کہ حضرت کو دیکھیں۔ خود ان کا آنا نہایت مشکل تھا کیونکہ سفر کے قابل نہ تھے اور جوش کو دبا بھی نہ سکتے تھے۔ انہوں نے حضرت اقدسؑ کو خط لکھا کہ حضور اس جگہ فاضلکا میں آن کرمل جاویں۔ (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لکھا کہ آپ آکر مجھے یہاں مل جائیں)۔ میرا دل بہت چاہتا ہے کہ مَیں حضور کی زیارت کروں۔ پھر اسی مضمون کا ایک تار بھی دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے جواب میں جو خط لکھا اس سے اس فطرت کا جو آپ میں رقّت قلبی کی تھی اظہار نمایاں طور پر ہو جاتا ہے۔ آپ مرزا ایوب بیگ صاحب کو خط میں لکھتے ہیں کہ

مُحِبّی، عزیزی مرزا ایوب بیگ صاحب، و مُحِبّی عزیز مرزا یعقوب بیگ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس وقت جو مَیں درد سر اور موسمی تپ سے یکدفعہ سخت بیمار ہوگیا ہوں، مجھ کو تار ملی۔ جس قدر میں عزیزی مرزا ایوب بیگ کے لیے دعا میں مشغول ہوں اس کا علم تو خدا تعالیٰ کو ہے۔ خدا تعالیٰ کی رحمت سے ہرگز ناامید نہ ہونا چاہیے۔ مَیں تو سخت بیماری میں بھی آنے سے فرق نہ کرتا لیکن مَیں تکلیف کی حالت میں ایسے عزیز کو دیکھ نہیں سکتا۔ میرا دل جلد صدمہ قبول کرتا ہے۔ یہی چاہتا ہوں کہ تندرستی اور صحت میں دیکھوں۔ جہاں تک انسانی طاقت ہے اب مَیں اس سے زیادہ کوشش کروں گا مجھے پاس اور نزدیک سمجھیں، نہ دُور۔ میرے پاس وہ الفاظ نہیں جن سے مَیں اس درد کو بیان کروں۔ خدا کی رحمت سے ہرگز ناامید مت ہو۔ خدا بڑے کرم اور فضل کا مالک ہے۔ اس کی قدرت اور فضل اور رحمت سے کیا دُور ہے کہ عزیزی ایوب بیگ کو تندرست جلد تر دیکھوں۔ اس علالت کے وقت جو تار مجھ کو ملی میں ایسا سراسیمہ ہوں کہ قلم ہاتھ سے چلی جاتی ہے (یعنی اتنی پریشانی کی حالت ہوگئی ہے کہ قلم بھی نہیں پکڑی جا رہی) میرے گھر میں بھی ایوب بیگ کے لیے سخت بے قرار ہیں۔ (حضرت اماں جانؓ کے بارے میں لکھا) اس وقت میں ان کو بھی اس تار کی خبر نہیں دے سکتا کیونکہ کل سے وہ بھی تپ میں مبتلا ہیں اور ایک عارضہ حلق میں ہوگیا ہے۔ مشکل سے اندر کچھ جاتا ہے۔ اس کے جوش سے تپ بھی ہوگیا ہے وہ نیچے پڑے ہوئے ہیں اور مَیں اوپر کے دالان میں ہوں۔ میری حالت تحریر کے لائق نہ تھی لیکن تار کے دردانگیز اثر نے مجھے اس وقت اٹھا کر بٹھا دیا۔ آپ کا اس میں کیا حرج ہے کہ اس کی ہر روز مجھ کو اطلاع دیں۔ معلوم نہیں کہ جو مَیں نے ابھی ایک بوتل میں دوا روانہ کی تھی وہ پہنچی یا نہیں، ریل کی معرفت روانہ کی گئی تھی۔ اور مالش معلوم نہیں ہر روز ہوتی ہے یا نہیں“۔ (تو یہ ساری تسلی دی) آپ ذرہ ذرہ حال سے مجھے اطلاع دیں اور خدا بہت قادر ہے۔ تسلی دیتے رہیں۔ چوزہ کا شوربا یعنی بچہ خورد کا ہر روز دیا کریں معلوم ہوتا ہے کہ

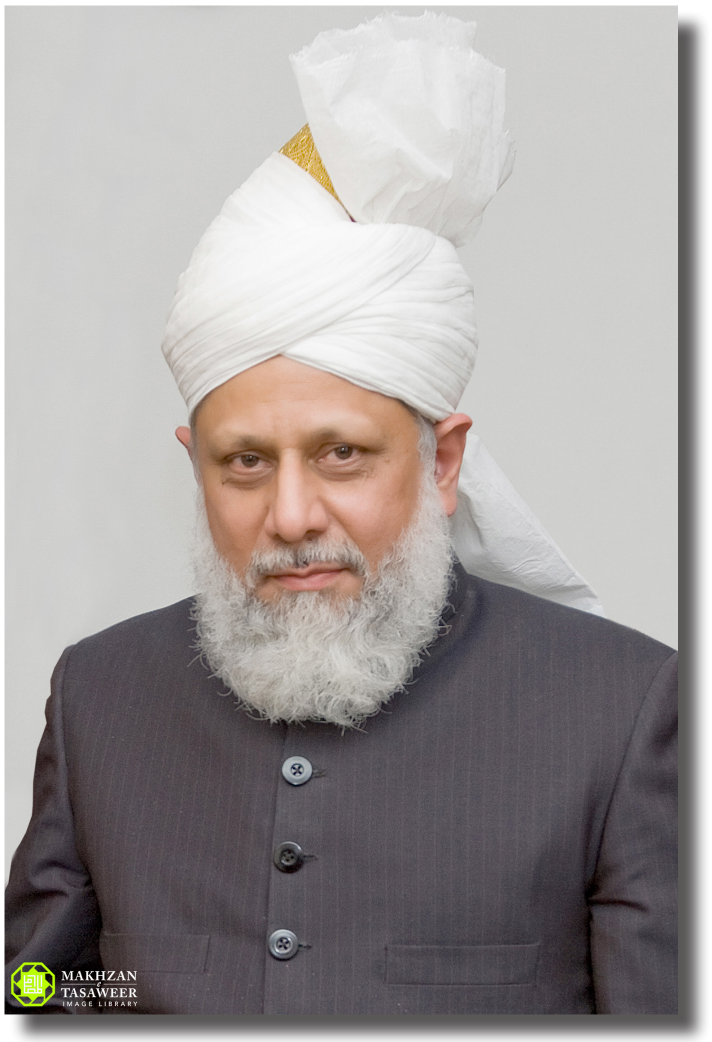

امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بروح القدس

دستوں کی وجہ یہ ہے کہ کمزوری نہایت درجہ تک پہنچ گئی ہے۔

والسلام خاکسار

مرزا غلام احمد

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت یعقوب علی صاحب عرفانیؓ صفحہ 188-187)

تو بیماری کی وجہ سے خود جا نہیں سکتے تھے۔ بیماری میں انسان ویسے بھی زیادہ رقیق القلب ہو جاتا ہے۔ اپنی اس حالت میں کسی کو بیمار دیکھنا اور بیمار بھی وہ جو آپؑ کو بہت عزیز تھا، آپؑ کو برداشت نہ ہو سکتا تھا۔ لیکن اس حالت میں بھی اپنے عزیز مریض کے لیے دعا کی انتہا کر دی۔ اور فرمایا کہ مجھے روزانہ اس کی صحت کی اطلاع بھی دیا کرو۔

بن مانگے عطا کرنا

حضرت یعقوب علی صاحب عرفانیؓ لکھتے ہیں کہ جہاں آپؑ کی عادت میں یہ تھا کہ آپ سائل کو کبھی ردّ نہ کرتے تھے۔ یہ امر بھی آپؑ کے معمولات میں تھا کہ بعض لوگوں کی ضرورتوں کا احساس کر کے قبل اس کے کہ وہ کوئی سوال کریں، ان کی مدد کیا کرتے تھے۔ چنانچہ 28/ اکتوبر 1904ء کی صبح کو قبل نماز فجر آپؑ نے کچھ روپیہ جس کی تعداد آٹھ یا دس ہوگی ایک مخلص مہاجر کو یہ کہہ کر دیئے کہ ”موسم سرما ہے آپ کو کپڑوں کی ضرورت ہوگی“۔ اس مہاجر کی طرف سے کوئی سوال نہ تھا۔ خود حضورؑ نے اس کی ضرورت محسوس کر کے یہ رقم عطا کی۔ لکھتے ہیں کہ یہ ایک واقعہ نہیں متعدد مرتبہ ایسا ہوتا اور مخفی طور پر آپ عموماً حاجتمند لوگوں سے سلوک کرتے رہتے۔ اور اس میں کسی دوست، دشمن، ہندو یا مسلمان کا امتیاز نہ تھا۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت یعقوب علی صاحب عرفانیؓ صفحہ 299-298)

تو یہ ہے اس رحمٰن خدا کی صفت جو اس زمانے میں آنحضرت ﷺ کے عاشق صادق نے اس رحمۃ للعالمین کی اتباع میں اپنے پر جاری فرمائی اور نمونے دکھائے کہ بن مانگے بھی دیتے ہیں۔

پھر اسی طرح ایک اور واقعہ ہے عرفانی صاحبؓ ہی لکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادت میں یہ امر بھی داخل تھا کہ بعض اوقات وہ کسی کی حاجت یا ضرورت کا احساس کر کے اس کے سوال یا اظہار کے منتظر نہ رہتے تھے بلکہ خود بخود ہی پیش کر دیا کرتے تھے۔ لکھتے ہیں کہ مکرمی شیخ فتح محمد صاحب پنشنر انسپکٹر ریاست کشمیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں عرصہ دراز سے آنے والے ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ مَیں جب کبھی حضرت کی خدمت میں آتا تو ہمیشہ میرا کرایہ ادا کرنے کے لیے تیار ہوتے تھے۔ مگر مجھے چونکہ ضرورت نہ ہوتی تھی مَیں نے کبھی نہیں لیا۔ ملنے آتے تھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کرایہ دیا کرتے تھے لیکن کہتے ہیں کہ مَیں لیتا تو نہیں تھا۔ لیکن حضرت کی روح سخاوت اس قدر عظیم الشان تھی کہ آپ بغیر استفسار ہمیشہ پیش کر دیتے اور یہ میرے ساتھ معاملہ نہ تھا بلکہ اکثروں کو دیتے رہتے تھے۔ شام اور عرب سے بھی بعض لوگ آتے اور آپ ان کو بعض اوقات بیش قرار رقوم زاد راہ کے طور پر دیتے۔ کیونکہ حضورؑ جانتے تھے کہ وہ دور دراز سے آئے ہیں۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت یعقوب علی صاحب عرفانیؓ صفحہ 319)

صرف قریب سے آنے والوں کے لیے نہیں۔

عطا کرنے کا ایک اور دلفریب انداز

پھر عرفانیؓ صاحب لکھتے ہیں۔ آپؑ کی عام عادت تھی کہ جو کچھ کسی کو دیتے تھے وہ کسی نمائش کے لیے نہ ہوتا تھا بلکہ محض خدا تعالیٰ کی رضا کے لیے اور شفقت علیٰ خلق اللہ کے نکتہ خیال سے اور اس لیے آپ عام طور پر نہایت مخفی طریقوں سے عطا فرماتے تھے اور کبھی دوسروں کو تحریک کرنے کے لیے اور عملی سبق دینے کے واسطے اعلانیہ بھی کرتے تھے، خدا تعالیٰ کا حکم دونوں طرح ہے۔ تو مخفی طور پر عطا کرنے میں آپ کا ایک یہ بھی طریق تھا کہ بعض اوقات ایسے طور پر دیتے تھے کہ خود لینے والے کو بھی بشکل علم ہوتا تھا۔

کہتے ہیں اس واقعہ کے سلسلہ میں ایک واقعہ بیان کرتا ہوں۔ منشی محمد نصیب صاحب ایک یتیم کی حیثیت سے قادیان آئے تھے۔ حضرت اقدس کے رحم و کرم سے انہوں نے قادیان میں رہ کر تعلیم پائی۔ ان کے اخراجات اور ضروریات کا سارا بار سلسلہ پر تھا۔ جب وہ جوان ہوگئے اور انہوں نے شادی کر لی۔ وہ لاہور کے ایک اخبار کے دفتر میں محرر ہوئے۔ پھر دفتر بدر قادیان میں آکر 12 روپے ماہوار پر ملازم ہوئے۔ تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو جب اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلا بیٹا نصیر احمد عطا فرمایا (جو کچھ عرصے بعد فوت ہوگئے تھے) تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مرحوم نصیر احمد کے لیے ایک انّا کی ضرورت پیش آئی (ایسی عورت جو دائی کے طور پر رکھی جاتی تھی) تو کہتے ہیں کہ مَیں نے شیخ محمد نصیب صاحب کو تحریک کی کہ ایسے موقع پر تم اپنی بیوی کی خدمات پیش کر دو۔ ہم خرما و ہم ثواب کا موقع ہے۔ (یعنی کھانا پینا اکٹھا ہو جائے گا اور ایک ہی گھر میں رہو گے۔) تو میرے مشورے کو شیخ صاحب نے قدر و عزت کی نظر سے دیکھا۔ اور ان کو یہ موقع مل گیا اور ان کی بیوی صاحبزادہ نصیر احمد صاحب کو دودھ پلانے پر مامور ہوگئیں۔ تو اس سلسلے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے باتوں باتوں میں ہی دریافت فرمایا کہ شیخ محمد نصیب کو کیا تنخواہ ملتی ہے؟ جب آپ کو معلوم ہوا کہ صرف 12 روپے ملتے ہیں تو آپؑ نے محسوس فرمایا کہ اس قدر قلیل تنخواہ میں شاید گزارا نہ ہوتا ہو۔ حالانکہ اس زمانے میں وہ بہت تھی۔ لکھتے ہیں کہ ارزانی کے ایام تھے بڑا سستا زمانہ تھا۔ لیکن حضرت اقدسؑ کو یہ احساس ہوا اور آپؑ نے ایک روز گزرتے گزرتے ان کے کمرے میں 20-25 روپے کی ایک پوٹلی پھینک دی۔ شیخ صاحب کو خیال گزرا کہ معلوم نہیں یہ روپیہ کہاں سے آیا ہے، کیسا ہے؟ آخر انہوں نے بڑی کوشش کی، تحقیق کی تو پتہ لگا کہ حضرت اقدسؑ نے ان کی تنگی کا احساس کر کے اس طرح وہاں رکھ دیا تھا کہ تکلیف نہ ہو اور آرام سے گزارا کر لیں۔ تو عرفانی صاحب لکھتے ہیں کہ ان کو تو ضرورت نہیں تھی اس روپیہ سے شاید بیوی کے زیور بنا لیا۔ کیونکہ کھانے پینے کی جو ضروریات تھیں وہ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستر خوان سے ہی دودھ پلانے کی وجہ سے پوری ہو جاتی تھیں۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت یعقوب علی صاحب عرفانیؓ صفحہ 306-304)

ایک دشمن سائل کو عطا فرمانا

پھر عرفانی صاحب لکھتے ہیں قادیان میں نہال سنگھ نامی ایک بانگرو جٹ رہتا تھا۔ اپنے ایام جوانی میں وہ کسی فوج میں ملازم تھا اور پنشن پاتا تھا۔ اس کا گھر جناب خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب کے دیوان خانے سے دیوار بدیوار تھا، ساتھ جڑا ہوا تھا۔ یہ سلسلے کا بہت بڑا دشمن تھا اور جماعت کا دشمن بھی تھا اور اس کی تحریک سے حضرت حکیم الامّت اور بعض دوسرے احمدیوں پر بہت خطرناک جھوٹا مقدمہ دائر ہوا تھا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ اور بعض دوسرے لوگوں پر بھی اس نے جھوٹا مقدمہ درج کرایا ہوا تھا۔ اور ہمیشہ وہ دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر احمدیوں

کو تنگ کیا کرتا تھا۔ اور گالیاں دیتے رہنا تو اس کا معمول تھا تو عین ان ایّام میں جبکہ مقدمات دائر تھے اس کے بھتیجے سنتا سنگھ کی بیوی کے لیے مُشک کی ضرورت پڑی۔ وہ بیمار ہو گئی اور کسی دوسری جگہ سے یہ ملتی نہیں تھی بلکہ یہ بہت قیمتی چیز تھی۔ مشک ویسے ہی بہت قیمتی ہوتی ہے اور مل بھی نہیں رہی تھی۔ اور وہ اس حالت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دروازے پر گیا اور مشک کا سوال کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے پکارنے پر فوراً ہی تشریف لے آئے اور اسے ذرا بھی انتظار میں نہ رکھا۔ اس کا سوال سنتے ہی فوراً اندر تشریف لے گئے اور کہہ گئے ٹھہرو ابھی لاتا ہوں۔ چنانچہ آپؑ نے کوئی نصف تولہ کے قریب جتنی دوائی کے لیے ضرورت تھی مشک لا کر اس کے حوالے کر دی۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت یعقوب علی صاحب عرفانیؓ صفحہ 306)

تو یہاں دیکھیں قطع نظر اس کے کہ جس کو ضرورت ہے وہ کون ہے۔ دشمنی کرتا ہے یا نہیں کرتا۔ یہ اس کا اپنا فعل ہے۔ ایک مریضہ کی جان بچانے کے لیے ایک دوائی کی ضرورت ہے تو فوراً جذبہ رحم کے تحت دوائی لا کر اس کو دے دی۔ یہاں بدلے لینے کا یا مقدمے ختم کرانے کا سوال نہیں اٹھایا۔

تھوڑا دینا جانتے ہی نہ تھے۔۔۔

پھر حضرت یعقوب علی صاحب عرفانیؓ بیان کرتے ہیں کہ حافظ نور احمد صاحب سوداگرؓ پشمینہ لودھیانہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرانے اور مخلص خدام میں سے ہیں۔ ان کو اپنے تجارتی کاروبار میں ایک بار سخت خسارہ ہو گیا اور کاروبار تقریباً بند ہی ہو گیا۔ انہوں نے چاہا کہ وہ کسی طرح کسی دوسری جگہ چلے جاویں اور کوئی اور کاروبار کریں تا کہ اپنی مالی حالت کی اصلاح کے قابل ہو سکیں۔ وہ اس وقت کے گئے ہوئے گویا اب واپس آ سکے ہیں۔ جس زمانے میں گئے تھے جب یہ لکھ رہے ہیں کہتے ہیں اب آئے ہیں بڑے سالوں بعد۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں برابر خط و کتابت رکھتے تھے اور سلسلے کی مالی خدمت اپنی طاقت اور توفیق سے بڑھ کر کرتے رہے۔ جب عرفانی صاحبؓ نے یہ لکھا ان دنوں قادیان میں مقیم تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی داد و دہش اور جود و سخا کے متعلق میں تو ایک ہی بات کہتا ہوں کہ آپؑ تھوڑا دینا جانتے ہی نہ تھے۔ اپنا ذاتی واقعہ بیان کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ مَیں نے جب اس سفر کا ارادہ کیا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کچھ روپیہ مانگا۔ حضور ایک صندوقچی جس میں روپیہ رکھا کرتے تھے اٹھا کر لے آئے اور میرے سامنے صندوقچی رکھ دی کہ جتنا چاہو لے لو اور حضور کو اس بات سے بہت خوشی تھی۔ مَیں نے اپنی ضرورت کے موافق لے لیا۔ جتنی ضرورت تھی اس صندوق میں سے نکال کے اتنا لے لیا گو کہ حضور یہی فرماتے رہے کہ سارا ہی لے لو۔

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام از حضرت یعقوب علی عرفانیؓ صفحہ 315-316)

بیماروں اور ضرورت مندوں کے لیے ایک مستعد ہمدرد دل

حضرت مولوی عبدالکریمؓ صاحب لکھتے ہیں کہ بعض وقت دوائیاں لینے کے لیے گنوار عورتیں زور زور سے دروازے پر دستک دیتی تھیں۔ اور سادہ اور گنواری زبان میں کہتی تھیں کہ مِرجاجی ذرا بُوا کھولو۔ حضور اس طرح اٹھتے جس طرح مطاعِ ذیشان کا حکم آیا ہے، یعنی بڑا کوئی حاکم باہر کھڑا ہے اور اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ فوراً اٹھ کر دروازہ کھولتے اور بڑی کشادہ پیشانی سے بڑی خوشدلی سے باتیں کرتے اور دوائی بتاتے۔ تو مولوی عبدالکریم صاحب لکھتے ہیں کہ ہمارے ملک میں وقت کی قدر پڑھی ہوئی جماعت کو بھی نہیں تو پھر گنوار تو اور بھی وقت کے ضائع کرنے والے ہوتے ہیں۔ ویسے ابھی تک یہ حال ہے۔ ایک عورت بے معنی بات چیت کرنے لگ گئی ہے اور اپنے گھر کا رونا اور ساس نند کا گلہ شروع کر دیا ہے۔ گھنٹہ بھر اسی میں ضائع کر دیا ہے۔ آئی دوائی لینے اور ساتھ قصے شروع کر دیئے اور آپؑ وقار اور تحمل سے بیٹھے سن رہے ہیں۔ زبان سے یا اشارے سے اس کو کہتے نہیں کہ بس جاؤ دوا پوچھ لی اب کیا کام ہے ہمارا وقت ضائع ہوتا ہے۔ وہ خود ہی گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوتی اور مکان کو اپنی ہوا سے پاک کرتی۔

ایک دفعہ بہت سی گنوار عورتیں اپنے بچوں کو دکھانے لے کر آئیں، اتنے میں اندر سے بھی چند خدمتگار عورتیں شربت شیرہ کے لیے برتن ہاتھوں میں لیے آنکلیں اور آپؑ کو دینی ضرورت کے لیے بڑا اہم مضمون لکھنا تھا اور جلد لکھنا تھا۔ مَیں بھی اتفاقاً جا نکلا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت کمر بستہ اور مستعد کھڑے ہیں جیسے یورپین اپنی دنیاوی ڈیوٹی پر چست اور ہوشیار کھڑا ہوتا ہے اور پانچ چھ صندوق کھول رکھے ہیں اور چھوٹی چھوٹی شیشیوں اور بوتلوں میں سے کسی کو کچھ اور کسی کو کوئی عرق دے رہے ہیں۔ کوئی تین گھنٹے تک یہی بازار لگا رہا۔ اور ہسپتال جاری رہا۔ فراغت کے بعد مَیں نے عرض کیا کہ حضور یہ تو بڑی زحمت کا کام ہے اور اس طرح بہت سا قیمتی وقت ضائع ہو جاتا ہے۔ اللہ اللہ کس نشاط اور طمانیت سے مجھے جواب دیتے ہیں کہ یہ بھی تو ویسا ہی دینی کام ہے۔ یہ مسکین لوگ ہیں کوئی ہسپتال نہیں، میں ان لوگوں کی خاطر ہر طرح کی انگریزی اور یونانی دوائیں منگوا رکھا کرتا ہوں جو وقت پر کام آ جاتی ہیں اور فرمایا یہ بڑا ثواب کا کام ہے۔ اب تین گھنٹے ان عورتوں کے لیے ضائع ہو گئے اور اس وقت ایک کتاب لکھ رہے تھے اور بڑی جلدی لکھنی تھی۔ اس کے باوجود اس کام کو چھوڑ دیا اور ان کی خدمت میں لگے رہے۔ فرماتے ہیں یہ بڑے ثواب کا کام ہے۔ مومن کو ان کاموں میں سست اور بے پرواہ نہ ہونا چاہئے۔ مَیں نے بچوں کا ذکر کیا ہے۔ عام خدمتگار عورتوں کی نسبت بھی آپؑ کا یہی رویہ ہے۔ کئی کئی دفعہ ایک آتی ہے اور مطلوبہ چیز مانگتی ہے اور پھر اس چیز کو مانگتی ہے۔ ایک دفعہ بھی آپ نہیں فرماتے کہ کمبخت کیوں دِق کرتی ہے جو کچھ لینا ہے ایک ہی دفعہ کیوں نہیں لے لیتی۔ بارہا مَیں نے دیکھا کہ اپنے اور دوسرے بچے آپ کی چارپائی پر بیٹھے ہیں اور آپ کو مضطر کر کے پائنتی پر بٹھا دیا ہے اور آپ بچپنے کی بولی میں مینڈک کوّے اور چڑیا کی کہانیاں سنا رہے ہیں اور گھنٹوں سنائے جا رہے ہیں اور حضرت ہیں کہ بڑے مزے سے سنے جا رہے ہیں۔ گویا بچے کہانیاں اپنی اپنی زبان میں سنا رہے ہیں اور حضرت سن رہے ہیں۔ گویا کہ مثنوی مُلّائے روم کوئی سنا رہا ہے۔ حضرت بچوں کو مارنے اور ڈانٹنے کے سخت مخالف ہیں۔ بچے کیسے ہی بسوریں، شوخی کریں، سوال میں تنگ کریں، بے جا سوال کریں اور ایک موہوم اور غیر موجود شے کے لیے حد سے زیادہ اصرار کریں آپؑ نہ تو کبھی مارتے ہیں، نہ جھڑکتے ہیں اور نہ کوئی خفگی کا نشان ظاہر کرتے ہیں۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ مصنفہ حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی صاحبؓ صفحہ 35-34)

مَیں پہلے بھی ایک دفعہ کہہ چکا ہوں۔ دوائیوں کا جہاں ذکر آیا تھا کہ ہمارے ڈاکٹروں کو یہ اسوہ اپنے سامنے رکھنا چاہئے۔ ان کا تو کام ہی مریضوں کو دیکھنا ہے، اور تو کوئی کام ہی نہیں ہے کہ وہ کام چھوڑ کر یہ کام کر رہے ہوں۔ ان کو ہمیشہ مریضوں کے جذبات کا خیال رکھنا چاہئے اور خوش اخلاقی سے پیش آنا ایک ڈاکٹر کے لیے بہت ضروری ہے اور خاص طور پر واقفین زندگی ڈاکٹروں کے لیے کیونکہ آدھی بیماری مریض کی، مریض سے آرام سے بات کرنے سے دور ہو جاتی ہے۔ تو اس طرف بہت توجہ کی ضرورت ہے۔

ناز بردار سخی

بعض لوگ آپ کی ہمدردی اور رحمت کے جذبے سے فائدہ بھی بہت اٹھاتے تھے۔ حضرت یعقوب علی صاحب عرفانیؓ ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک منشی غلام محمد امرتسری اچھے کاتب تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ابتداء میں منشی امام الدین صاحب امرتسری سے کام لیا کرتے تھے۔ چنانچہ براہین احمدیہ کی پہلی تین جلدیں، شحنہ حق اور سرمہ چشم آریہ وغیرہ اسی کی لکھی ہوئی ہیں۔ اور آئینہ کمالات اسلام کا ایک بڑا حصہ بھی اسی نے لکھا ہے۔ مگر پھر آپ منشی غلام محمد صاحب سے کام لینے لگے۔ کہتے ہیں منشی غلام محمد صاحب بھی عجیب نخرے کیا کرتے تھے۔ مختلف طریقوں سے اپنی مقررہ تنخواہ سے زیادہ وصول کیا کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ان باتوں کو سمجھتے تھے مگر ہنس کر خاموش رہتے تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک روز مسجد میں ظہر کی نماز کے لیے تشریف لائے اور حضرت مسیح موعودؑ نماز کے بعد بیٹھ گئے آپؑ کا معمول یہی تھا کہ عام طور پر فرض پڑھ کر تشریف لے جاتے تھے مگر کبھی بیٹھ بھی جایا کرتے تھے۔ آپ نے ہنس اور خوب ہنس کر فرمایا کہ آج عجیب واقعہ ہوا ہے۔ مَیں لکھ رہا تھا تو منشی غلام محمد صاحب کا بیٹا روتا اور چلّاتا ہوا بھاگا آیا اور پیچھے پیچھے منشی صاحب بھی جوتا ہاتھ میں لیے شور مچاتے ہوئے آئے کہ باہر نکلو مَیں تمہیں مار ڈالوں گا اور جان سے مار دوں گا اور یہ کر دوں گا۔ حضرت اقدسؑ یہ شور سن کر باہر نکلے، منشی صاحب سے پوچھا کہ کیا ہوا؟ منشی صاحب یہی کہتے جاتے تھے کہ نہیں آج مَیں نے اس کو مار دینا ہے۔ آخر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا بتاؤ تو سہی بات کیا ہوئی ہے۔ تو اس نے کہا مَیں نے اس کو نیا جوتا لے کے دیا تھا وہ اس نے گم کر دیا ہے۔ تو حضورؑ نے ہنس کے فرمایا منشی صاحب اس پہ اتنا شور مچانے کی کیا ضرورت ہے جوتا مَیں خرید دوں گا۔ اصل میں تو پتہ نہیں نیا جوتا لیا تھا کہ نہیں لیکن بچے کو نیا جوتا دلوانا تھا اس لیے اتنا شور مچایا تھا۔

لکھتے ہیں کہ ان کا بھی عجیب حال تھا تنخواہ کے علاوہ بھی خوراک وغیرہ کا خرچ بھی آپ دیتے، کھانا بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر سے ہی کھاتے۔ پھر کپڑے اور سردی کے موسم میں بستر اور گرم کوٹ وغیرہ سب کچھ لیتے تھے۔ اس کے باوجود باتوں باتوں میں اس طرح کی باتیں کر کے زائد بھی لے لیا کرتے تھے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

کبھی ناراض نہیں ہوتے تھے۔اور نہ اس کو علیحدہ کیا بلکہ ناز برداریاں ان کی برداشت کرتے رہے اور کام دیتے رہے۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت یعقوب علی صاحب عرفانیؓ صفحہ 354-353)

غریبوں کے لیے رحم

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک صاحب فقیر محمد صاحب بڑھئی تھے،انہوں نے بذریعہ تحریر مجھے بیان دیا کہ ہمارا زمینداری کا کام تھا۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زمینوں پہ مزارع تھے۔ایک دفعہ بارش بہت کم ہوئی، فصل خراب ہوگئی۔ دانے کھانے کے واسطے بھی بہت کم تھے۔ ادھر حضرت صاحب کے مختار حامد علی صاحب معاملہ لینے کے لیے آگئے۔سب آدمیوں نے مل کر عرض کی کہ دانے بہت کم ہیں معاملے کے واسطے اگر بیچ دیئے جائیں تو ہمارا کیا حال ہو گا۔ حامد علی صاحب نے جاکر،حضرت صاحب کی خدمت میں جا کر اسی طرح کہہ دیا۔آپؑ نے فرمایا ’’اچھا اگلے سال معاملہ لے لینا اس وقت رحم کرو۔‘‘ چنانچہ اگلے سال اس قدر فصل ہوئی کہ دونوں معاملے ادا ہو گئے۔آپ غرباء پر بہت رحم فرمایا کرتے تھے۔ (سیرت المہدی جلد چہارم غیر مطبوعہ روایت نمبر 1311)

پس احمدی زمینداروں کو یہ یاد رکھنا چاہئے جس طرح کہ مَیں نے وقفِ جدید کے نئے سال کا جب اعلان کیا تو سندھ کے زمینداروں کو خاص طور پر خطبے میں کہا تھا کہ تھر کے جو غریب لوگ آتے ہیں ان کے لیے جذبہ رحم دل میں پیدا کریں۔ایک تو ان کو مزدوری پوری دیا کریں اور جس حد تک بہتر سلوک ان سے ہوسکتا ہے کرنا چاہیے۔یہ بھی اس علاقے میں تبلیغ کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔

جانوروں پر رحم

پھر صرف انسان ہی نہیں باقی مخلوق کے لیے بھی جذبہ رحم تھا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت پر عمل کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی سب صفات کو اختیار کرنے کا سب سے بہترین نمونہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قائم ہوا وہ آپؑ میں تھا۔

حضرت میاں بشیر احمد صاحب لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ میاں (یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی) دالان کے دروازے بند کر کے چڑیاں پکڑ رہے تھے کہ حضرت صاحب نے جمعہ کی نماز کے لیے باہر جاتے ہوئے ان کو دیکھ لیا اور فرمایا میاں گھر کی چڑیاں نہیں پکڑا کرتے۔جس میں رحم نہیں اس میں ایمان نہیں۔

(سیرت المہدی جلد اوّل روایت نمبر 178 صفحہ 176 جدید ایڈیشن)

تو جہاں آپؑ نے اس چڑیا پر رحم فرمایا وہاں بچوں کو بھی نصیحت فرمادی کہ اگر اپنے ایمانوں کو قائم رکھنا ہے تو دل میں جذبہ رحم بھی پیدا کرو۔

پھر حضرت میاں بشیر احمد صاحبؓ ہی بیان کرتے ہیں کہ ایک خواجہ عبدالرحمٰن صاحب کشمیر کے رہنے والے تھے۔انہوں نے ان کو خط میں لکھا کہ ایک دفعہ بہت موٹا کتا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر میں گھس آیا۔اور ہم بچوں نے اسے دروازہ بند کر کے مارنا چاہا۔لیکن جب کتّے نے شور مچایا تو حضرت صاحب کو بھی پتہ لگ گیا اور آپؑ ہم پر ناراض ہوئے چنانچہ ہم نے دروازہ کھول کر کتے کو چھوڑ دیا۔(سیرت المہدی جلد اوّل صفحہ 313 روایت نمبر 342 جدید ایڈیشن) کسی جانور پر بھی ظلم برداشت نہیں کر سکتے تھے۔

ایک پردیسی کی بخشش کے لیے مقبول دعا

یہ ایک عجیب واقعہ ہے دیکھیں ایک غریب کے لیے جذبہ رحم اور ہمدردی کے تحت اللہ تعالیٰ کے حضور بخشش اور رحم کے لیے دعا کرنا۔

حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانیؓ بیان کرتے ہیں کہ اٹھارہ بیس برس کا ایک شخص نوجوان تھا۔ وہ بیمار ہوا اور اس کو آپ کے حضور کسی گاؤں سے اس کے رشتہ دار لے آئے اور وہ قادیان میں آپ کی خدمت میں آیا چند روز بیمار رہ کر وفات پا گیا صرف اس کی ضعیفہ والدہ ساتھ تھیں۔حضرت اقدسؑ نے حسب عادت شریفہ اس مرحوم کی نماز جنازہ پڑھائی۔بعض کو بباعث لمبی لمبی دعاؤں کے نماز میں دیر لگنے کے چکر بھی آ گیا اور بعض گھبرا اٹھے۔اتنی لمبی نماز جنازہ اس کی پڑھائی کہ جو پیچھے نماز پڑھ رہے تھے ان کو چکر آنے لگ گئے۔ بعد سلام کے فرمایا (سلام جب پھر گیا جنازہ جب ختم ہوا) کہ وہ شخص جس کے جنازہ کی ہم نے اس وقت نماز پڑھی اس کے لیے ہم نے اتنی دعائیں کی ہیں اور ہم نے دعاؤں میں بس نہیں کی جب تک اس کو بہشت میں داخل کرا کے چلتا پھرتا نہ دیکھ لیا۔تو یہ شخص بخشا گیا اور اس کو دفن کر دیا۔ رات کو اس لڑکے کی والدہ جو بہت بوڑھی تھیں۔ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ بہشت میں بڑے آرام سے ٹہل رہا ہے۔اور اس نے کہا کہ حضرت کی دعا سے مجھے بخش دیا اور مجھ پر رحم فرمایا اور جنت میرا ٹھکانہ کیا۔

(تذکرۃ المہدی از پیر سراج الحق صاحب نعمانیؓ حصہ اوّل صفحہ 80)

لوگوں کو عذاب سے بچانے کے لیے بے چین دل

لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے قریب لانے اور حق کو پہچاننے اور ان کو عذاب سے بچانے کے لیے آپ کا جذبہ ہمدردی اور رحم بھی سب کچھ بڑھا ہوا تھا۔ اس بارے میں یہاں ایک مثال سے واضح ہوتا ہے۔

حضرت یعقوب علی صاحب عرفانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مخدوم الملت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ بیان کیا کہ بیت الدعا کے اوپر میرا حجرہ تھا۔ اور مَیں اس کو بطرز بیت الدعا استعمال کیا کرتا تھا۔ اس میں سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حالت دعا میں گریہ وزاری کو سنتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی حجرہ تھا۔ کہتے ہیں کہ جب حضور وہاں دعا کیا کرتے تھے نماز پڑھا کرتے تھے تو مَیں حضور کی گریہ وزاری کو سنتا تھا۔ آپ کی آواز میں اس قدر درد اور سوزش تھی کہ سننے والے کا پتہ پانی ہوتا تھا اور آپ اس طرح آستانہ الٰہی پر گریہ وزاری کرتے تھے جیسے کوئی عورت دردِ زہ سے بے قرار ہو۔ وہ فرماتے تھے کہ مَیں نے غور سے سنا تو آپ مخلوق الٰہی کے لیے طاعون کے عذاب سے بچنے کے لیے دعا کرتے تھے۔ (ان دنوں میں طاعون کے دن تھے) مخلوق الٰہی کے لیے طاعون کے عذاب سے بچنے کے لیے دعا کرتے تھے کہ الٰہی اگر یہ لوگ طاعون کے عذاب سے ہلاک ہوجائیں گے تو پھر تیری عبادت کون کرے گا۔

یہ خلاصہ اور مضمون حضرت مخدوم الملت کی روایت کا ہے۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ باوجودیکہ طاعون کا عذاب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب اور انکار ہی کے باعث آیا۔ مگر آپ مخلوق کی ہدایت اور ہمدردی کے لیے اس قدر حریص تھے کہ اس عذاب کے اٹھائے جانے کے لیے باوجودیکہ دشمنوں اور مخالفوں کی ایک جماعت موجود تھی رات کی سنسان اور تاریک گہرائیوں میں رو رو کر دعائیں کرتے تھے ایسے وقت جبکہ مخلوق اپنے آرام میں سوتی تھی یہ جاگتے تھے اور روتے تھے، القصہ آپ کی ہمدردی اور شفقت علی خلق اللہ اپنے رنگ میں بے نظیر تھی۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت یعقوب علی صاحب عرفانیؓ صفحہ 429-428)

تو یہ ہے ہمدردی مخلوق اور اس کے لیے رحم کی حالت طاری کرنا۔اللہ تعالیٰ نشان دکھا رہا ہے تا کہ آپ کی سچائی کو ثابت کرے اور آپؑ فرما رہے ہیں کہ ان کو عذاب سے بچا لے اور سچائی کی پہچان ان کے دلوں میں ڈال دے۔تو یہ ہے اپنے آقا کے نمونے پر عمل، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں نے زخمی کیا، تو پہاڑ کے فرشتوں نے جب کہا ہم پہاڑ گرادیں تو آپ نے فرمایا نہیں، انہی میں سے عبادت گزار لوگ پیدا ہوں گے۔ آپؐ نے ان کے لیے دعا بھی کی۔

اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی روحانی حالت سدھارنے کے لیے کس قدر رحم اور ہمدردی کا جذبہ آپ میں تھا، اس کا اظہار آپ کے اس اقتباس سے بھی ہوتا ہے۔

آپ فرماتے ہیں: ’’ اللہ جلّشانہٗ خوب جانتا ہے کہ مَیں اپنے دعویٰ میں صادق ہوں ،نہ مفتری ہوں ،نہ دجّال، نہ کذّاب۔ اس زمانہ میں کذّاب اور دجّال اور مفتری پہلے اِس سے کچھ تھوڑے نہیں تھے تا خدا تعالیٰ صدی کے سر پر بھی بجائے ایک مجدّد کے جو اس کی طرف سے مبعوث ہوا ایک دجّال کو قائم کر کے اور بھی فتنہ اور فساد ڈال دیتا۔ مگر جو لوگ سچائی کو نہ سمجھیں اور حقیقت کو دریافت نہ کریں اور تکفیر کی طرف دوڑیں مَیں ان کا کیا علاج کروں۔ مَیں اس بیمار دار کی طرح جو اپنے عزیز بیمار کے غم میں مبتلا ہوتا ہے‘‘ ایسا تیمار دار مریض کی تیمار داری کرنے والا جو اپنے عزیز بیمار کے غم میں مبتلا ہوتا ہے ’’اس ناشناس قوم کے لیے سخت اندوہ گین ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اے قادر ذوالجلال خدا، اے ہادی اور رہنما اِن لوگوں کی آنکھیں کھول اور آپ ان کو بصیرت بخش اور آپ ان کے دلوں کو سچّائی اور راستی کا الہام بخش اور یقین رکھتا ہوں کہ میری دعائیں خطا نہیں جائیں گی۔ کیونکہ مَیں اُس کی طرف سے ہوں اور اُس کی طرف بلاتا ہوں۔ یہ سچ ہے کہ اگر مَیں اُس کی طرف سے نہیں ہوں اور ایک مفتری ہوں تو وہ بڑے عذاب سے مجھ کو ہلاک کرے گا کیونکہ وہ مفتری کو کبھی وہ عزت نہیں دیتا کہ جو صادق کو دی جاتی ہے‘‘۔

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد نمبر 5 صفحہ 324)

اپنے شعر میں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد نمبر 5 صفحہ 225 مطبوعہ ربوہ)

پھر ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو راہ راست پر لانے اور عذاب سے بچانے کے لیے آپؑ فرماتے ہیں کہ: ’’اکثر دلوں پر حُبّ دنیا کا گرد بیٹھا ہوا ہے۔ خدا اس گرد کو اٹھاوے، خدا اس ظلمت کو دور کرے، دنیا بہت ہی بے وفا اور انسان بہت ہی بے بنیاد ہے۔ مگر غفلت کی سخت تاریکیوں نے اکثر لوگوں کو اصلیت کے سمجھنے سے محروم رکھا ہے...... خداوند کریم سے یہی تمنا ہے کہ اپنے عاجز بندوں کی کامل طور پر دستگیری کرے اور جیسے انہوں نے اپنے گزشتہ زمانہ میں طرح طرح کے زخم اٹھائے ہیں ویسا ہی ان کو مرہم عطا فرماوے اور ان کو ذلیل و رسوا کرے جنہوں نے نور کو تاریکی اور تاریکی کو نور سمجھ لیا ہے اور جن کی شوخی حد سے زیادہ بڑھ گئی اور نیز ان لوگوں کو بھی نادم اور منفعل کرے (شرمندہ کرے) جنہوں نے حضرت احدیت کی توجہ کو جو عین اپنے وقت پر ہوئی غنیمت نہیں سمجھا۔(یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آنا) اور اس کا شکر ادا نہیں کیا بلکہ جاہلوں کی طرح شک میں پڑے۔سو اگر اس عاجز کی فریادیں رب العرش تک پہنچ گئی ہیں تو وہ زمانہ کچھ دور نہیں جو نور محمدیؐ اس زمانہ کے اندھوں پر ظاہر ہو اور الٰہی طاقتیں عجائبات دکھلاویں۔‘‘

(مکتوبات احمد جلد اوّل صفحہ 512-513 مکتوب نمبر 5 بنام میر عباس علی صاحب محررہ 9/فروری 1883ء جدید ایڈیشن)

عام مخلوق کے لیے آپؑ کا جذبہ ہمدردی انتہائی بڑھا ہوا تھا لیکن جو لوگ آنکھیں رکھتے ہوئے اندھے ہوں، جو لوگ روشنی دیکھ کر اسے تاریکی کہیں، جو علم رکھتے ہوئے جاہلوں کی طرح ضد کریں اور عوام الناس کو بھی اندھیروں میں لے جا رہے ہوں، ان کے لیے تو دعا نہیں نکلتی۔ اعلیٰ کے لیے ادنیٰ کو قربان کرنا پڑتا ہے۔تو یہ بھی جذبہ رحم اور ہمدری کی وجہ سے تھا کہ جو آپ نے ان کے لیے بد دعا کی۔ بے شک آپ نے یہ بد دعا تو کی لیکن یہ حد سے بڑھے ہوؤں کے لیے بد دعا تھی۔ اور یہ دعا مخلوق کی اکثریت سے ہمدردی کے جذبے کی وجہ سے تھی، ان پر رحم کھاتے ہوئے تھی۔ اللہ تعالیٰ نے یقیناً آپؑ کی دعاؤں کو قبولیت کا درجہ دیا ہے۔سعید روحیں روز ہم دیکھتے ہیں سلسلے میں داخل ہوتی ہیں، جن پر اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرماتا ہے اور نور محمدیؐ دنیا میں پھیل رہا ہے۔ آج ہم مسیح محمدیؐ کے غلاموں کا بھی کام ہے کہ آپ کی دعاؤں کو اپنی دعاؤں میں شامل کریں اور آپؑ کی دعاؤں سے بھی حصہ لیں۔آپؑ کی تعلیم کو اپنے عملوں پر لاگو کرتے ہوئے مخلوق خدا سے جذبہ ہمدردی کے تحت اس پیغام کو بھی لوگوں تک پہنچائیں اور اپنی دعاؤں کو اپنی استعدادوں کے مطابق زیادہ سے زیادہ کریں تا کہ جس نور محمدؐ کو پھیلانے کے لیے اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے تھے، اس میں ہم بھی نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ کا نعرہ لگاتے ہوئے شامل ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔‘‘(مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل لندن مورخہ 23 فروری تا کیم مارچ 2007ء ص 5 تا 8)،(خطبات مسرور جلد 5 سال 2007 صفحہ: 43 تا 56)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’اس زمانے میں آنحضرتؐ کے غلام صادق نے ہمارے سامنے اعلیٰ خُلق کے کیا نمونے پیش فرمائے ان میں سے چند ایک کا مَیں ذکر کرتا ہوں۔سب سے پہلے تو یہ کہ گھر کے سکون کے لیے اس صفت کے اظہار کی آپؑ نے کس طرح تلقین فرمائی۔ عورتوں کے ساتھ حسن معاشرت کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ:

’’فحشاء کے سوا باقی تمام کج خلقیاں اور تلخیاں عورتوں کی برداشت کرنی چاہئیں۔‘‘

اور فرمایا کہ: ’’ہمیں تو کمال بے شرمی معلوم ہوتی ہے کہ مرد ہو کر عورت سے جنگ کریں۔ ہم کو خدا نے مرد بنایا ہے اور در حقیقت یہ ہم پر اتمام نعمت ہے۔ اس کا شکر یہ ہے کہ ہم عورتوں سے لطف اور نرمی کا برتاؤ کریں۔‘‘

ایک دفعہ ایک دوست کی درشت مزاجی اور بدزبانی کا ذکر ہوا اور شکایت ہوئی کہ وہ اپنی بیوی سے سختی سے پیش آتا ہے۔حضورؑ اس بات پر بہت رنجیدہ خاطر ہوئے اور فرمایا کہ:

’’ہمارے احباب کو ایسا نہ ہونا چاہئے۔‘‘ اور پھر بہت دیر تک آپؑ نے عورتوں کے ساتھ سلوک پر نصیحتیں فرمائیں۔

(ملفوظات جلد اول۔صفحہ 307 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

☆...☆...☆

تعارف کتاب

”دُرِّثمین فارسی“

(فرخ سلطان محمود)

سرورق : درِّثمین فارسی۔(حصّہ اوّل و دوم)
مصنّفہ : فارسی منظوم کلام سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ
پبلشر : لجنہ اماءِاللہ ضلع کراچی
شائع شدہ: لندن
ایڈیشن : اوّل
تاریخ طباعت: جولائی 2018ء
تعداد کُل صفحات (دونوں حصّے): 690
قیمت: £15.00 پندرہ پاؤنڈ سٹرلنگ (برطانیہ میں)

ہمارے آقا و مولا اصدق الصادقین سیّدنا حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے قیامت تک رونما ہونے والے اہم واقعات کے حوالہ سے جو کچھ بھی فرمایا وہ اپنی تمام تر شان کے ساتھ ظہور پذیر ہوتا چلا جارہا ہے۔ آیت کریمہ وَآخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ...... کے حوالہ سے ایک ایسی ہی عظیم الشان خبر آپ ﷺ نے مسلمانوں کو حضرت سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر دی تھی جو اپنے وقت پر نہایت شان و شوکت کے ساتھ پوری ہوئی اور مذہب اسلام کی صداقت پر گواہ ٹھہری۔

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اگرچہ فارسی الاصل تھے لیکن چند صدیاں پہلے آپؑ کا خاندان مغل فاتحین کے ہمراہ ہجرت کر کے ہندوستان پہنچا اور پھر پنجاب میں آبسا۔ کئی نسلیں ہندوستان میں ہی پیدا ہوئیں اور یہیں پروان چڑھیں۔ تاہم جیسا کہ رؤسائے ہند کے خاندانوں میں مروّجہ علوم کی تحصیل اور دیگر فنون و حکمت کی تربیت کی طرف خاص توجہ دی جاتی تھی، کچھ ایسا ہی طریق اس معزّز خاندان میں بھی جاری تھا۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے اپنے بچپن میں ہی جن چند مروّجہ علوم کے حصول کی توفیق پائی ان میں فارسی زبان بھی شامل تھی جسے مغلیہ سلطنت میں سرکاری زبان کا درجہ بھی حاصل رہا تھا۔ نیز حکمت، جو آپؑ کا خاندانی پیشہ تھا، چند اساتذہ سے کسب فیض کیا اور اتنی مہارت حاصل کی کہ بے شمار مخلوقِ خدا کو اس منفعت بخش علم سے فائدہ پہنچایا۔ تاہم آپؑ کی زندگی چونکہ ایک اعلیٰ اور ارفع مقصد (یعنی اسلام کے دفاع) کے لئے وقف ہوچکی تھی اور آپؑ حقیقی معانی میں تلمیذ الرحمٰن تھے چنانچہ خدا تعالیٰ نے خود آپؑ کی علمی، لسانی اور عقلی استعدادوں کو درجۂ کمال تک پہنچایا حتّٰی کہ آپؑ مسیح الزمان اور مہدی دوراں کے عظیم الشان مناصب پر فائز ہوکر آسمانِ روحانیت کے بھی ایسے درخشندہ آفتاب قرار پائے جس کی شش جہت پھیلنے والی نورانی کرنوں سے آپؑ کے ادنیٰ غلاموں نے بھی کماحقّہٗ استفادہ کیا جو علم و حکمت کی مختلف شاخوں (ادب، سائنس، قانون، حکمت اور زبان و بیان) میں دنیا کے جیّد اساتذہ میں شمار کئے جاتے ہیں۔

جہاں تک زیر نظر مجموعہ کلام ”درّثمین فارسی“ کا تعلق ہے تو امر واقعہ یہی ہے جیسا کہ سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود فرمادیا ہے کہ ؎

کچھ شعر و شاعری سے اپنا نہیں تعلق
اس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدّعا یہی ہے

پس یہی وجہ ہے کہ سیّدنا حضرت اقدس علیہ السلام کا منظوم کلام مقصدیت کے حوالہ سے اپنی انتہا پر دکھائی دیتا ہے۔ اور وہ مقصد صرف ایک ہی ہے یعنی دعوت الی اللہ۔ چنانچہ حضور علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

”اشعار میں اپنے مضامین کو بیان کرنے کی ہمیں ضرورت اس لئے پیش آئی کہ بعض طبائع اس قسم کی ہوتی ہیں کہ ان کو نثر عبارت میں ہزار پیرایۂ لطیف میں کوئی صداقت بتائی جائے وہ نہیں سمجھتے لیکن اسی مفہوم کو ایک برجستہ شعر میں منظوم کر کے سنایا جاوے تو شعر کی لطافت ان پر بہت اثر کر جاتی ہے۔ شعر کو سن کر پھڑک اُٹھتے ہیں اور حق کو شعر کے ذریعہ فوراً قبول کر لیتے ہیں... اگر یہ بات نہ ہوتی تو ہمیں اشعار کہنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اکثر لوگوں کو بہت کچھ دلائل دے کر سمجھایا گیا مگر کارگر نہ ہوئے لیکن جب انہوں نے اشعار پڑھے تو یہ اشعار انہی منکرین پر بہت اثر کر گئے اور فوراً انہوں نے حق قبول کرلیا۔“

(اخبار الحکم قادیان۔مؤرخہ 28/اگست 1938ء)

اس امر میں کوئی شک نہیں کہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سارا علم کلام -خواہ وہ کسی بھی زبان (اردو، عربی یا فارسی) میں ہو (نیز منثور کلام ہو یا منظوم کلام) - سارے کا سارا، خدا تعالیٰ کی وحدانیت کی شہادت اور اس کی مدحت، قرآن کریم سے انتہا درجہ کی عقیدت اور بے پایاں محبت، آنحضرت ﷺ کے ساتھ غیر معمولی اظہارِ وفا اور جذباتِ عقیدت، مذہب اسلام کی بے مثال صداقت اور دیگر مذاہب پر اس کی سبقت، حسنات کی ترغیب اور وعظ و نصیحت نیز انسانیت کی فلاح و بہبود سے ہی عبارت ہے۔ چنانچہ ”درّثمین“ فارسی میں شامل ہر شعر دل کی گہرائیوں سے نکلا انہی مضامین میں ڈوبا محسوس ہوتا ہے۔

فارسی زبان میں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پاکیزہ منظوم کلام باوجود قلیل المقدار ہونے کے ایسے لطیف اور سحر آگیں اثرات کا حامل ہے کہ عوام النّاس تو اپنے ذوق کے مطابق اس سے لطف اندوز ہوتے ہی ہیں اہل زبان بھی اس پر فریفتہ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کچھ ایسی ہی کیفیت حضرت عبید اللہ بسملؓ کی بھی تھی جن کا شمار اپنے وقت کے چوٹی کے فارسی دان شعراء میں ہوتا تھا۔ اور جن کے کلام کو دیکھ کر مملکت ایران کے ملک الشعراء سنجرؔ نے بے ساختہ کہا تھا: ’بخدا! اس نے مجھ سے بہتر کہا ہے‘۔ حضرت عبید اللہ بسملؓ کی بعض تصانیف سکول اور یونیورسٹی کے نصاب میں بھی شامل رہیں لیکن وہ خود نہ صرف سیّدنا حضرت اقدس علیہ السلام کی غلامی میں آنے کو باعث عزّ و فخر خیال کرتے رہے بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عطا فرمودہ لقب ”فردوسی ثانی“ پر تاعمر نازاں رہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے فارسی منظوم کلام کے حوالہ سے ایک اور دلچسپ روایت کا بیان بھی موزوں معلوم ہوتا ہے۔ حضرت شاہزادہ عبدالمجید صاحب لدھیانویؓ کا تعلق افغانستان کے شاہی خاندان ’درّانی‘ سے تھا۔ آپؓ کا خاندان کابل سے ہجرت کر کے لدھیانہ آبسا تھا جہاں آپ نے پہلے حضرت صوفی احمد جان صاحب لدھیانویؓ کی صحبت اختیار کی اور پھر وہیں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عشّاق میں شامل ہوگئے۔ بیعت کرنے والوں میں آپؓ کا نمبر نواں تھا اور حضور علیہ السلام نے آپؓ کو اپنے 313/اصحاب میں بھی شامل فرمایا تھا۔ 1891ء میں لدھیانہ میں اپنے قیام کے دوران حضرت اقدس علیہ السلام نے آپؓ کو امام الصلوٰۃ مقرر فرمایا اور آپؓ کے پیچھے نمازیں بھی پڑھتے رہے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد حضرت شاہزادہ صاحبؓ نے خود کو تبلیغ کے لئے حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں پیش کیا تو حضورؓ نے آپؓ کو ایران جانے کا ارشاد فرمایا۔ 12/جولائی 1924ء کو آپؓ روانہ ہوئے اور مشہد سے ہوتے ہوئے اکتوبر کے آخر میں تہران پہنچ گئے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے آپؓ کی روانگی سے قبل رؤیا میں دیکھا تھا کہ آپؓ ’خانقاہ درویش‘ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فارسی اشعار پڑھ کر سنا رہے ہیں اور وہاں موجود درویش وجد کی حالت میں جھوم رہے ہیں۔ چنانچہ تہران پہنچ کر سب سے پہلے آپؓ نے ’خانقاہ درویش‘ کا پتہ لگایا۔ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ بہت سے درویش وہاں بیٹھے ہیں۔ سلام مسنون کے بعد آپؓ نے اشعار پڑھنے شروع کر دیے۔ شعر سن کر درویش جھومنے لگے۔ پھر آپؓ نے اُنہیں دعوت الی اللہ کی اور اُن میں ”دعوت الامیر“ کے نسخے تقسیم کئے۔ بعد ازاں اپنی کمزوری اور بڑھاپے کے باوجود، مخالفین کی طرف سے شدید مصائب کا سامنا کرتے ہوئے گرانقدر خدمت کی توفیق پائی جس کے نتیجہ میں اہل فارس میں سے کئی سعید روحوں نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی غلامی میں آنے کی سعادت حاصل کی۔ آپؓ نے 23/فروری 1928ء کو تہران میں ہی وفات پائی اور وہیں تدفین ہوئی۔

سیّدنا حضور علیہ السلام کا مطمحِ نظر کبھی یہ نہیں رہا کہ آپ اپنی نظم و نثر سے زبان دانی کا اظہار کریں یا دوسروں کو مرعوب کرنے کے لئے فصاحت و بلاغت کا شاہکار کلام کہیں۔ تاہم امر واقعہ یہ بھی ہے کہ جس زبان میں بھی آپؑ کے رَشحات قلم علمائے عصر تک پہنچے وہ آپؑ کے کلام کو پڑھ کر برملا یہ اقرار کرتے نظر آئے کہ اس کلام کی ہر ایک سطر زبان و ادب میں ممتاز مقام پر فائز ہے اور کسی ایسے صاحبِ عرفان وجود کے حسّاس دل کی صدائے فقیرانہ ہے جس کے قلبِ صافی میں موجزن محبتِ الٰہی، عشقِ رسول اور کلام اللہ کی بے پایاں چاہت کی حرارتِ ایمانی کے نتیجہ میں اُٹھنے والے بخارات جب بارانِ رحمت بن کر قاری کے شعور پر اُتر کر اُسے بھی عشق و وفا کے ویسے ہی جذبات سے آشنا کرتے ہیں تو قاری بھی اُن روحانی تجربات سے لطف اندوز ہونے لگتا ہے جہاں آدمیت اور روحانیت کے اتّصال کا نازک رشتہ محسوس کیا جاسکے۔

گزشتہ ایک صدی میں درّثمین فارسی کے متعدّد ایڈیشنز طبع ہوچکے ہیں تاہم گزشتہ سال لجنہ اماء اللہ ضلع کراچی نے اس مجموعۂ کلام کو نہایت دیدہ زیب گیٹ اَپ کے ساتھ شائع کرنے کی توفیق پائی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بلند پایہ منظوم کلام کی شوکت اور اس میں بیان فرمودہ مضامین کی عظمت کو پیش نظر رکھتے ہوئے جس پُرکشش انداز میں یہ پاکیزہ کلام زیبِ

قرطاس کرنے کی سعی کی گئی ہے وہ یقیناً اُس دلی محبت کا آئینہ دار ہے جو حضور علیہ السلام اور آپؑ کے انقلاب آفریں علم کلام کے لئے آپؑ کے غلاموں کے دلوں میں موجزن ہے۔

فارسی زبان سے شناسائی نہ رکھنے والوں کے لئے بھی یہ ایڈیشن ایک گرانقدر تحفہ سے کم نہیں ہے کیونکہ طرز تحریر خوبصورت، صاف اور واضح ہونے کے ساتھ ساتھ نقل صوتی (Transliteration) کی موجودگی فارسی زبان میں موجود منفرد لذّت سے قاری کو لطف اندوز کرتی چلی جاتی ہے۔ عبارت کی سیٹنگ اور ڈیزائننگ (یعنی کمپوزنگ) بہترین ہے، منفرد آرٹ ورک اور شاندار گرافک ڈیزائننگ کے ساتھ عمدہ سفید کاغذ کا استعمال، رنگین طباعت اور دیدہ زیب ٹائٹل کی Hard cover کے ساتھ پیشکش میں جدید طباعت کے تمام اعلیٰ معیار ملحوظ رکھے گئے ہیں۔ مزید یہ کہ تمام تر ظاہری خوبیوں سے مرصّع، دو جلدوں پر مشتمل یہ مجموعۂ کلام سلیس اور رواں اردو ترجمہ (جو حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ جیسے صاحبِ عرفان کی شاندار کاوش ہے) اور 70 سے زائد صفحات پر مشتمل فرہنگ (Glossary) کو بھی کتاب کے آخر میں شامل کر کے قاری کے لئے حتّی المقدور آسانی پیدا کی گئی ہے۔ اسی طرح سارا مواد مستند حوالہ جات کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ گویا ظاہری

اور باطنی ہر دو پہلوؤں سے اعلیٰ درجہ پر فائز، شستہ زبان و ادب کا مرقّع اور علوم و معرفت سے بھرپور یہ ایک شاہکار مجموعہ کلام ہے۔

690 صفحات پر مشتمل اس ضخیم کتاب کو دو حصوں میں پیش کیا گیا ہے۔ جلد اوّل ابتدائی 341 صفحات پر مشتمل ہے۔ جو فارسی منظوم کلام اس میں شامل ہے اسے بنیادی طور پر تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ کتاب کا باقاعدہ آغاز سیّدنا حضرت اقدس علیہ السلام کے الہامی اشعار سے کیا گیا ہے جن کی تعداد 55 ہے۔ بعدہٗ 97 منظومات درج ہیں اور پھر 82 اشعار اس مجموعہ کلام کی زینت ہیں۔ نیز چند فارسی شعراء اور اساتذہ کے وہ اشعار بھی اس مجموعہ کلام میں شامل ہیں جو حضور علیہ السلام نے اپنی کتب میں متفرق مقامات پر نقل فرمائے ہیں۔

جماعت احمدیہ کے ایک بزرگ فارسی دان حضرت عبدالحق رامہ صاحب رضی اللہ عنہ نے ''درّثمین فارسی کے محاسن'' رقم کر کے آنے والی نسلوں پر بڑا احسان فرمایا ہے۔ مذکورہ کتاب online بھی دستیاب ہے۔ آپ پیش لفظ میں تحریر فرماتے ہیں:

''اس بے نظیر کلام کے ظاہری اور باطنی محاسن پر تاحال کسی صاحب ذوق نے قلم نہیں اٹھایا۔ حالانکہ کسی فصیح و بلیغ کلام کو پوری طرح سمجھنے اور اس سے حظّ اٹھانے کے لئے فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے بھی اس کے محاسن سے واقفیت پیدا کرنا ضروری ہے۔ علم بلاغت کے قواعد اور تفاصیل کے مرتّب کرنے کی ایک بڑی غرض یہی ہے کہ اُن کے ذریعہ سے اساتذۂ فن کے کلام کو کماحقّہٗ سمجھ کر اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا جاسکے۔ اور یہ امر حضرت اقدسؑ کے کلام کے متعلق تو اور بھی ضروری ہے کیونکہ آپؑ کا کلام فصاحت و بلاغت میں لاثانی ہے۔ اور اتنا حسین اور پُراثر اور دلگداز ہے جس کی کوئی انتہا نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ یہ کلام ایک مؤیّد من اللہ ہستی کا ہے جسے خود ذات باری تعالیٰ نے 'سلطان القلم' کا خطاب عطا کیا۔ نیز الہاماً بتایا گیا:

در کلام تو چیزیست کہ شعراء را دراں دخلے نیست

یعنی تمہارے کلام میں ایک ایسی چیز بھی ہے جس میں شعرا کو کوئی دخل نہیں۔

اس درّثمین میں ایک بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں حضرت اقدس کی بعثت کی غرض (یعنی احیائے اسلام) اور اس کی تکمیل کے ذرائع کو مکمل اور موثر طریق پر بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً بعثت رسل، امکان وحی و الہام، ضرورت امام، مجدّد دین کی آمد، تبلیغ ہدایت، مخالفین اسلام کے اعتراضات کے جواب اور سب سے بڑھ کر عرفان الٰہی کے حصول کے طریق۔ غرض احیائے اسلام کے متعلق کوئی ضروری موضوع ایسا نہیں جس پر اس درّثمین میں روشنی نہ ڈالی ہو۔ گویا یہ درّثمین حضرت اقدس علیہ السلام کی تعلیم کا مکمل خلاصہ ہے۔''

دُرِّثمین فارسی قادر الکلامی کا شاندار نمونہ ہے اور فصاحت و بلاغت میں لاجواب ہے بلکہ اس میں پایا جانے والا تصوّف انتہائی اعلیٰ درجہ کا ہے جو اس کلام کو دیگر شعراء کے کلام سے ممتاز کرتا ہے۔ مضامین تصوّف کے حوالہ سے ملاحظہ فرمائیں کہ۔

تو بُروں آ ز خود ، بقا این است
تو درو محو شو ، لقا این است

(تو اپنے آپ سے باہر نکل یہی بقا ہے۔ اور اُس (محبوب حقیقی) میں محو ہو جا، یہی لقا ہے۔)

اور پھر یہ بھی کہ

آنکہ در عشقِ اَحد ، محو و فناست
ہر چہ زُو آید ز ذاتِ کبریاست

(جو خدائے واحد کے عشق میں محو و فنا ہے، اس سے جو کچھ سرزد ہوتا ہے وہ ذات کبریا کی طرف سے ہی ہے۔)

امر واقعہ ہے کہ جس طرح رسول کریم ﷺ کے اُمّی ہونے کے باوجود کوئی اور انسانی کلام آپؐ کے کلام کا مقابلہ نہیں کرسکتا اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی آنحضرت ﷺ کی متابعت میں یہ شرف حاصل ہوا کہ کلام اللہ اور قول رسول ﷺ کے بعد آپ کا کلام ایک ایسی نمایاں شان اور عظمت کا حامل نظر آتا ہے جس کا تائید الٰہی کے بغیر لکھنا اور کہنا ناممکن ہے۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں:

''ہمارا تو یہ دعویٰ ہے کہ معجزہ کے طور پر خدا تعالیٰ کی تائید سے انشاپردازی کی ہمیں طاقت ملی ہے تا معارف و حقائق قرآنی کو اس پیرایہ میں بھی دنیا پر ظاہر کریں اور وہ بلاغت جو ایک بیہودہ اور لغو طور پر اسلام میں رائج ہوگئی تھی اس کو کلام الٰہی کا خادم بنا دیا جائے۔'' (نزول المسیح صفحہ 59)

اس کلام میں یہ خصوصیت بھی بدرجہ اتم موجود ہے کہ حضور علیہ السلام نے ایک جری پہلوان کی طرح اسلامی عقائد کا دفاع کیا ہے اور پورے وثوق اور جرأت کے ساتھ اسلامی عقائد پر اپنے لازوال ایمان کا کھلم کھلا اظہار کرتے ہوئے دعوت الی اللہ کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ خصوصاً ایسے مضامین جن کے منکرین مسلمانوں میں بھی عام دکھائی دیتے تھے۔ مثلاً دعا کی قبولیت، امکان وحی و الہام، فرشتوں، جنت دوزخ اور یوم آخرت کے حوالہ سے عقائد باطلہ کی بیخ کنی کرتے ہوئے اسلامی نقطۂ نظر پیش کیا۔

چنانچہ الٰہی تائیدات کے ساتھ کہے گئے اس کلام میں بارہا حضور علیہ السلام نے اپنے آپ کو اسلام کے ایک جری پہلوان کے طور پر پیش فرمایا ہے۔ چنانچہ قبولیت دعا کے بارہ میں آپؑ فرماتے ہیں ؎

ایکہ گوئی گر دُعا ہا را اثر بودے کجاست
سُوئے من بشتاب بنایم ترا چوں آفتاب

(اے وہ شخص جو کہتا ہے کہ اگر دعاؤں میں اثر ہے تو بتاؤ کہاں ہے؟ تُو میری طرف دوڑ تا کہ مَیں تجھے سورج کی طرح وہ اثر دکھاؤں۔)

اسی طرح بڑی تحدّی کے ساتھ سیّدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے غلام صادق کے طور پر خود کو پیش کرتے ہوئے اپنے صاحب کرامت ہونے کا اعلان یوں فرماتے ہیں ؎

کرامت گرچہ بے نام و نشان است
بیا بنگر ز غلمان محمدؐ

(اگرچہ اب کرامت مفقود ہو چکی ہے پھر بھی تُو آ اور اسے محمد ﷺ کے غلاموں میں دیکھ لے۔)

اسی طرح بشرط وفاداری و ثابت قدمی اپنی صحبت سے فیضیاب ہونے کی تلقین کرتے ہوئے ہستی باری تعالیٰ کے منکرین پر آپ نے یوں اتمام حجت فرمائی ہے ؎

اے مزوّر گر بیائی سُوئے ما!
و ز وفا رخت افگنی در کوئے ما
و ز سر صدق و ثبات و غم خوری
روزگارے در حضور ما بری
عالمے بینی ز ربّانی نشاں!
سوئے رحماں خلق و عالم را کشاں

(اے کذّاب! اگر تُو ہماری طرف آئے اور وفاداری کے ساتھ ہمارے کوچہ میں ڈیرے ڈال دے۔ اور اخلاص، ثابت قدمی اور دلسوزی کے ساتھ کچھ عرصہ ہمارے پاس گزارے۔ تو تجھے خدائی نشانوں کا ایک عالَم نظر آئے گا جو دنیا جہان کو اس رحمان خدا کی طرف کھینچے لیے جا رہا ہے۔)

خدا تعالیٰ سے عشق اور آنحضور ﷺ سے محبت کا جو دریا آپؑ کے قلب صافی میں رواں تھا، آپؑ کے حمدیہ اور نعتیہ کلام میں سے منتخب اشعار پیش کر کے اُس کا ایک نظارہ آپ کو دکھاتا ہوں۔ ذات باری تعالیٰ سے اظہار عشق کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

محبت تو دوائے ہزار بیماری است
بروئے تُو کہ رہائی دریں گرفتاری است
پناہ روئے تو جُستن نہ طورِ مستان است
کہ آمدن بہ پناہت کمالِ ہُشیاری است
متاعِ مہرِ رُخِ تُو نہاں نخواہم داشت
کہ خُفیہ داشتنِ عشق تو ز غدّاری است
برآں سرم کہ سرو جاں فدائے تُو بکنم
کہ جاں بیار سپُردن حقیقتِ یاری است

(تیری محبت ہزار (یعنی بے شمار) بیماریوں کی دوا ہے، تیرے ہی منہ کی قسم کہ اسی گرفتاری میں اصل آزادی ہے۔ تیرے چہرے کی پناہ ڈھونڈنا دیوانوں کا کام نہیں کیونکہ تیری پناہ میں آنا تو بڑے ہوشیار لوگوں کا کام ہے۔ مَیں تیری محبت کی پونجی کو کبھی نہیں چھپاؤں گا کیونکہ تیرے عشق کو چھپانا بھی ایک قسم کی غدّاری ہے۔ مَیں اسی دُھن میں ہوں کہ سر اور جان تجھ پر قربان کردوں کیونکہ اپنے آپ کو محبوب کے سپرد کر دینا ہی یاری کی حقیقت ہے۔)

اور درج ذیل اشعار میں پوشیدہ اُس عشق حقیقی کا اندازہ لگانے کی کوشش کریں جو ہر لفظ سے عیاں ہے ؎

مرا نہ زُہد و عبادت، نہ خدمت و کارے است
ہمیں مرا است کہ جانم رہینِ دلدارے است
چہ لذّت است بُرُویش کہ جاں فدائیش باد
چہ راحتے است بکویش اگرچہ خوں بارے است

(میرے پاس نہ زُہد ہے نہ عبادت نہ خدمت کا کوئی اَور کارنامہ۔ میرے لئے یہی کافی ہے کہ میری جان کسی محبوب کی گرویدہ ہے۔ اس کے چہرے میں کتنی لذّت ہے، میری جان اس پر فدا ہو۔ اس کی گلی میں کتنی راحت ہے اگرچہ وہاں خون برستا ہے۔)

اگرچہ حضور علیہ السلام کی کہی ہوئی متعدّد نعتیں بھی درّثمین کی زینت ہیں تاہم آپؑ کا دستور یہ بھی تھا کہ کسی بھی امر کا بیان ہو رہا ہو تو آپؑ اُس کا رُخ سرور کائنات ﷺ کی ذات مبارک کی طرف پھیر دیتے تھے۔ گویا

عاشق زار در ہمہ گفتار
سخن خود را کشد بجانب یار

(عاشق زار اپنی بات کا رُخ ہمیشہ اپنے محبوب کی طرف پھیر لیتا ہے!۔)

حضور علیہ السلام کے بے مثال نعتیہ کلام میں سے ایک پُرمعارف نعت کے پہلے تین اشعار یوں ہیں ؎

در دلم جو شد ثنائے سرورے
آنکہ در خوبی ندارد ہمسرے
آنکہ جانش ، عاشق یارِ اَزل
آنکہ رُوحش ، واصلِ آں دلبرے
آنکہ مجذوبِ عنایاتِ حق است
ہمچو طفلے پروریدہ ، در برے

(میرے دل میں اس شہنشاہ کی مدح جوش زن ہے کہ حسن و خوبصورتی میں اس کا کوئی ثانی نہیں۔ وہ جس کی جان محبوب ازلی کی عاشق ہے۔ وہ جس کی روح کو اس دلبر کا وصل حاصل ہے۔ وہ جسے حق تعالیٰ کی عنایات نے اپنے اندر سمیٹ رکھا ہے اور ایک بچہ کی طرح خدا کی گود میں پلا ہے۔)

آنحضور ﷺ کے حسن و احسان نے تو آپؑ کو ایسا گرویدہ کرلیا تھا کہ گویا آپؐ کے رگ و پے میں سرایت کرچکا ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کے حوالہ سے اپنی حیثیت کا تعیّن کرتے ہوئے کیا خوب فرماتے ہیں ؎

جان و دلم فدائے جمالِ محمدؐ است
خاکم نثارِ کوچۂ آلِ محمدؐ است
دیدم بعَینِ قلب و شنیدم بگوشِ ہوش
در ہر مکان ندائے جلالِ محمدؐ است
اِیں چشمۂ رواں کہ بخلقِ خُدا دہم
یک قطرۂ ز بحرِ کمالِ محمدؐ است
ایں آتشم ز آتشِ مہرِ محمدی است
ویں آبِ من ز آبِ زُلالِ محمد است

(میری جان اور دل محمدؐ کے جمال پر فدا ہیں۔ میرا یہ خاکی جسم آلِ محمدؐ کے کوچہ پر قربان ہے، مَیں نے دل کی آنکھوں سے دیکھا اور عقل کے کانوں سے سُنا، ہر جگہ محمدؐ کے جلال کا شہرہ ہے۔ (معارف کا) یہ چشمہ رواں جو میں خلق خُدا کو پیش کرتا ہوں یہ محمدؐ کے کمالات کے سمندر میں سے محض ایک قطرہ ہے۔ میری یہ آگ محمدؐ کے ہی عشق (الٰہی) کی آگ (کا پرتو) ہے، میرا یہ پانی (زندگی بخش تعلیم) محمدؐ کا ہی مصفّا پانی ہے۔)

قرآن کریم کے عشق کا انداز ملاحظہ کیجیے ؎

از نُورِ پاک قرآں صُبحِ صفا دمیدہ
بر غنچہ ہائے دِلہا بادِ صبا وزیدہ
کیفیّتِ عُلومش ، دانی ، چہ شان دارد
شہدیست آسمانی از وحئِ حق چکیدہ

(قرآن پاک کے نُور سے روشن صبح طلوع ہوگئی اور دلوں کے غنچوں پر بادِ صبا چلنے لگی۔ کیا تجھے معلوم ہے کہ اس کے علوم کی شان کیسی ہے، وہ آسمانی شہد ہے جو وحی الٰہی سے ٹپکا ہے۔)

الغرض یہ ''درّثمین'' فارسی زبان میں علوم و معارف کا ایک بحر زخّار ہے جس میں سے انتخاب پیش کرنا بھی کار دارد ہے اور تنگیٔ داماں بھی ملحوظ خاطر ہے۔ فی الحال اس تعارف کا اختتام ایک ایسے شعر پر کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں جو سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اُس دل کی آواز ہے جس میں انسانیت کا درد سمٹ کر آپؑ کی زندگی کا مقصد متعیّن کر گیا تھا اور آپؑ کے غلاموں کی زندگی بھی اس شعر کی عملی تفسیر بن جائے تو مقصد حیات حاصل ہو جائے۔ فرماتے ہیں ؎

مرا مقصود و مطلوب و تمنّا خدمت خلق است
ہمیں کارم ہمیں بارم ہمیں رسمم ہمیں راہم

(میری زندگی کی سب سے بڑی تمنّا اور خواہش خدمت خلق ہے۔ یہی میرا کام ہے، یہی میری ذمہ داری ہے، یہی میرا فریضہ ہے اور یہی میرا طریق ہے۔)

☆...☆...☆

امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا دورۂ امریکہ اکتوبر، نومبر 2018ء

*...اسلام کہتا ہے کہ آپ کو اپنی عورتوں کو عزت دینی چاہیے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عورت کی عزت کرو، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنت ماں کے قدموں تلے ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ بچوں کی پرورش اور تربیت میں عورتوں کا بہت اہم کردار ہے۔ *...اگر لوگوں اور دنیا کے رہنماؤں نے اپنے خالق اور اُس کی مخلوق کے حقوق کی ادائیگی کی ذمہ داری کو نہ سمجھا تو دنیا میں ایک بہت بڑی تباہی آئے گی جس پر قابو پانا کسی کے لیے بھی ممکن نہ ہوگا۔ *...اسلامی تعلیمات کے مطابق اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے کی بجائے ہمیں دوسروں کے حقوق کی ادائیگی کرنی چاہیے۔ یہی واحد حل ہے۔ (حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

افتتاح مسجد مسرور ورجینیا، ملکی اور غیر ملکی پریس سے تعلق رکھنے والے نمائندگان کے ساتھ پریس کانفرنس، صحافیوں کے سوالات پر حضورِ انور کے بصیرت افروز جوابات، تقریب میں تشریف لانے والے معزز مہمانوں کی حضورِ انور سے ملاقات

(رپورٹ مرتّبہ: عبدالماجد طاہر۔ ایڈیشنل وکیل التبشیر لندن)

... ...

03/نومبر 2018ء بروز ہفتہ

... ...

حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے صبح ساڑھے چھ بجے مسجد بیت الرحمٰن میں تشریف لا کر نماز فجر پڑھائی۔ نماز کی ادائیگی کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ اپنی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے۔

صبح حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے دفتری ڈاک، خطوط اور رپورٹس ملاحظہ فرمائیں اور ہدایات سے نوازا۔

پروگرام کے مطابق گیارہ بج کر پینتیس منٹ پر حضورِ انور اپنے دفتر تشریف لائے۔ صدر مجلس خدام الاحمدیہ یو ایس اے مکرم عدیل احمد صاحب نے حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ملاقات کی سعادت پائی اور حضورِ انور سے ہدایات اور رہنمائی حاصل کی۔ موصوف اِمسال مجلس خدام الاحمدیہ یو ایس اے کے نئے صدر مقرر ہوئے تھے۔ یہ ملاقات بارہ بجے تک جاری رہی۔ بعد ازاں حضورِ انور اپنی رہائشگاہ پر تشریف لے گئے۔

مسجد مسرور ورجینیا کا افتتاح

آج پروگرام کے مطابق ساؤتھ ورجینیا (South Virginia) میں "مسجد مسرور" کے افتتاح کا پروگرام تھا۔

بارہ بج کر پچیس منٹ پر حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنی رہائشگاہ سے باہر تشریف لائے اور دعا کروائی۔ بعد ازاں ساؤتھ ورجینیا کے لیے روانگی ہوئی۔ مسجد بیت الرحمٰن سے ساؤتھ ورجینیا کا فاصلہ 52 میل ہے۔

آج کا دن جماعت ساؤتھ ورجینیا کے لیے بڑا ہی مبارک اور برکتوں والا ایک تاریخی دن تھا۔ ہر چھوٹا بڑا، مرد وزن، جوان بوڑھا خوشی و مسرت سے معمور تھا۔ آج ان کے مسکن میں حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے مبارک قدم پہلی بار پڑ رہے تھے۔ یہ لوگ صبح سے ہی "مسجد مسرور" پہنچنا شروع ہو گئے تھے۔

ساؤتھ ورجینیا کی مقامی جماعت کے علاوہ Silicon Valley، Bay Point، لاس اینجلیز، کیلیفورنیا، سیاٹل، Kansas، سینٹ لوئیس، ہیوسٹن، Dallas، Austin، Miami، نیویارک، نیوجرسی، Oshkosh اور ڈیٹرائٹ کی جماعتوں سے احباب جماعت بڑے لمبے اور طویل سفر طے کرکے "مسجد مسرور" کی افتتاحی تقریب میں شرکت کے لیے پہنچے تھے۔

لاس اینجلیز، Bay Point، Silicon Vally اور سیاٹل سے آنے والے احباب قریباً چھ گھنٹے جہاز کا سفر طے کرکے پہنچے تھے۔

علاوہ ازیں کینیڈا کی جماعتوں ٹورانٹو، مسس ساگا، آٹوا، کیلگری، وینکوور اور بیری سے بھی احباب جماعت کی ایک بہت بڑی تعداد اس مسجد کے افتتاح میں شامل ہونے کے لیے پہنچی تھی۔

حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی آمد سے قبل جماعت ساؤتھ ورجینیا کے مرکز "مسجد مسرور" کا بیرونی احاطہ احباب جماعت سے بھر چکا تھا۔ مرد و خواتین کی مجموعی تعداد تین ہزار تین صد کے لگ بھگ تھی۔ جن میں سے دو ہزار تین صد افراد امریکہ کی مختلف جماعتوں سے آئے تھے جبکہ ایک ہزار کے لگ بھگ کینیڈا سے آئے تھے۔

قریباً دو بجے حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی یہاں تشریف آوری ہوئی تو ساری فضاء نعروں سے گونج اُٹھی، بچیوں کے گروپس نے خیر مقدمی گیت اور ترانے پیش کیے۔ جونہی حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز گاڑی سے باہر تشریف لائے تو صدر جماعت ساؤتھ ورجینیا مکرم کریم اللہ کلیم صاحب اور ریجنل مبلغ سلسلہ فاران احمد ربانی صاحب نے حضورِ انور کو خوش آمدید کہا اور شرف مصافحہ حاصل کیا۔

بعد ازاں حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد کی بیرونی دیوار میں لگی تختی کی نقاب کشائی فرمائی اور دعا کروائی۔

اس کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد مسرور اور جماعت کے اس سینٹر کا معائنہ فرمایا۔

اس سینٹر کی یہ عمارت نومبر 2017ء میں خریدی گئی۔ یہ ایک چرچ کی بلڈنگ تھی۔ خریدنے کے بعد اس میں تھوڑی renovation کی گئی۔ اس عمارت کی خرید پر پانچ ملین ڈالرز خرچ ہوئے اور اس کی renovation پر قریباً 75 ہزار ڈالر خرچ ہوئے۔

مسجد مسرور ورجینیا

اس سینٹر کا کل رقبہ 17.6 ایکڑ ہے۔ مسجد کا کل مسقّف حصہ 22,403 مربع فٹ پر مشتمل ہے۔

مسجد کے ساتھ ایک structure ہے جو 64 فٹ اونچا ہے اور آئندہ آگے چل کر اُسے باقاعدہ مینار میں تبدیل کیا جا سکے گا۔

مسجد کے دو حصے ہیں۔ ایک اوپر کا حصہ ہے اور ایک نیچے کا حصہ ہے۔ مسجد کے اوپر کے حصہ میں مردوں کا ہال ہے۔ جس کے ایک حصہ میں باقاعدہ stage بنا ہوا ہے اور اسی کے ساتھ ایک بڑی tv screen بھی آویزاں ہے۔ ایک back stage آڈیو وڈیو روم بھی ہے۔ ایک چھوٹا کچن بھی موجود ہے۔

اس سینٹر میں مردوں اور عورتوں کے نماز پڑھنے کے علیحدہ علیحدہ ہال ہیں۔ مردوں کے نماز کے ہال میں 500 کے لگ بھگ لوگ نماز پڑھ سکتے ہیں۔ ایک lobby بھی ہے جو مردوں کے لیے over flow کے علاوہ ضیافت کے طور پر بھی استعمال ہوتی ہے۔

ایک اعلیٰ پائے کا آڈیو ویڈیو سسٹم بھی مسجد میں نصب کیا گیا ہے۔ مسجد میں تین stair well کے علاوہ ایک elevator بھی موجود ہے۔

نچلی منزل پر عورتوں کے لیے نماز کا ایک ہال ہے جس میں 150 سے زائد نمازیوں کی گنجائش ہے۔ نیز مسجد کے اس حصہ میں کل گیارہ کمرے ہیں جہاں بچوں کی کلاسز کے علاوہ مختلف شعبہ جات کے دفاتر اور کانفرنس روم بھی موجود ہے۔

ایک ریجنل لائبریری بھی قائم کی گئی ہے۔ اس حصہ میں ایک جماعتی کچن بھی بنایا گیا ہے۔ چھوٹے بچوں کے لیے ایک نرسری بھی ہے۔

مسجد کی عمارت سے ہٹ کر کچھ فاصلہ پر لنگر خانہ بھی تیار کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ایک باسکٹ بال کورٹ نیز کرکٹ کے لیے ایک ہارڈ بال پچ بھی تیار کی گئی ہے۔ نیز یہاں 226 گاڑیوں کی پارکنگ بھی موجود ہے۔

حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد کا معائنہ فرمایا اور ہدایت فرمائی کہ محراب کی شکل اندر ہونی چاہیے نیز حضورِ انور نے آواز، ساؤنڈ سسٹم کے بارہ میں دریافت فرمایا کہ آواز کی گونج وغیرہ تو نہیں ہے۔

حضورِ انور نے لجنہ ہال کا بھی معائنہ فرمایا۔ نیز مختلف دفاتر بھی دیکھے اور مرکزی کچن میں بھی تشریف لے گئے اور انتظامیہ سے مہمانوں کے لیے کھانے کے انتظامات کے بارہ میں دریافت فرمایا۔

بعد ازاں حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کچھ دیر کے لیے رہائشی حصہ میں تشریف لے گئے۔

دو بج کر بیس منٹ پر حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد میں تشریف لا کر نمازِ ظہر و عصر جمع کر کے پڑھائیں۔ اور اس کے ساتھ "مسجد مسرور" کا افتتاح عمل میں آیا۔

مسجد کے بیرونی احاطہ میں خواتین کے لیے دو بڑی مارکیز لگائی گئی تھیں۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ

تعالیٰ ان دونوں مارکیز میں تشریف لے گئے جہاں خواتین شرف زیارت سے فیضیاب ہوئیں۔

اس کے بعد مسجد کے بیرونی احاطہ میں حضورِانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے پودا لگایا۔ بعد ازاں حضورِانور ایدہ اللہ تعالیٰ اپنی رہائشگاہ پر تشریف لے گئے۔

پروگرام کے مطابق ساڑھے چار بجے حضورِانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مسجد کے لجنہ ہال میں تشریف لائے جہاں ممبران مجلس جماعت ساؤتھ ورجینیا، مجلس عاملہ انصار اللہ اور مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ نے حضورِانور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ گروپ فوٹوز بنوانے کا شرف پایا۔

پریس کانفرنس

بعد ازاں حضورِانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کانفرنس روم میں تشریف لے آئے جہاں پریس کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ جس میں الیکٹرانک، پرنٹ اور سوشل میڈیا کے درج ذیل جرنلسٹ اور نمائندگان شامل تھے۔

WTOP واشنگٹن DC کی ایک بہت اہم نیوز سروس ہے، اس کے جرنلسٹ شامل ہوئے۔

VOA (وائس آف امریکہ) وائس آف امریکہ کا آغاز 1942ء میں ہوا۔ یہ غیر فوجی اور بیرون از امریکہ براڈ کاسٹنگ کے لیے امریکی فیڈرل حکومت کا ایک آفیشل ادارہ ہے۔ یہ ادارہ یو ایس اے کے بارہ میں امریکہ سے باہر رائے عامہ قائم کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

وائس آف امریکہ کے تین جرنلسٹ آج کی پریس کانفرنس میں شامل ہوئے۔

Potomac Local اس کا آغاز 2010ء میں کیا گیا۔ Potomac Local پرنس ولیم اور Stafford کاؤنٹیز اور Manassas اور Manassas Park کے شہروں کی ایک اہم آزاد اور مقامی نیوز ایجنسی ہے۔ اس کے بھی صحافی شامل ہوئے۔

«Whats Up Prince William» پرنس ولیم کاؤنٹی کی لوکل نیوز آؤٹ لیٹ ہے۔ اس کے بھی صحافی شامل ہوئے۔

NRB TV کے جرنلسٹ بھی شامل ہوئے۔

Freelance Journalist بھی پریس کانفرنس میں شامل ہوئے۔

پریس کانفرنس کا آغاز چار بج کر تینتیس منٹ پر ہوا۔

☆ ایک جرنلسٹ نے سوال کیا کہ حضورانور گزشتہ مرتبہ پانچ سال قبل امریکہ تشریف لائے تھے۔ اب حضورانور نے تقریباً تین ہفتے یہاں قیام کیا ہے؟ کیا حضورانور نے کوئی تبدیلی دیکھی ہے؟ اور آپ کے اس حالیہ دورے کے حوالہ سے کیا تاثرات ہیں؟

اس پر حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ جہاں تک ہماری جماعت میں تبدیلی کا تعلق ہے تو ہماری جماعت میں یہاں کافی اضافہ ہوا ہے۔ پچھلے پانچ سالوں کے دوران احمدی مہاجرین کی ایک بڑی تعداد یہاں منتقل ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ ہماری جماعت نے یہاں چند مساجد بھی تعمیر کی ہیں جو مختلف شہروں اور سٹیٹس میں ایک نیا اضافہ ہے۔ تو ہماری جماعت ترقی کر رہی ہے۔

جہاں تک ملک کے باقی حالات کا تعلق ہے تو میرا خیال ہے اس حوالہ سے آپ مجھ سے زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ ان حالات میں تبدیلی تو کافی واضح ہے۔ جب بھی حکومتیں بدلتی ہیں

مسجد مسرور ورجینیا کا افتتاح

تو تبدیلیاں آتی ہی ہیں۔ بعض سیاسی تبدیلیاں بھی ہوتی ہیں۔ باقی جہاں تک ہماری جماعت کا تعلق ہے تو ہماری جماعت امریکہ میں جہاں جہاں بھی قائم ہے وہاں سیاستدانوں کے ساتھ اچھے رابطے ہیں اور ان رابطوں میں مزید سے مزید اضافہ ہو رہا ہے۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: آج کل آپ کے سیاستدان الیکشن میں مصروف ہیں۔ دیکھتے ہیں کہ اس کے کیا نتائج نکلتے ہیں۔

اس پر صحافی نے پوچھا کہ کیا آپ الیکشن کو follow کر رہے ہیں؟ اس پر حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ بہت زیادہ تو نہیں لیکن بہرحال کچھ نہ کچھ معلومات ہوتی ہیں۔ آج شاید آپ کے پریذیڈنٹ نے اپنی campaign کے حوالہ سے فائنل تقریر کی ہے۔

☆ ایک صحافی نے سوال کیا کہ کیا دنیا بھر میں احمدیوں پر مظالم ہوتے ہیں؟

اس پر حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: بالکل مظالم ہوتے ہیں بالخصوص پاکستان میں پرسی کیوشن بہت زیادہ ہو رہی ہے۔ پاکستان سے احمدیوں کی ایک بڑی تعداد باہر کے ملکوں میں منتقل ہو رہی ہے۔ اس کی بڑی وجہ پرسی کیوشن ہی ہے۔ پاکستان میں احمدیوں کے خلاف باقاعدہ قوانین موجود ہیں جن کے مطابق ہم اپنے عقائد کا نہ اظہار کر سکتے ہیں، نہ ان پر عمل کر سکتے ہیں اور نہ ہی ان کی تبلیغ کر سکتے ہیں۔ پاکستان کے علاوہ اور بھی بعض مسلمان ممالک ہیں جہاں احمدیوں کو مسائل کا سامنا ہے۔ لیکن خاص طور پر پاکستان میں احمدیوں کی زندگی کافی مشکل ہے۔

☆ ایک صحافی نے سوال کیا کہ آپ ترقی پذیر ممالک میں رفاہی کاموں کو فروغ دے رہے ہیں۔ آپ کی اپنی جماعت ان ملکوں کی کس طرح مدد کر رہی ہے؟

اس پر حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: افریقہ بالخصوص ویسٹ افریقہ کے کافی ممالک ہیں جہاں ہمارے ہسپتال کام کر رہے ہیں اور ہم ان ملکوں میں طبی سہولیات مہیا کر رہے ہیں۔ ان ملکوں میں ہمارے سکول بھی قائم ہیں اور ہم اُن بچوں کو بھی تعلیم دے رہے ہیں جن کی سکول تک پہنچ نہیں ہوتی۔ ہمارے سکول اکثر دور دراز کے علاقوں میں ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی پراجیکٹس چل رہے ہیں جیسے پینے کے صاف پانی کا پراجیکٹ ہے۔ افریقہ میں صاف پینے کا پانی بہت مشکل سے ملتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچے اپنے سروں پر بالٹیاں رکھ کر دو دو، تین تین کلومیٹر پیدل چل کر جاتے ہیں اور تالابوں سے پانی لیکر آتے ہیں اور جو پانی میسر ہوتا ہے وہ بھی گندا اور آلودہ ہوتا۔ جب ان لوگوں کے گھروں کے باہر پینے کا صاف پانی ملتا ہے تو وہ بہت خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ یہاں اگر آپ کو مہنگی سے مہنگی چیز ملے تو آپ اس کے ملنے پر بہت خوش ہوں گی اور خوشی سے اچھلنے لگیں گی۔ جب افریقہ کے وہ لوگ جو ان بنیادی سہولتوں سے بھی محروم ہیں انہیں جب پینے کا صاف پانی بھی ملتا ہے تو ان کے چہروں پر خوشی دیکھنے والی ہوتی ہے۔ اُس وقت ان کے احساسات ناقابلِ بیان ہوتے ہیں۔

☆ ایک صحافی نے سوال کیا کہ احمدیوں اور دوسرے مسلمان فرقوں میں کیا فرق ہے؟

اس پر حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: رسولِ کریم ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق تمام مسلمان اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ آخری دور میں ایک شخص ظاہر ہوگا یا ان کی تفسیر کے مطابق دو شخص ظاہر ہوں جن میں سے ایک مسیح اور ایک مہدی ہوگا۔ ہمارا یقین ہے کہ بانیٔ جماعت احمدیہ مسلمہ مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام وہی شخص تھے۔ اور آپ علیہ السلام نے دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی کی کہ آپ علیہ السلام وہی شخص ہیں جس کے متعلق آنحضرت ﷺ نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ اس آنے والے شخص کا مقام و مرتبہ 'نبی' جیسا ہوگا۔ تو باقی مسلمان فرقے کہتے ہیں کہ وہ شخص ابھی ظاہر نہیں ہوا اور مسیح آسمان سے نازل ہوگا اور مہدی کا ظہور مسلمانوں کے بیچ میں سے ہوگا۔ اور پھر یہ دونوں اکٹھے مل کر اسلام پھیلانے کا کام کریں گے۔

دوسرے مسلمان فرقے کہتے ہیں کہ احمدی اپنی جماعت کے بانی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو نبی سمجھتے ہیں۔ ہمارا جواب یہ ہوتا ہے کہ ہم نبی سمجھتے ہیں کیونکہ پیغمبرِ اسلام حضرت محمد ﷺ نے اس آنے والے شخص کو 'نبی' کا لقب عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو نبی سمجھتے ہیں تو پھر ہم آنحضرت ﷺ کی نبوت کی مہر کو توڑ رہے ہیں جو کہ خاتم النبیین ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ احمدی قرآنی تعلیمات کو نہیں مانتے اور حضرت محمد ﷺ کی خاتمیت پر حملہ کر رہے ہیں کیونکہ وہ اپنی جماعت کے بانی کی نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس طرح ان کی سمجھ بوجھ کے مطابق احمدی مرتد ہیں اور آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں، اس لیے یہ ہر قسم کی سزا کے مستحق ہیں۔ جبکہ قرآن کریم میں تو آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کے لیے یا ارتداد اختیار کرنے والے کے لیے کوئی سزا نہیں مقرر کی گئی۔ پس اسی وجہ سے پاکستان میں احمدیوں پر مظالم ڈھائے جا رہے ہیں اور باقی مسلمان ممالک میں بھی احمدیوں کو پسند نہیں کیا جاتا۔ باقی جہاں تک ہمارے عقائد کا تعلق ہے تو ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ آخری شرعی نبی تھے۔ ہم ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن آخری شرعی کتاب ہے۔ لیکن ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ وہ شخص جس نے آخری دنوں میں آنا تھا اُسے آنحضرت ﷺ نے 'نبی' کا خطاب دیا ہے لیکن وہ نبی صاحبِ شریعت نبی نہیں بلکہ ظلی نبی ہوگا۔ ہم یقین رکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد ظلی نبی آسکتا ہے لیکن کوئی نئی شریعت نہیں آسکتی۔ ہمارے اور دیگر مسلمان فرقوں کے درمیان آنحضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کی تفسیر میں فرق ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ آخری شرعی نبی ہیں لیکن ان کے بعد بروزی نبی آسکتے ہیں لیکن دیگر مسلمان کہتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ چونکہ خاتم النبیین ہیں اس لیے ان کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا خواہ وہ ظلی ہو یا صاحبِ شریعت نبی ہو۔

☆ اس کے بعد وائس آف امریکہ (بنگلہ سروس) کے صحافی نے سوال کیا کہ آج کل ساری دنیا میں ہی مسلمانوں پر ظلم ہو رہے ہیں۔ فلسطین میں ظلم ہو رہا ہے۔ افریقہ میں مسلمانوں پر ظلم ہو رہا ہے۔ حال ہی میں میانمر میں مسلمانوں پر بہت ظلم ہوا ہے اور لاکھوں کی تعداد میں مسلمانوں کو میانمر سے ہجرت کرنا پڑی ہے اور وہ بنگلہ دیش میں آکر پناہ لے رہے ہیں جہاں وہ کیمپوں میں انتہائی بدترین حالات میں رہ رہے ہیں۔ اس کا کیا حل ہے؟ جماعت احمدیہ اس حوالہ سے کیا سوچ رہی ہے؟

اس پر حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

مسجد مسرور ورجینیا کے افتتاح کے موقع پر

صرف مسلمانوں پر ہی ظلم نہیں ہو رہا ہے، غیر ترقی یافتہ ممالک بالخصوص افریقہ کے لوگ بہت زیادہ مشکل حالات کا سامنا کر رہے ہیں۔ باقی جہاں تک Rohingya مسلمانوں کا تعلق ہے تو ان پر واقعی حکومت کی طرف سے یا اُن لوگوں کی طرف سے جنہیں حکومت کی پشت پناہی حاصل ہے، بہت زیادہ مظالم ڈھائے جا رہے ہیں۔ ہم ان مظالم کے خلاف آواز اُٹھاتے ہیں اور ان کی سخت مذمت کرتے ہیں۔ اپنی چیریٹی آرگنائزیشن کے ذریعہ ہم ان لوگوں کی بنگلہ دیش کیمپوں میں جس حد تک ممکن ہو سکے امداد بھی کر رہے ہیں۔ ہم تو ان تمام لوگوں، حکومتوں اور ملکوں کے خلاف آواز اُٹھاتے ہیں جو کسی بھی صورت میں مظالم ڈھا رہے ہیں۔

☆ ایک صحافی نے سوال کیا کہ ایک مکمل اسلامی معاشرہ کس طرح کا ہوتا ہے اور ایک اسلامی فیملی کس طرح کی ہوتی ہے؟ اسلامی معاشرہ یا اسلامی فیملی آجکل کے مسائل کو کس طرح حل کر سکتے ہیں؟

اس پر حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: تاریخ میں اسلامی معاشرہ اور اسلامی حکومت کی نظیر ہمارے سامنے ہے اور یہ اسلامی حکومت اُس وقت قائم ہوئی جب آنحضرت ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ اُس وقت مدینہ میں موجود مسلمانوں، یہودیوں اور عیسائیوں کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا تھا اور سارے اپنی اپنی شریعتوں کے مطابق وہاں زندگیاں گزارتے تھے اور ساروں نے متفقہ طور پر رسولِ کریم ﷺ کو اس ریاست کے سربراہ کے طور پر منتخب کیا۔ تو اسلامی حکومت کی مثال میثاقِ مدینہ کی ہے۔ اُس وقت سارے لوگ بڑے اچھے ماحول میں ایک دوسرے کے ساتھ رہتے رہے ماسوائے اُن کے جنہوں نے اس معاہدہ کی پاسداری نہیں کی اور قانون کی خلاف ورزی کی۔ تو اسلامی معاشرہ کا وہ ایک ماڈل تھا۔ یہی وہ ماڈل ہے جس کے متعلق عمران خان کہتا ہے کہ وہ پاکستان میں قائم کرنا چاہتا ہے جس میں وہ ابھی تک کامیاب نہیں ہو سکا۔

جہاں تک خاندانوں اور گھروں کا تعلق ہے تو اس کے متعلق اسلام کہتا ہے کہ آپ کو اپنی عورتوں کو عزت دینی چاہیے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عورت کی عزت کرو، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنت ماں کے قدموں تلے ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ بچوں کی پرورش اور تربیت میں عورتوں کا بہت اہم کردار ہے۔ پھر اسلام نے طلاق کی اجازت تو دی کہ اگر میاں بیوی کے درمیان مفاہمت نہیں ہوتی تو طلاق کی اجازت ہے لیکن اس کے باوجود طلاق کو ناپسندیدہ فعل قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے طلاق کو پسند نہیں فرمایا۔ پس خاندان کے تعلق میں یہ اسلامی تعلیمات ہیں۔ اسی طرح دوسرے معاملات کے متعلق بھی کامل رہنمائی فرمائی مثلاً تجارت ہے۔ اس کے متعلق اسلام کہتا ہے کہ ایمانداری کے ساتھ تجارت کریں۔ ایک مرتبہ رسولِ کریم ﷺ بازار تشریف لے گئے اور وہاں گیہوں کے ڈھیر میں ہاتھ ڈالا تو پتہ چلا کہ ڈھیر کے نیچے دانوں کا معیار اور تھا اور اوپر والے دانوں کا معیار اور تھا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم تو لوگوں کو دھوکا دے رہے ہو جس کی ہرگز اجازت نہیں ہے۔ اس کی تمہیں سزا ملے گی۔ تو اسلام نے ہر لحاظ سے لوگوں کی رہنمائی کی ہے۔ اس لیے اگر اسلامی تعلیمات پر حقیقی طور پر عمل کیا جائے تو تمام لوگ انتہائی امن کے ساتھ زندگیاں گزار سکتے ہیں۔

☆ ایک صحافی نے سوال کیا کہ حضورِ انور دنیا میں امن کے قیام کے لیے کوششیں کر رہے ہیں۔ اس وقت دنیا کے حالات کافی خراب ہیں۔ شام میں جنگ ہو رہی ہے اور اسی طرح دنیا کو اور بھی کئی مسائل کا سامنا ہے۔ چنانچہ ان حالات کے حوالہ سے حضورِ انور کا کیا نظریہ ہے اور ہم کس طرح امن کا قیام کر سکتے ہیں؟

اس پر حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: اگر لوگوں اور دنیا کے رہنماؤں نے اپنے خالق اور اُس کی مخلوق کے حقوق کی ادائیگی کی ذمہ داری کو نہ سمجھا تو دنیا میں ایک بہت بڑی تباہی آئے گی جس پر قابو پانا کسی کے لیے بھی ممکن نہ ہوگا۔ آجکل ہر کوئی دوسرے کی کمزوریوں کی نشاندہی کرتا ہے کہ فلاں کا قصور ہے یا فلاں کی غلطی ہے لیکن اپنے گریبان میں کوئی نہیں جھانکتا۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے کی بجائے ہمیں دوسروں کے حقوق کی ادائیگی کرنی چاہیے۔ یہی واحد حل ہے۔ لیکن موجودہ حالات میں اس اصول پر عمل کرنا نہایت مشکل ہو چکا ہے۔ ان تعلیمات پر مسلمان ممالک عمل نہیں کر رہے اور ہم احمدی مسلمان ان تعلیمات پر عمل کرتے ہیں اور ان کی تبلیغ کرتے ہیں۔ اگر اِس اُصول پر عمل نہ کیا گیا تو دنیا تیسری جنگِ عظیم ہوتا دیکھے گی۔ اگر حکومتوں نے اپنی پالیسیاں اور حکمتِ عملیاں نہ بدلیں تو آپ بھی اس کے نتائج جلد ہی دیکھ لیں گے۔ بلکہ کسی حد تک تو یہ جنگ شروع بھی ہو چکی ہے۔ شام کی جنگ کی وجہ سے کئی دوسرے ملک بھی اس کا حصہ بن گئے ہیں۔ لاوا اُبلنا شروع ہو گیا ہے اور کسی وقت بھی پھٹ سکتا ہے۔

یہ پریس کانفرنس چار بجکر 55 منٹ تک جاری رہی۔

پریس کانفرنس کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز میٹنگ روم میں تشریف لے آئے جہاں ڈاکٹر کاترینہ Dr.Katrina Lantos Swett نے حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ ملاقات کی۔ موصوفہ ''Tom Lantos Foundation for Human Rights and Justice'' کی پریذیڈنٹ ہیں اور قبل ازیں Capitol Hill یو ایس اے کے پروگرام جس میں حضورِ انور نے خطاب فرمایا تھا اور پیس کانفرنس لندن میں شامل ہو چکی ہیں۔

ڈاکٹر کاترینہ خصوصی طور پر اپنے شیڈیول میں تبدیلی کر کے حضورِ انور سے ملاقات اور مسجد کی افتتاحی تقریب میں شمولیت کے لیے New Hampshire سے آئی تھیں۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ آپ کا شکریہ کہ آپ نے یاد رکھا اور خصوصی طور پر ملنے کے لیے آئی ہیں۔

موصوفہ نے عرض کیا کہ حضورِ انور امریکہ کے لیے روحانی مرہم ہیں اور امریکہ کو اس وقت حضورِ انور کی رہنمائی اور قیادت کی اشد ضرورت ہے۔

حضورِ انور نے فرمایا: ہم تو امن چاہتے ہیں اور امن کے قیام کے لیے کوشاں ہیں۔ لیکن امن کی طرف قدم بڑھایا نہیں جا رہا۔

حضورِ انور نے فرمایا: میں نے پریس کو بھی کہا ہے کہ اگر ہم نے امن کے قیام کی طرف توجہ نہ کی تو ہم ایک عالمی جنگ کی طرف جا رہے ہیں۔ اور اب تو بعض دوسرے ذمہ دار لوگ بھی اس بات کا اظہار کر رہے ہیں کہ اب عالمی جنگ کے خدشات ہیں۔

موصوفہ نے احمدیوں پر ہونے والے مظالم کے حوالہ سے عرض کیا کہ حضورِ انور بے شک ہمت اور صبر کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔ حضورِ انور نے فرمایا پاکستان میں احمدیہ کمیونٹی سٹیٹ پرسی کیوشن کا سامنا کر رہی ہے۔ وہاں قوانین کے ذریعہ احمدیوں کے حقوق سلب کیے گئے ہیں۔

حضورِ انور نے فرمایا: اس وقت جو دنیا کے حالات ہیں ہم کمیونٹیز میں نفرت کے بیج بو رہے ہیں۔ جو اقدام اُٹھائے جا رہے ہیں اس سے امن تو قائم نہیں ہوگا۔ حضورِ انور نے فرمایا یہ بڑے ممالک کی ذمہ داری ہے اور لیڈر ہونے کی حیثیت سے آپ لوگوں کی ذمہ داری ہے کہ دیکھیں کہ کس طرح امن کی طرف قدم اُٹھانا ہے۔

حضورِ انور نے فرمایا ہمیں آپ کی طرح کام کرنے والے مزید لوگ چاہئیں نہ صرف امریکہ میں بلکہ دنیا کے اور دوسرے ممالک میں بھی۔

موصوفہ نے حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو مساجد کے افتتاح پر مبارکباد پیش کی اور بتایا کہ حضورِ انور نے یو ایس اے ایمبیسیڈر اور دیگر کانگرس کے ممبران سے جس طرح مذہبی آزادی کے حوالہ سے بات کی اُس سے انہیں بہت خوشی ہوئی ہے۔

موصوفہ نے حضورِ انور سے واپسی پروگرام کے حوالہ سے دریافت فرمایا جس پر حضورِ انور نے فرمایا۔ اس سوموار کو واپس جا رہا ہوں۔

یہ ملاقات پانچ بج کر دس منٹ تک جاری رہی۔ آخر پر موصوفہ نے تصویر بنوانے کی سعادت پائی۔

بعد ازاں ملک گیمبیا (Gambia) کے ایمبیسیڈر برائے یو ایس اے Hon.Dawda Federa نے حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ملاقات کا شرف پایا۔ ملاقات میں موصوف کی اہلیہ اور پولیٹیکل کونسلر بھی شامل تھے۔

نئی حکومت کے حوالہ سے بات ہوئی کہ کس طرح کام کر رہی ہے۔

حضورِ انور نے فرمایا: اب گیمبیا میں ہم اپنا tv چینل کھول رہے ہیں۔ ہم گیمبین tv کی بھی مدد کر رہے ہیں۔ وہاں ان کو ٹیکنیک سکھا رہے ہیں اور تعاون پیش کر رہے ہیں۔

ایمبیسیڈر موصوف نے عرض کیا کہ جماعت نے جو وہاں سکول اور ہسپتال کھولے ہیں اس کا ملک کو بہت فائدہ ہوا ہے۔ اور ایجوکیشن ہی ملک کی ترقی کی بنیاد ہے۔ جماعت کا جو سکول (بانجل) تالنڈ تنگ کنجا تنگ میں ہے، وہ ملک میں بہترین سکول ہے۔

حضورِ انور نے فرمایا: ہم خدا کی خاطر مدد کرتے ہیں اور خدا کی رضا کے حصول کے لیے کام کرتے ہیں۔ جبکہ دوسرے لوگوں کا انٹرسٹ اور ہوتا ہے۔

گیمبیا کے ایمبیسیڈر کی حضورِ انور سے یہ ملاقات پانچ بج کر پندرہ منٹ تک جاری رہی۔ آخر پر موصوف اور ان کی اہلیہ نے حضورِ انور کے ساتھ تصویر بنوانے کی سعادت پائی۔

اس کے بعد پروگرام کے مطابق کانگرس مین Gerry Connolly نے حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے شرف ملاقات پایا۔

موصوف کے سوال پر حضورِ انور نے فرمایا۔ تین ہفتہ قبل امریکہ میں آئے تھے۔ اس دوران گوئٹے مالا بھی گئے اور وہاں ہم نے ایک ہسپتال تعمیر کیا ہے۔ اس کا افتتاح کیا۔

اس پر موصوف نے عرض کیا کہ گوئٹے مالا بڑا خوبصورت ملک ہے۔ حضورِ انور نے فرمایا بڑا خوبصورت ہے۔

موصوف نے عرض کیا کہ اب آئندہ تین دن تک ملک میں الیکشن ہو رہا ہے اس پر حضورِ انور نے فرمایا میں اس سے ایک دن قبل جا رہا ہوں۔

حضورِ انور کے استفسار پر موصوف نے بتایا کہ ان کے حلقہ میں آٹھ لاکھ کے قریب لوگ ہیں اور غالباً ووٹر ٹرن آؤٹ پچاس فیصد رہا۔

اس پر حضورِ انور نے فرمایا اس کا مطلب ہے کہ اگر اب الیکشن کے وقت ووٹر ٹرن آؤٹ میں اضافہ ہوا تو جیتنا آسان ہوگا۔ اگر ووٹر کو گھر سے لے آئیں تو پھر آپ جیت جائیں گے۔

موصوف نے جماعت کے حوالہ سے عرض کیا کہ یہاں امریکہ میں آپ کی کمیونٹی ترقی کر رہی ہے۔

اس پر حضورِ انور نے فرمایا: یہاں بھی اور ہر جگہ ترقی کر رہی ہے۔ ہر سال پانچ چھ لاکھ لوگ جماعت میں شامل ہوتے ہیں۔ بہر حال جماعت ترقی کر رہی ہے۔ یہ ملاقات پانچ بج کر بیس منٹ تک جاری رہی۔ آخر پر موصوف نے حضورِ انور کے ساتھ تصویر بنوانے کی سعادت پائی۔

بعد ازاں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز لائبریری میں تشریف لے آئے جہاں آج کی افتتاحی تقریب کے لیے آنے والے بعض حکومتی افراد اور مہمانوں نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ملاقات کی سعادت حاصل کی۔

ملاقات میں درج ذیل مہمان شامل ہوئے۔

1۔ Hala Ayala ممبر آف ورجینیا ہاؤس آف ڈیلیگیٹس

2۔ Ruth Anderson ممبر آف پرنس ولیم کاؤنٹی بورڈ آف سپروائزرز

3۔ Jeanette Rishell میئر آف Manassas Park

4۔ Maureen Caddigan، ممبر آف پرنس ولیم کاؤنٹی بورڈ آف سپروائزر

5۔ Corey Stewart چیئرمین آف پرنس ولیم کاؤنٹی بورڈ آف سپروائزرز۔

6۔ Martin Nohe ممبر آف پرنس ولیم کاؤنٹی بورڈ آف سپروائزرز

7۔ Jeremy McPike سینیٹر برائے سٹیٹ آف ورجینیا

8۔ Dawda Fadera، ایمبیسڈر آف دی گیمبیا

9۔ Adam Manne۔ یہودی آرگنائزیشن Nershalom Virginia کے وائس پریذیڈنٹ

10۔ Kathleen Smith ممبر آف فیئر فاکس کاؤنٹی بورڈ آف ڈائریکٹرز

11۔ Elizabeth Guzman ممبر آف ورجینیا ہاؤس آف ڈیلیگیٹس

12۔ ڈاکٹر Katrina Lantos Swett پریذیڈنٹ آف Tom Lantos Foundation برائے عدل و انسانی حقوق۔

13۔ عبدالعزیز Sachedina چیئر آف اسلامک سٹڈیز، جارج میسن یونیورسٹی

14۔ آنریبل Gerry Connolly یو۔ایس کانگریس مین

☆ ملاقات کے دوران تمام مہمانوں نے اپنا تعارف کروایا۔

☆ پرنس ولیم کاؤنٹی کے چیئرمین بورڈ آف سپروائزرز نے کہا کہ میں حضور انور کو اس کاؤنٹی میں خوش آمدید کہتا ہوں۔ میں اس سال سینیٹ کی سیٹ کے لیے بھی حصہ لے رہا ہوں۔ اور اس کے لیے حضور انور کی خدمت میں دعا کی درخواست کرتا ہوں۔

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فضل فرمائے۔

☆ Martin Nohe نے کہا کہ میں بھی پرنس ولیم کاؤنٹی بورڈ کا ممبر ہوں۔ مجھے بھی احمدیوں کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا ہے اور میرے لیے اللہ تعالیٰ کے گھر کی تعمیر کے خواب کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے کام کرنا باعثِ فخر ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دریافت فرمانے پر موصوف نے کہا کہ میری کاؤنٹی میں بھی احمدی موجود ہیں۔ اتنی زیادہ تعداد تو نہیں ہے لیکن ان کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ: اس میں مزید اضافہ بھی ہوگا کیونکہ کافی مہاجرین یہاں آ رہے ہیں۔

اس پر موصوف نے عرض کیا کہ ہماری کاؤنٹی میں پہلے مختلف مذاہب اور اقوام سے تعلق رکھنے والے لوگ بہت کم تھے لیکن اب ہماری کاؤنٹی میں ایسے لوگوں کا بڑی تیزی کے ساتھ اضافہ ہوا ہے جس سے ہماری کاؤنٹی کی diversity میں کافی اضافہ ہوا ہے۔

☆ Dawda Fadera گیمبین ایمبیسیڈر مع اہلیہ اس میٹنگ میں شامل ہوئے۔ موصوف نے کہا ہم اپنے ملک گیمبیا میں جماعت احمدیہ کی موجودگی سے ہسپتالوں، سکولوں اور مساجد کے ذریعہ بے پناہ فائدہ حاصل کر رہے ہیں۔ جماعت احمدیہ ہمارے ملک میں لوگوں پر نہایت مثبت اثر چھوڑ رہی ہے۔ گیمبین حکومت اور جماعت احمدیہ کے تعلقات نہایت مضبوط ہیں، اور انہی تعلقات کی بنا پر میں آج یہاں حاضر ہوا ہوں۔ اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے موصوف کا شکریہ ادا کیا۔

☆ بابر لطیف صاحب چیئرمین آف سکول بورڈ اِن پرنس ولیم کاؤنٹی نے کہا کہ میں حضور انور کو یہاں خوش آمدید کہتا ہوں۔ ہمارے سکول سسٹم میں 91 ہزار طلباء تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور ان میں سے کافی احمدی ہیں۔

☆ Adam Manne صاحب synagogue کے نمائندہ تھے۔ انہوں نے کہا میں یہودی کمیونٹی کی طرف سے دعوت پر آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔

☆ ڈاکٹر Katrina Lantos نے اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہا آپ کی کمیونٹی اس ملک کی ترقی میں بہت اہم کردار ادا کر رہی ہے۔ اس لیے آپ کی یہاں تشریف آوری پر میں آپکا شکریہ ادا کرتی ہوں اور آپ کی تشریف آوری ہمارے لیے باعثِ فخر ہے۔

مہمانوں کے ساتھ یہ ملاقات پانچ بج کر پینتیس منٹ تک جاری رہی۔

(باقی آئندہ)

شہسوارِ علم و حکمت اور وہ سلطان القلم

گھپ اندھیرا تھا جہالت کا ، دِیا جلنا ہی تھا
منزلِ مقصود پر جانا تھا تو چلنا ہی تھا
کفر اور تثلیث کے سورج کو بھی ڈھلنا ہی تھا
اور خدا نے اپنا وعدہ پورا تو کرنا ہی تھا

ربِ کعبہ کی طرف سے آیا وہ بن کر حکم
شہسوارِ علم و حکمت اور وہ سلطان القلم

بستیٔ گمنام کا باسی وہ اک سادہ مزاج
ٹھیک کرتا تھا وہ روحانی مریضِ لاعلاج
یوں دفاعِ دیں کیا کہ رکھ لی دینِ حق کی لاج
سر پہ جو پگڑی تھی گویا وہ دلائل کا تھا تاج

اس طرح اسلامیانِ ہند کا رکھا بھرم
شہسوارِ علم و حکمت اور وہ سلطان القلم

تھی حرا کے چاندؐ سے اس کی محبت لازوال
عشق ایسا تھا کہ شاید ہی ملے اس کی مثال
اپنی عزت کا نہیں ، تھا اس کی عزت کا خیال
رشک آیا سب کو ایسا عشق میں پایا کمال

تھا اسی نسبت سے مولا کی نظر میں محترم
شہسوارِ علم و حکمت اور وہ سلطان القلم

اس قدر لکھا ہے اس نے دینِ حق کے واسطے
کوئی بھی اس نے رمق چھوڑی نہ شک کے واسطے
تھا قلم محبوب اس کا ہر ورق کے واسطے
اسکی ہر تحریر تھی ربِ فلک کے واسطے

مسکرا کر اس نے کھائے کفر کے تیرِ ستم
شہسوارِ علم و حکمت اور وہ سلطان القلم

بعد اس کے قدرتِ ثانی کا دورِ پُروقار
ہم خزاں زادوں کو بخشی حق تعالیٰ نے بہار
اس بہارِ جانفزا کی وسعتوں کا کیا شمار
ہم کو ہے اس سے محبت اور اس کو ہم سے پیار

اے خدا آباد رکھنا یہ وفاؤں کا ارم
شہسوارِ علم و حکمت اور وہ سلطان القلم

(عبدالکریم قدسی)

''زار بھی ہوگا تو ہوگا اُس گھڑی باحالِ زار''

(وسیمہ اُپل، آسٹریلیا)

سرزمینِ ہندوستان کے ایک دُور دراز چھوٹے سے گاؤں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کے حقیقی اور کامل غلام کو نبوت کی خلعت عطا فرمائی اور اسے سنّتِ انبیاء کے عین مطابق صداقت کے بہت سے نشانوں میں سے ایک قسم کے نشان آئندہ کی پیشگوئیوں کی صورت میں عطا فرمائے۔ انہیں کشوف و الہامات کے ذریعے مستقبل کے واقعات اور کئی شخصیات کے انجام کے بارے میں اطلاع دی گئی۔ اللہ کے اس نیک بندے اور دورِ حاضر کے نبی کا نام مرزا غلام احمد قادیانی تھا اور آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی غلامی میں آخری زمانے کے مسیح و مہدی اور امام کے طور پر مبعوث ہوئے۔ آپؑ نے اللہ تعالیٰ سے خبر پاکر بہت سی پیشگوئیاں فرمائیں جو بعض آپؑ کی زندگی میں بڑی شان سے پوری ہوئیں اور بعض اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے مطابق آپ کے اس دارِ فانی سے کوچ کر جانے کے بعد۔ آپؑ کی کتاب براہین احمدیہ جلد پنجم (سن طباعت 1905ء) میں ان میں سے بہت سے نشانات کا ذکر تفصیل سے موجود ہے۔ اس کتاب کے آخر میں منظوم مناجات کی صورت میں خدا تعالیٰ کے احسانات کا شکر ادا کیا گیا ہے نیز چند ایسے نشانات اور پیشگوئیوں کا ذکر ہے جن کا جلد ظاہر ہونا مقصود تھا۔ ان میں دنیا پر آنے والی ایک بہت بڑی، قیامت خیز تباہی اور نیز اُس وقت کی ایک سپر پاور کے شہنشاہ یعنی زارِ روس کی کسمپرسی کا واضح ذکر موجود ہے۔ اُس وقت کسی کے گمان میں بھی نہ تھا کہ انسانوں پر جنگِ عظیم کی صورت میں اس قدر بڑی تباہی آئے گی اور زارِ روس 'باحالِ زار' ہوگا مگر بقول رومیؒ 'گفتہ اُو گفتہ اللہ بود، گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود' یہ سب تو ہو کر ہی رہنا تھا۔ چنانچہ چشمِ فلک نے یہ نظارہ دیکھا کہ اس 'عبد اللہ' کے منہ سے نکلے یہ الفاظ حرف بہ حرف پورے ہوئے۔ گزشتہ سال (2018ء) میں اس پیشگوئی کو مزید تقویت اس طرح ملی جب زارِ روس کے بارہ میں کچھ ایسے حقائق منظر عام پر لائے گئے جن کے بارہ میں اکثر دنیا کو اب تک بے خبر رکھا گیا تھا۔ یقیناً اس کے حالات اس کی حالتِ زار پر گواہ تھے۔

اگر ہم ماضی میں سفر کرتے ہوئے انیسویں صدی کے آخری حصّہ سے بیسویں صدی کے شروع میں پہنچیں تو ہمیں روس کے بادشاہ نکولس دوم اور آخری زار اور اُس کے خاندان کی دکھ بھری زندگی اور المناک انجام کی ایک مکمل تصویر نظر آتی ہے جس کے بکھرے ہوئے اوراق کو لندن کے سائنس میوزیم کی گیلری میں رکھا گیا ہے۔ یہ نمائش 24 مارچ 2019ء تک منظرِ عام پر رہے گی اور لوگ اُن حقائق کو جان سکیں گے جو سو سال تک دنیا کی نظروں سے اوجھل رہے۔ اس مضمون میں مذکور زیادہ تر معلومات اسی نمائش سے اخذ کی گئی ہیں۔

دنیا کا سب سے بڑا ملک روس 1900ء سے 1918ء کے دوران سیاسی اور سماجی افراتفری اور فساد کا شکار رہا۔ یہی وہ دور ہے جس میں یہاں کے شاہی خاندان کی صف لپیٹ رہی تھی اور دنیا میں پہلی جنگِ عظیم اپنی تباہی پھیلا رہی تھی۔ زارِ روس اور اُس کا خاندان اپنے اکلوتے بیٹے اور تخت کے وارث Alexei کی اُس بیماری کے باعث رنج والم میں گرفتار تھا جس کا کوئی علاج ممکن نہ تھا اور اُسے لگنے والی ذرا سی چوٹ بھی مسلسل خون بہتے رہنے سے اُس کی جان لے سکتی تھی۔ اسی دوران مارکس کے نظریہ اشتراکیت کی مقبولیت کے باعث انقلاب کے آثار ظاہر ہوئے جو بالآخر زار کی حکومت کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہوئے۔ تاریخ کے انہی حقائق اور زار کے خاندان کی المناک ہلاکت کے معمہ کو اس نمائش میں حل کیا گیا ہے جو The Last Tsar Blood and Revolution سے معنون ہے۔

آج اگر ہم روس کی اہم عمارتوں کا ذکر کریں اور چشمِ تصوّر میں شہر سینٹ پیٹرزبرگ جائیں تو گنبدوں اور اونچے میناروں والی خوبصورت عمارتیں ہمارا استقبال کرتی دکھائی دیں گی۔ لیکن کیا معلوم تھا کہ ان عظیم الشان عمارتوں کے پیچھے اور ان کے تہ خانوں میں کتنی المناک داستانیں مدفون ہیں۔ یہ شہر 1703ء میں مشہور بادشاہ پیٹر زارِ روس نے آباد کیا تھا جس نے اس کا نام Nyen سے بدل کر St.Petersburg رکھا۔ زارِ روس پیٹر نے جو پہلی عمارت بنائی وہ پیٹر اور پال قلعہ کے نام سے مشہور ہے۔ ایک دوسری اہم عمارت پیٹر اور پال کیتھڈرل ہے جہاں پیٹر دوم کے علاوہ تمام زارِ روس آسودہ خاک ہیں۔ اس کے علاوہ آخری زار روس جس کا ذکر ابھی کیا جائے گا یعنی نکولس دوم (Nicholas II) اور اُس کے خاندان کے اکثر افراد کی ہڈیاں اس کے قتل کے لگ بھگ اسی سال کے بعد کسی دوسری جگہ سے کیتھڈرل کے قریب St.Catherine Chapel میں منتقل کی گئیں۔ یہ تقریب 17 جولائی 1998ء کو عمل میں لائی گئی۔

روس کا ایک اور اہم شہر Yekaterinburg ہے جو Ural پہاڑوں کے مشرق میں واقع ہے۔ یہ شہر زارِ روس پیٹر نے اپنی بیوی Yekaterine کے نام پر تعمیر کروایا جو اُس کی وفات کے بعد کیتھرین اوّل کہلائی۔ اس شہر کی اہمیت اس وجہ سے ہے کہ رشیا کے انقلاب کے بعد معزول زارِ روس اور اُس کے خاندان کو اس شہر میں قید کر دیا گیا تھا۔ اسی شہر میں وہ خوفناک گھر Ipatiev House ہے جس میں سارے خاندان کو تہ خانے میں کئی مہینے کے لیے بند کر دیا گیا اور پھر انتہائی رازداری اور سفّاکی کے ساتھ انہیں موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا۔ اسی شہر میں ایک اور اہم چرچ Church on the blood کہلاتا ہے جو اکیسویں صدی میں عین اُسی مقام پر تعمیر کیا گیا جہاں اس خاندان کو قتل کیا گیا تھا۔ اسی کے قریب ایک میوزیم ہے جس کے ایک ہال کا نام ''رومانووکا ہال'' (Hall of Romanovs) ہے۔ Romanovs زارِ روس کے خاندان کا نام تھا۔ اس ہال میں زارِ روس کے خاندان سے تعلق رکھنے والے نوادرات رکھے گئے ہیں۔

رومانوو شاہی خاندان کی حکومت 1613ء میں شروع ہوئی تھی۔ پیٹر جسے Peter the Great کہتے تھے اُس نے مطلق العنان نظام حکومت (autocracy) کو قائم کیا اور ریاستی نظام کو ترقی دے کر روس کو دنیا کا سب سے بڑا ملک بنا دیا۔ اس کا حدود اربعہ Baltic Sea سے لے کر Pacific Sea تک پھیلا ہوا تھا۔ اتنی بڑی سلطنت ہونے کے باوجود انہیں مسلمانوں کی سلطنت عثمانیہ سے خوف رہتا تھا۔ پیٹر نے St.Petersburg شہر اسی لیے تعمیر کیا تا یورپ اور سلطنت عثمانیہ پر نظر رکھ سکے اور کسی بھی حملے کے پیش نظر ملک کا دفاع کیا جا سکے۔

روس کا بادشاہ یعنی زار روس سلطنت اور چرچ دونوں کا سربراہ کہلاتا تھا۔ گویا کہ زار ایک ہی وقت میں بادشاہ اور پوپ بھی ہوتا تھا۔ لیکن انیسویں صدی میں کارل مارکس کے نظریہ اشتراکیت کے فروغ اور مذہب کو بے دخل کرنے کی مہم کے نتیجہ میں ایک خونی انقلاب کے بعد یہ سب ختم ہو گیا۔

نکولس دوم یعنی آخری زار کی بادشاہت کا زمانہ 1894ء میں شروع ہوا۔ اس کی شادی ایک جرمن خاتون الیگزینڈرا سے ہوئی جو ملکہ وکٹوریہ کی نواسی تھی۔ شادی کے بعد یکے بعد دیگرے اُن کی چار بیٹیاں (Olga,Tatiana,Maria اور Anastasia) پیدا ہوئیں۔ بظاہر یہ ایک خوش باش خاندان نظر آتا تھا لیکن اندر کی کہانی کچھ اور تھی۔ ہر بیٹی کی پیدائش پر زارینہ یعنی زار کی بیوی کی ذہنی پریشانی میں اضافہ ہوجاتا کیونکہ زار کے درباری، شاہی خاندان کے کرتے دھرتے اور عوام بادشاہت کو اس خاندان میں قائم و دائم رکھنے کے لیے امید رکھتے تھے کہ ان کے بادشاہ کے ہاں بیٹے کی ولادت ہوگی۔ نکولس جسے اپنے خطابات ''خدا کے فضل سے بادشاہ''، ''مطلق العنان حکمران''، ''زارِ روس'' اور ''عظیم بلند مرتبت'' پر بہت ناز تھا بہت پریشان رہنے لگا۔ ان حالات میں زارینہ بھی بہت زیادہ ذہنی دباؤ کا شکار رہنے لگی کیونکہ روسی قوم اس خاندان سے اپنے آئندہ بادشاہ کو دنیا میں لانے کی امید لگائے بیٹھی تھی۔ زار نکولس اپنی بیوی کی حالت سے پریشان ہوکر ڈاکٹروں اور طبیبوں کو شاہی محل میں طلب کرتا رہتا۔ اُن کا ذاتی ڈاکٹر Eugene Botkin دواؤں سے ذہنی پریشانی کا علاج کرتا رہا مگر زارینہ کے اعصاب کو سکون نہ ملا اور لوگوں میں مشہور ہونے لگا کہ زارینہ ذہنی مریضہ ہوچکی ہے۔

روسی مطلق العنان بادشاہت کے مختلف ادوار میں مخالفین کو جیلوں اور قیدِ تنہائی میں رکھ کر پاگل بنادیا جاتا تھا اور بہت سے لوگ جن میں نوجوان خواتین بھی شامل تھیں اس ظلم کا شکار ہوکر خودکُشی کا انتہائی قدم بھی اٹھا چکی تھیں۔ سائنس میوزیم لندن کی نمائشی گیلری میں 26 سالہ طالبہ ماریہ کی تصویر اور قیدخانہ میں دردناک موت کا حال بھی درج ہے۔ یہ قید تنہائی کا Trubetskoy کے قیدخانہ میں کوئی اکیلا واقعہ نہ تھا بلکہ بے شمار لوگ ایسے حالات کی وجہ سے خودکُشیاں کر چکے تھے۔ لیکن زارینہ کی ذہنی کیفیت کسی قید تنہائی کے باعث نہ تھی بلکہ یہ دُکھ اُس کے لیے پریشانی پیدا کر رہا تھا کہ روس کی مملکت کے لیے اور اُس کے خاوند کی بادشاہت کے لیے ایک وارث بہت ضروری ہے۔

بادشاہت کا وارث

زار نے اپنی بیوی کے لیے ڈاکٹر اور مختلف روحانی معالج اکٹھے کر رکھے تھے تا کہ اُس کو ذہنی اذیت سے نکالا جاسکے۔ 1902ء میں ایک ''جعلی پیر'' Monsieur Phillip نے کہا کہ وہ زارینہ کی نفسیاتی بیماری کا معجزانہ علاج جانتا ہے جس سے نہ صرف ملکہ کی بیماری دور ہو گی بلکہ ملکہ کے ہاں بیٹا بھی پیدا ہو گا۔ لیکن اُس کے علاج سے ملکہ کی حالت مزید خراب ہوگئی اور اُسے یہ وہم ہونے لگا کہ وہ حمل سے ہے جو کہ ایک Phatom یعنی صرف تصوّراتی کیفیت سے زائد کچھ نہ تھی۔ بہر کیف دو سال گزرنے کے بعد 1904ء میں زار کے ہاں اُس کا وارث Tsarevich Alexei پیدا ہوا۔ محل میں بہت بڑے جشن کا اہتمام ہوا اور مملکت میں خوشی کی لہر دوڑ گئی کہ زار کی بادشاہت کو استحکام حاصل ہوجائے گا۔ مگر اصل حقیقت کچھ اَور تھی۔ خدا کی قدرت دیکھیں کہ اس بچے کو ایسی موروثی بیماری تھی جس کو haemophilia کہتے ہیں۔ اس بیماری میں ذرا سی چوٹ لگنے سے خون بند نہیں ہوتا اور موت واقع ہوسکتی ہے۔ اُس زمانے میں کم ہی لوگ اس سے واقف تھے۔ یہ ایک لاعلاج بیماری تھی۔

زارینہ کے لیے یہ بات ایک بہت بڑا صدمہ تھا جس سے اس کی ذہنی اذیّت میں مزید اضافہ ہوا۔ وہ اس بیماری کے بارہ میں جانتی تھی کیونکہ یہ نہ صرف اُس کی نانی ملکہ وکٹوریہ کے خاندان میں موجود تھی بلکہ اُس کا ایک ماموں، ایک بھائی اور ایک بھتیجا اس بیماری کا شکار ہو کر اس جہانِ فانی سے کوچ کر چکے تھے۔ چونکہ یہ ایک موروثی بیماری تھی اس لیے یہ زارینہ کی وساطت سے اُس کے بچے Alexei کو منتقل ہوئی۔ شہزادے کی اس بیماری کو مکمل صیغۂ راز میں رکھنا بہت ضروری تھا۔ نکولس زار کی ڈائری کا وہ حصہ بھی سائنس میوزیم میں رکھا گیا ہے جس میں ان دردناک حالات کا تذکرہ موجود ہے کہ زار اور اس کا خاندان کس کرب کی حالت سے گزرے جب ولادت کے بعد Alexei کے پیٹ کے umbilical cord کا خون رکنے میں نہ آتا تھا اور پھر اس کے بعد اس زخم کو مندمل کرنے کے لیے ڈاکٹروں کی ایک ٹیم کتنا ہی عرصہ کوششوں میں مصروف رہی۔

زار کی گھریلو زندگی اور رنج والم

زار اور زارینہ کو اپنے سر پر تکلیف اور پریشانی کی تلوار لٹکتی نظر آنے لگی اور انہیں اپنی بادشاہت اور سیاسی زندگی خطرے میں محسوس ہونے لگی۔ اُن کی زندگی سے سکون رخصت ہو چکا تھا۔ وہ لوگوں کے درمیان خود کو خوش رکھنے کی کوشش میں مصروف رہتے لیکن ساتھ ہی ساتھ ہر وقت بچے کی حفاظت ان کی اولین ترجیح ہوتی۔ روس میں کسی بھی قسم کی معذوری اور بیماری کو نہ صرف بُراشگون بلکہ خدا کی طرف سے سزا سمجھا جاتا تھا اور اس بات کا کوئی تصوّر نہ تھا کہ زارِ روس کا اکلوتا بیٹا اور شاہی تخت کا وارث کسی قسم کی بیماری کے ساتھ پیدا ہوا ہوگا۔

Tannenberg کے محاذ کے بعد رشیا کے قید ہونے والے فوجی

زار روس نے بچے کو محفوظ رکھنے کے لیے ہر قسم کے انتظامات کر رکھے تھے۔ اُس کی تصاویر بھی بڑی احتیاط سے لی جاتیں اور عوام کو دکھائی جاتیں تا کسی قسم کے haemorrhage (وہ سُرخ، نیلے نشان جو کسی معمولی ضرب سے جلد پر پڑتے ہیں) کا نشان کسی تصویر میں دکھائی نہ دے۔ زار روس لوگوں کے سامنے بچے کو ہمیشہ خود گود میں اٹھائے رکھتا یا بہت محفوظ پالکی میں لے کر اُسے سیر کروائی جاتی۔ اُس کی بہنیں ہمیشہ اُس کے ارد گرد رہتیں اور معبودانہ حد تک اس سے محبت کرتیں۔ لندن میوزیم میں زار کی وہ تصویر بھی رکھی گئی ہے جب وہ چھٹیوں کے دوران پولینڈ میں بچے کے ساتھ کشتی پر تھا اور اس کا ڈاکٹر Eugene Botkin بھی ساتھ موجود تھا۔ اس سفر کے دوران کشتی کو ایک حادثہ پیش آیا حادثے میں بچے کو چوٹ لگی اور وہ موت کے منہ سے واپس آیا۔ اس حادثے کی خبر 1908ء میں پہلی بار منظرِ عام پر آئی مگر حقیقت کا کسی کو علم نہ ہوا۔

ان حالات نے زار اور اُس کے خاندان کو مجبور کر دیا کہ وہ اس شہر کو چھوڑ کر ایک گاؤں کی خاموش فضا میں گھر بنالیں اور عوام اور محل کی تقریبات سے جس قدر ممکن ہو دُور رہیں۔ کیونکہ ڈاکٹروں کے ہر وقت شاہی محل میں آنے جانے سے عوام الناس اور درباریوں میں شکوک وشبہات جنم لے رہے تھے۔ خاص طور پر بدنامِ زمانہ Rasputin کا ہر وقت محل میں آنا جانا عوام کو ایک آنکھ نہ بھاتا تھا۔ یہ شخص خود کو ''روحانی اور قدرتی'' طبیب کہتا تھا جو ایک طرف زار اور زارینہ سے مراعات حاصل کرتا تو دوسری جانب Alexei کو دَم کر کے ٹھیک کرنے کا ڈھونگ رچاتا۔ اُس کی آمد ورفت نے زار کی مقبولیت کو بہت نقصان پہنچایا اور لوگ زارینہ کے کردار پر شک کرنے لگے۔ دراصل عوام Alexei کی خطرناک اور جان لیوا بیماری سے ناواقف تھے اور زار اور زارینہ کی پریشانی اور دکھ بھری زندگی کا علم نہ رکھتے تھے۔

اس دور میں زار کے ساتھ تبّت سے تعلق رکھنے والے ایک اَور جعلی طبیب Pyotor Badmaeu کا نام بھی آتا ہے جو روس کے دارالحکومت سینٹ پیٹرزبرگ میں بڑی کامیاب پریکٹس بھی کرتا تھا۔ پریشان حال زار روس نکولس دوم نے اپنے بیٹے کی زندگی بچانے اور haemophilia بیماری کے علاج کے لیے اس تبّتی حکیم کی خدمات بھی حاصل کیں۔ وہ اکثر شاہی محل میں آتا اور جڑی بوٹیوں اور دیسی دواؤں سے Alexei کا علاج کرنے کی کوشش کرتا۔

جیسا کہ ذکر کیا جاچکا ہے کہ نکولس دوم اپنے بیٹے کی بیماری اور اپنی ملکہ کی پریشانی کی وجہ سے زیادہ تر دارالحکومت سے دُور رہتا تھا اس لیے آہستہ آہستہ اس کا رابطہ عوام سے کم ہوتا چلا گیا۔ فرانسیسی سفیر Maurice Paleologue کی ڈائری کے ایک صفحہ (جو لندن میوزیم میں رکھا گیا ہے) سے زار کی ''حالتِ زار'' اور ذہنی پریشانی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ

«During recent months Emperor suffered from nervous maladies, which betray themselves in unhealthy excitement, anxiety, loss of appetite, depression and insomnia. The Emperor would not rest until he had that quack Badmaew».

(Diary of Maurice Paleologue:6Nov.1916)

ترجمہ: ''حالیہ چند مہینوں میں بادشاہ ذہنی بیماریوں کا شکار ہوگیا جس کے باعث اسے ذہنی تناؤ، دکھ کا سامنا رہا۔ اُس کی بھوک ختم ہوگئی اُسے پریشانی رہنے لگی اور نیند نہ آتی تھی۔ بادشاہ اُس وقت تک آرام نہ کرتا جب تک اُس جعلی (حکیم) Badmaew کو نہ مل لیتا۔''

زار اور سیاسی افراتفری

زار کی حیثیت روسی سلطنت میں ایک ایسے حکمران کی طرح تھی جو اپنی رعایا پر سیاسی قانونی اور مذہبی طور پر مکمل اختیار رکھتا تھا۔ اُس کو بہت مقدّس حیثیت دی جاتی تھی۔ لوگ اس کو خدا کا درجہ دیتے تھے اور گویا اس کی پوجا کرتے تھے مگر انیسویں صدی کے آخر میں کارل مارکس کے نظریہ اشتراکیت نے مقبولیت پکڑی اور آہستہ آہستہ روس کی سیاست کا رُخ بدل ڈالا۔ چنانچہ حکومت اور معاشرے سے مذہب کو بے دخل کرنے کی سازش شروع ہوئی۔ لوگوں کو مذہب اور خدا کی ہستی سے دُور لے جانے کی تدابیر کارگر ہونے لگیں تو مذہبی رہنما یعنی بادشاہ سے نفرت اس کا لازمی نتیجہ بنا۔

1881ء میں اس سے قبل زارِ روس الیگزینڈر اوّل ایک خودکُش حملہ میں دارالحکومت میں مارا جاچکا تھا۔ اشتراکیت کے حامی اپنی تحریک کو لے کر آگے بڑھے اور جنوری 1905ء میں مزدوروں اور کارکنوں نے اپنے حقوق کے لیے ایک بہت بڑا احتجاجی مظاہرہ کیا۔ اس میں بادشاہ کے خلاف بھی آواز اٹھائی گئی۔ یہ لوگ دارالحکومت میں موجود بادشاہ کے محل میں جاکر ایک یادداشت پیش کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ حالات کو قابو میں رکھنے کے لیے فوج نے گولی چلادی جس کے نتیجہ میں سو کے قریب مظاہرین مارے گئے اور ہزاروں زخمی ہو گئے۔

ملک میں فتنہ وفساد کی فضا نے پہلے سے غمزدہ بادشاہ کو مزید غمگین کر دیا۔ جب بادشاہ کو خبر پہنچی کہ ملک کے طول وعرض میں فسادات کی وجہ سے حالات خراب ہیں اور لوگ پریشان ہیں تو اُس نے ایک خط میں اپنی والدہ کو اپنے اِس دکھ سے مطلع کیا۔ اس نے لکھا کہ معلوم ہوتا ہے بہت بڑا انقلاب آنے والا ہے کیونکہ حکومتی مشینری مفلوج ہوچکی ہے۔ ایسا لگتا ہے بہت بڑا طوفان آنے والا ہے۔ اس خط کا متن (Lyon M 1974) نے اپنی کتاب (Nicholas II, The Last Tsar) ''نکولس دوم۔ آخری زار'' میں شائع کیا تھا۔

ان حالات کے پیش نظر زار نے قانونی اصلاحات کی طرف توجہ کی مگر حالات مزید خرابی کی طرف جارہے تھے کیونکہ مزدور پارٹی کے لوگ لینن کو اپنا لیڈر بنا کر ملک سے بادشاہت اور مذہب کو ختم کرنے کا منصوبہ بنا چکے تھے۔ اسی

باقی صفحہ نمبر 58 پر

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت وسوانح کے مآخذ

(سید مبشر احمد ایاز۔ پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ)

لفظ سیرت کے معانی اور وسیع تر مفاہیم

قبل اس کے کہ ہم اس لفظ کی لغت میں اس کے معانی اور مفاہیم تلاش کریں مناسب ہے کہ اصولی رہنمائی اور برکت کے طور پر دیکھیں کہ قرآن وحدیث میں یہ لفظ اگر آیا ہے تو کہاں اور کن معانی میں۔

1. قرآن کریم میں سیرت کے ماخذ root یعنی سَارَ یَسِیْرُ سے کم وبیش 26 آیات مذکور ہیں البتہ لفظ سیرت صرف ایک بار استعمال ہوا ہے۔ اور وہ سورۃ طٰہٰ آیت نمبر 22 میں، جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے فرمایا: قَالَ خُذْھَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِیْدُھَا سِیْرَتَھَا الْاُوْلٰی گوکہ یہاں لفظ "سیرت" شکل وصورت اور ہیئت کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

2. احادیث کی کتب میں بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے اور دیگر دوسرے معانی کے علاوہ سیرت کے ان معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے جو بعد میں ان اصطلاحی معنوں میں استعمال ہوا جو سیرت کے لیے خاص ہوتا چلا گیا یعنی اسوہ، نمونہ اور طریق وغیرہ

أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ سَلْعٍ عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ قَامَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَلَى الْمِنْبَرِ فَذَكَرَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فَقَالَ : قُبِضَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَ اسْتَخْلَفَ أَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَعَمِلَ بِعَمَلِهِ وَ سَارَ بِسِيْرَتِهِ حَتّٰى قَبَضَهُ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ عَلٰى ذٰلِكَ ثُمَّ اسْتَخْلَفَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَلٰى ذٰلِكَ فَعَمِلَ بِعَمَلِهِمَا وَ سَارَ بِسِيْرَتِهِمَا حَتّٰى قَبَضَهُ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ عَلٰى ذٰلِكَ

(مسند احمد بن حنبلؒ مسند علی بن ابی طالبؓ جلد1 ص364،363 حدیث1055)

ترجمہ: راوی عبدالملک بیان کرتے ہیں کہ (ایک روز) حضرت علیؓ منبر پر کھڑے ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کا ذکر کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو حضرت ابوبکرؓ ان کے جانشین خلیفہ ہوئے اور آپ کے طریق کے مطابق کام کیا اور آپ ﷺ کی سیرت اور اسوہ کے مطابق چلے یہاں تک کہ اسی حالت میں اللہ عزوجل نے ان کی روح قبض فرمالی پھر حضرت عمرؓ اسی طرح خلیفہ ہوئے اور ان دونوں بزرگوں کے نقش قدم پر چلے اور ان کی سیرت اور روش کے مطابق کام کیا یہاں تک کہ اسی پر ان کی روح بھی اللہ عزوجل نے قبض کر لی۔

عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ قَالَ قُلْتُ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ : كَيْفَ بَايَعْتُمْ عُثْمَانَ وَتَرَكْتُمْ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ مَا ذَنْبِيْ قَدْ بَدَأْتُ بِعَلِيٍّ فَقُلْتُ أُبَايِعُكَ عَلٰى كِتَابِ اللهِ وَ سُنَّةِ رَسُوْلِهِ وَ سِيْرَةِ أَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ فَقَالَ فِيْمَا اسْتَطَعْتَ قَالَ ثُمَّ عَرَضْتُهَا عَلٰى عُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَبِلَهَا۔

(مسند احمد بن حنبلؒ مسند عثمان بن عفان جلد 1 ص 238، حدیث نمبر 557)

ترجمہ: عاصم بن وائل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے عرض کیا کہ تم لوگوں نے کیسے حضرت عثمانؓ کی بیعت کر لی اور حضرت علیؓ کو چھوڑ دیا اس پر انہوں نے کہا کہ اس میں میرا کوئی قصور نہیں میں علیؓ کے پاس پہلے گیا تھا اور میں نے عرض کیا أُبَايِعُكَ عَلٰى كِتَابِ اللهِ وَ سُنَّةِ رَسُوْلِهِ وَ سِيْرَةِ أَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا میں اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت اور ابوبکرؓ اور عمرؓ کے نمونے اور طریق پر آپ کی بیعت کرتا ہوں وہ کہتے ہیں اس پر علیؓ نے کہا کہ جس حد تک تجھ میں استطاعت ہے۔ وہ کہتے ہیں پھر میں نے یہ بیعت حضرت عثمانؓ پر پیش کی تو انہوں نے اس کو قبول کر لیا۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ أَنَّ الْحَسَنَ قَالَ فِيْ خُطْبَتِهِ يَا مُعَاوِيَةُ إِنَّ الْخَلِيْفَةَ مَنْ سَارَ سِيْرَةَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَعَمِلَ بِطَاعَتِهِ وَلَيْسَ الْخَلِيْفَةُ مَنْ دَانَ بِالْجَوْرِ وَعَطَّلَ السُّنَنَ وَاتَّخَذَ الدُّنْيَا أُمًّا وَّ أَبًا۔

(مرقاۃ شرح مشکاۃ کتاب المناقب باب مناقب اہل بیت النبی ﷺ و رضی اللہ عنہم حدیث: 6144 جلد 11 ص 300)

ترجمہ: ایک روایت میں ہے کہ حضرت حسنؓ نے اپنے ایک خطبہ میں کہا اے معاویہ! خلیفہ وہ ہوتا ہے جو رسول اللہ ﷺ کی سیرت اور اسوہ پر چلے اور جہاں تک اس کی استطاعت ہو اس کے مطابق عمل کرے خلیفہ وہ نہیں ہوتا جو ظلم وجور سے لوگوں کو اپنا مطیع بنالے اور سنت کو چھوڑ دے اور دنیا کو ہی اپنا ماں باپ بنالے۔

لفظ سیرت کے لغوی معانی

عربی زبان کی جامع اور ضخیم لغات لسان العرب اور تاج العروس میں لفظ سیرت کے درج ذیل معانی ملتے ہیں جو اس کے جامع اور وسیع تر مفاہیم کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں۔ ان لغات کے مطابق لفظ سیرت کے درج ذیل معانی مذکور ہیں:

چلنا، عمل کرنا، کام کرنا، ابتدائی زمانے کے واقعات، کسی کے نقش قدم پر چلنا، کسی بھی چیز کا تمام اور سارا حصہ، ہیئت، شکل، صورت، سنت، مذہب، راستہ، طریق، کسی شخص کا کردار، کیریکٹر، کسی کا لوگوں کے ساتھ رویہ اور سلوک، قصہ، واقعہ، کہانی، پرانے لوگوں کے قصے۔

اسی طرح اردو لغات میں لفظ سیرت کے درج ذیل معانی ملتے ہیں:

سوانح، سوانح عمری (جامع اللغات)، علم تاریخ (فیروز اللغات)، ذاتی جوہر (نور اللغات)

ایک رائے میں: "سیرت کا مفہوم طریقہ ومذہب، سنت، ہیئت، حالت اور کردار تک محدود نہیں بلکہ اس سے مراد داخلی شخصیت، اہم کارنامے اور اکابر کے حالات زندگی بھی ہیں۔"

(ڈاکٹر سید عبداللہ: فن سیرت نگاری پر ایک نظر، مجلہ فکر ونظر، شمارہ اپریل 1976ء ص 826 بحوالہ اردو نثر میں سیرت رسول ﷺ از ڈاکٹر انور محمود خالد، ص 2)

ایک اور رائے کے مطابق سیرت کا مفہوم ومضمون یہ آیت قرآنیہ معین کرتی ہے: قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ (النمل:70) اے نبی ﷺ لوگوں سے کہو کہ زمین پر چل پھر کر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا؟

یوں "سیر کا لفظ غور سے مثبت وٹھوس حقائق کی تلاش میں چلنا، غور وخوض کرنا، عاقبت اندیشی سے کام لینا اور نیک افعال واعمال سے کردار کی تعمیر کرنا وغیرہ سے عبارت ہے۔........"

(فن سیرت نگاری: پروفیسر عثمان خالد یورش، ص 9-8، بحوالہ اردو نثر میں سیرت رسول ﷺ از ڈاکٹر انور محمود خالد، ص 3)

لفظ سیرت کے لغوی مفہوم ومطلب سے آگے چلتے ہوئے اس کے اصطلاحی مفہوم پر بھی ایک نظر ڈالنا ضروری معلوم ہوتا ہے تاکہ ہم یہ جان سکیں سیرت کا لفظ اپنے سفر کی کون کون سی منازل طے کرتا ہوا اپنے اس مفہوم تک پہنچا جو بالعموم آج کل لیا جاتا ہے۔

سیرت کا اصطلاحی مفہوم

مندرجہ بالا سطور میں ہم سیرت کا لغوی مفہوم جان چکے ہیں کہ سیرت سے مراد کسی بھی شخص کے کردار، چال چلن، دوسروں کے ساتھ لین دین، میل جول، مزاج، زندگی بسر کرنے کے رنگ ڈھنگ اور اس کی سوانح عمری کا ذکر واظہار ہے۔

لیکن اصطلاح میں اس سے مراد آنحضرت ﷺ کے حالات زندگی اور اخلاق وعادات کا بیان ہے۔ خواہ وہ اجمالی رنگ میں ہوں یا تفصیلی، کسی ایک پہلو سے متعلق ہوں یا زیادہ سے زیادہ پہلوؤں کا احاطہ کیے ہوئے ہوں۔

سیرت کا وسیع تر مفہوم

اس میں کوئی شک نہیں کہ لفظ سیرت عمومی اصطلاح میں رسول اکرم ﷺ کے سوانح اور اخلاق وعادات کے بیان کے لیے ہی خاص رہا۔ لیکن یہ لفظ اس عمومی اصطلاح کے ساتھ ساتھ دوسرے لوگوں کے حالات وکردار اور سوانح کے بیان کے لیے بھی استعمال ہوتا رہا، ابتدائی دور میں ذرا کم اور آج کل کے زمانہ میں قدرے زیادہ اور وسیع تر استعمال کے ساتھ۔

ابتدائی زمانے کی مثال کے طور پر تو ہم دیکھتے ہیں کہ "سیرت عنترہ"، "سیرت سیف بن ذی یزن"، "سیرت صلاح الدین" وغیرہ اور پھر "سیرت معاویہ" "سیر الملوک" اور آج کل تو "سیرت عائشہؓ"، "سیرت حضرت ابوبکرؓ"، "سیرت حضرت عمر بن عبدالعزیز"، "سیر الصحابہؓ"، "سیر الصحابیاتؓ" وغیرہ کے نام سے تو سینکڑوں کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور لکھی جارہی ہیں۔ اور یوں اب یہ لفظ کسی کی بھی سوانح اور اخلاق وعادات کے بیان کے متعلق بولا اور لکھا جاتا ہے لیکن کسی نیک، صالح اور بزرگ شخص کی سیرت واخلاق کے بیان کے لیے اب بھی خاص ہے۔

یہ وسعت تو لفظی استعمال کی ہے اور دوسری وسعت اس کے مضمون میں بھی ہے اور وہ یہ کہ سیرت کی کتب میں وہ تمام باتیں اور تفصیلات درج کی جاتی ہیں یا کر دی جاتی ہیں جو کسی نہ کسی طرح اس شخص سے تعلق رکھتی ہوں جس کی سیرت لکھی جارہی ہوتی ہے۔ شہر، ملک، مقامات، ماحول، تاریخ اور جغرافیہ تک کی تفصیلات بیان کی جاتی ہیں مذہبی، معاشرتی، سیاسی اور اقتصادی ماحول کی تفصیلات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ سیرت النبی ﷺ پر لکھی جانے والی بنیادی کتابیں مثلاً سیرت ابن ہشام، سیرت حلبیہ، شرح زرقانی مواہب اللدنیہ، شرف مصطفیٰ، النبی الاعظم، سبل الہدیٰ وغیرہ دیکھی جاسکتی ہیں۔ ان میں سے بعض کتب تو بیس، تیس، پچاس پچاس جلدوں میں ہیں۔

اس اصولی تمہید کے بعد عنوان مضمون کی طرف آتے ہوئے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت وسوانح کے بعض بنیادی مآخذ کا ذکر کرتے ہیں۔

سیرت احمدؑ کے بعض بنیادی ماخذ

سوانح یا سیرت لکھنے کے لیے ضروری ہے کہ وہ کون سے ذرائع ہیں یا کون سے واسطے ہیں جن سے کچھ مواد مل سکتا ہے جس کو جمع کرتے ہوئے یا جس کی روشنی میں سیرت وسوانح کو احاطۂ تحریر میں لایا جاسکتا ہے۔ یہ تمام ذرائع اور وسائل ووسائط اس کے مآخذ سمجھے جاسکتے ہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت وسوانح کو لکھنے اور جمع کرنے کے لیے کیا کیا مآخذ ہو سکتے ہیں۔ ان میں سے کچھ ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔

1۔ قرآن کریم

اوّلین واصل رہنما کے طور پر قرآن کریم کو سب سے پہلا ماخذ قرار دیا جاسکتا ہے۔

قرآن کریم جو بے انتہا مضامین کا ماخذ ومنبع ہے وہ انبیاء کی سوانح اور سیرت کا ثقہ ترین ماخذ بھی ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی سوانح بھی ایک نبی کی سوانح اور سیرت ہے۔ اس سیرت وسوانح کو بھی ہم قرآن کی بیان فرمودہ تاریخ وواقعات کے آئینہ میں دیکھ اور پرکھ سکتے ہیں۔

جب ہم قرآن میں یہ دیکھتے ہیں کہ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ......(الاحقاف:10) ترجمہ: تُو کہہ دے میں رسولوں میں سے پہلا تو نہیں ہوں...... توحسب آیت قرآنیہ یہ ایک ضروری اور سب سے اوّلین ماخذ قرار پاتا ہے۔ ہم دیکھیں گے کہ جو نبی ہوتا ہے وہ کیسا ہوتا ہے، اسکا قول وفعل، کردار کیسا ہوتا ہے۔ اس کے دعاوی اور اسکے دلائل اور ان کا طریق عمل اور اس کی قوم کا ردعمل اس کی لائف ہسٹری یعنی سوانح اور اس پر ہونے والے اعتراضات اور ان کی معقولیت اور ان اعتراضات کا جواب اور نبی کے دعاوی اور دلائل کی جانچ پرکھ اور اگر وہ نبی ہے تو اس کے تائیدی نشانات اور معجزات اور خدا تعالیٰ کی طرف سے مدد ونصرت کس طور پر اس کے شامل حال ہوتی ہے۔ اور وہ کس طرح غلبہ حاصل کرتا ہے وغیرہ وغیرہ یہ سب کچھ قرآن ہمیں بتاتا ہے۔

مثلاً قرآن کریم میں آتا ہے کہ نبی اپنی قوم کو مخاطب کر کے

کہتا ہے فَقَدۡ لَبِثۡتُ فِیۡکُمۡ عُمُرًا مِّنۡ قَبۡلِہٖ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ (یونس:17) ترجمہ: میں تم میں اس سے قبل عمر کا ایک حصہ گزار چکا ہوں تو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟ یہ آیت قرآنی بھی آپؑ کی سوانح اور سیرت بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اس پاکیزہ اور مقدس اور مطہر سوانح کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود ایک جگہ ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے :

''تم کوئی عیب افتراء یا جھوٹ یا دغا کا میری پہلی زندگی پر نہیں لگا سکتے تا تم یہ خیال کرو کہ جو شخص پہلے سے جھوٹ اور افتراء کا عادی ہے یہ بھی اس نے جھوٹ بولا ہوگا۔ کون تم میں ہے جو میری سوانح زندگی میں کوئی نکتہ چینی کر سکتا ہے۔ پس یہ خدا کا فضل ہے کہ جو اس نے ابتداء سے مجھے تقویٰ پر قائم رکھا اور سوچنے والوں کے لیے یہ ایک دلیل ہے۔''

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد 20 ص 64)

تو ایک عارفانہ نگاہ قرآن کریم پر ڈالی جائے تو سورۃ فاتحہ کی رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ اور اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ سے لے کر سورۃ الناس تک ہم جگہ جگہ خدا کے اس بھیجے ہوئے کی سیرت کے نشان بڑے جلی حروف میں موجود پاتے ہیں۔ اور اپنے آقاؐ کی غلامی میں کَانَ خُلُقُہُ الۡقُرۡآنُ کی ایک جھلک بجلی کے کوندے کی طرح دل کی آنکھوں کے سامنے سے گزر جاتی ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''اگر کوئی ہم سے سیکھے تو سارا قرآن ہمارے ذکر سے بھرا ہوا ہے۔'' (ملفوظات جلد دوم ص 583)

2۔سنتِ رسول ﷺ

سیرتِ احمدؑ کا ایک دوسرا اہم ترین ماخذ جو ایک لکھنے والے کو اپنے پیش نظر رکھنا ہوگا وہ ہمارے آقا و مولیٰ خاتم الانبیاء رحمۃٌ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی سنت اور سیرت کا آئینہ ہے۔ خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ دراصل آئینہ ہیں تمام انبیاء کا چہرہ دکھانے کے لیے۔ ہر ایک نبی کے خواص اور شمائل اور حالات اور سوانح جمع تھے آپ ﷺ کی ذات بابرکات میں، ہر ایک نبی نے اسی حسنِ محمدیؐ سے کچھ کچھ حسن لیا۔ آپ وہ سراجًا منیرًا تھے کہ دوسرے تمام نبیوں نے سیرت و شمائل کی روشنی اس سے اخذ و مستعار لی۔ اور سب سے زیادہ یہ روشنی آپؐ کے عاشق صادق حضرت احمد قادیانی علیہ السلام نے لی۔ گویا احمدؑ کو محمد ﷺ سے جدا کر ہی نہیں سکتے۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ (آل عمران:33) کے قرآنی حکم کے تحت اپنے آپ کو اپنے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اتباع میں فنا کر دیا تھا۔ ایسا فنا کہ فطرت محمدیہؐ کا عکس ہم آپؑ کی سیرت و سوانح میں پاتے ہیں۔ قدم قدم پر ہم حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سوانح کا مطالعہ کرتے ہوئے دیکھتے ہیں کہ آپؑ کا ہر فعل سنت رسول ﷺ کے تابع ہے۔ اور سنت رسول ﷺ دل و دماغ پر یوں حاوی تھی کہ ایسے ایسے مواقع کہ جہاں دھیان بھی نہیں جاتا وہاں یہ جان سنت رسول ﷺ کی خوشبو سے معطر نظر آتی ہے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایک روایت بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ حدیث میں بغیر منڈیر کے کوٹھے پر سونے کی ممانعت ہے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحبؑ عملاً بھی اس حدیث کے سختی کے ساتھ پابند تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ غالباً سیالکوٹ میں آپ کی چارپائی ایک بے منڈیر کی چھت پر بچھائی گئی۔ تو آپ نے اصرار کے ساتھ اس کی جگہ کو بدلوا دیا۔ اسی طرح کا ایک واقعہ گورداسپور میں بھی ہوا تھا۔'' (سیرت المہدی حصہ سوم جلد اول ص 744 روایت نمبر 820)

ہم کہہ سکتے ہیں کہ جتنی نظر ہماری سنت رسول ﷺ پر ہوگی ہمیں سیرت احمدؑ کو سمجھنا اور بیان کرنا اتنا ہی آسان ہوگا۔ سیرت محمدیہؐ کے آئینے میں ہم سیرت احمدؑ کو دیکھ سکتے ہیں۔ اگر حضرت عائشہؓ نے آنحضرت ﷺ کے اخلاق و سیرت کے متعلق فرمایا تھا کہ کَانَ خُلُقُہُ الۡقُرۡآنُ (آپ ﷺ کے اخلاق تو قرآن ہی ہیں یعنی جو کچھ قرآن ہے وہی آپ کے اخلاق ہیں) تو حضرت احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق و سیرت کے متعلق بلاشبہ یہ کہا جا سکتا ہے کَانَ خُلُقُہٗ اِتِّبَاعُ مُحَمَّدٍ ﷺ۔ (آپ علیہ السلام کے اخلاق حضرت محمد ﷺ کی اتباع و فرمانبرداری ہی ہے)

اور آخر ایسا ہوتا بھی کیوں نہ! یہ غلام صادق جس آقا و مطاع کا عاشق تھا اس نے اسی عشق و وارفتگی کی نشاندہی کرتے ہوئے پہلے سے فرما دیا تھا کہ یُوَاطِئُ اِسۡمُہٗ اِسۡمِیۡ وَاسۡمُ أَبِیۡہِ اِسۡمُ أَبِیۡ (المعجم الکبیر باب العین جلد 10 ص 133 حدیث 10213، سنن ابو داؤد کتاب المہدی حدیث 4282) کہ وہ جو آخری زمانے میں ایک شخص پیدا ہوگا وہ ہمارے عشق میں اس قدر رفنا ہوگا کہ اس کا نام گویا میرا نام اور اس کے باپ کا نام گویا میرے باپ کا نام ہوگا۔ یعنی اس نے عشق محمد عربی ﷺ میں سب کچھ فنا کر دیا ہوگا اس کا خمیر اسی عشق سے اٹھایا گیا ہوگا اور اس کی زندگی کا ایک ایک پل اُسی کے عشق سے تعبیر ہوگا اور یہ عشق اسکے مرنے کے بعد بھی ختم نہ ہوگا بلکہ اسی ذات بابرکات محمد عربی ﷺ نے فرما دیا تھا یُدۡفَنُ مَعِیَ فِیۡ قَبۡرِیۡ وہ میرے ساتھ میری قبر میں ہی دفن ہوگا۔

(وَعَنۡ عَبۡدِ اللہِ بۡنِ عَمۡرٍو عَنۡ رَّسُوۡلِ اللہِ ﷺ قَالَ: یَنۡزِلُ عِیۡسَی بۡنُ مَرۡیَمَ فَیَتَزَوَّجُ وَ یُوۡلَدُ لَہٗ وَلَدٌ وَ یَمۡکُثُ خَمۡسًا وَ أَرۡبَعِیۡنَ سَنَۃً وَ یُدۡفَنُ مَعِیَ فِیۡ قَبۡرِیۡ، فَأَقُوۡمُ أَنَا وَ عِیۡسٰی مِنۡ قَبۡرٍ وَاحِدٍ بَیۡنَ أَبِیۡ بَکۡرٍ وَعُمَرَ: التذکرۃ فی أحوال الموتی وأمور الآخرۃ تصنیف امام قرطبی، جزء۲ ص ۳۵۲، مشکوٰۃ المصابیح کتاب الرقاق باب نزول عیسیٰ علیہ السلام، الفصل الثالث حدیث نمبر 5508)

گویا اس احمد علیہ السلام کا اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، جینا مرنا اسی ایک پیارے نام کا عکس تھا۔ ظل کامل تھا اسی مبارک نام کا۔ ایسا ظل کامل کہ ؎

تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تُو دیگری

اللہ اللہ! کیسا عشق تھا اس عاشق صادق میں، شاید ہی کوئی سوانح نگار اس کے اس عشق کی گہرائی کو پہنچ سکے۔ عشق کی یہ وہ معراج ہے کہ ان چودہ سوسالوں میں کسی کو حاصل نہ ہوئی اور نہ آئندہ کبھی ہوسکے گی کہ جس کے عشق کی خوشبو کو چودہ سو سال پہلے ہی اس کے حبیبؐ نے پا لیا اور اس کے عشق و صدق پر اپنے قول مبارک خِتَامُہٗ مِسۡکٌ کی مہر اس خاتم النبیینؐ نے اپنے ہاتھوں سے ثبت فرما دی۔

خدا کی قسم! وہ اسی عشقِ محمدی ﷺ کے ساتھ جیا اور اسی عشق میں مخمور اس نے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کی اور اگر سینے میں دل رکھنے والا کوئی اس کی قبر کے پاس کھڑا ہوگا تو اسی عشق محمد ﷺ کی خوشبو اس مٹی سے بھی اٹھ رہی ہوگی جس میں وہ دفن ہے اور اسی عشق و محبت کی صدائیں اندر سے بلند ہوتی ہوئی سنائی دیں گی۔ ؎

اِنِّیۡ اَمُوۡتُ وَلَایَمُوۡتُ مَحَبَّتِیۡ
یُدۡرٰی بِذِکۡرِکَ فِی التُّرَابِ نِدَائِیۡ

(منن الرحمٰن روحانی خزائن جلد 9 ص 169)

میں تو مر جاؤں گا لیکن میری یہ محبت کبھی مر نہ سکے گی اور میری اس محبت میں ڈوبی ہوئی تیرے نام کی صدائیں اس مٹی سے بھی بلند ہوتی رہیں گی۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَلٰی عَبۡدِکَ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

؎
یا صدق محمدِ عربیؐ ہے یا احمد ہندیؑ کی ہے وفا
باقی تو پرانے قصے ہیں زندہ ہیں یہی افسانے دو

3۔تحریرات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام

مندرجہ بالا دو مآخذ کے بعد ایک اور سب سے اہم ماخذ حضرت اقدسؑ کی اپنی تحریرات ہیں۔ آپؑ کی سوانح اور سیرت کی ایک کائنات ہے جو چاند ستاروں کی طرح ان صفحات قرطاس پر پھیلی ہوئی نظر آتی ہے۔ براہین احمدیہ سے لے کر پیغام صلح تک، منشور محمدی میں شائع ہونے والے اوّلین مضمون سے لے کر 26 مئی 1908ء کے اخبار عام میں شائع ہونے والے مکتوب تک، آپؑ کے مکتوبات خواہ وہ اپنے مخلص رفیق و حبیب منشی رستم علی صاحبؓ کے نام ہوں خواہ مولوی حکیم نور الدین صاحبؓ کے نام ہوں، ہنری مارٹن کلارک یا بشپ لیفرائے کے نام ہوں یا پنڈت دیانند سرسوتی کے نام، محمد حسین بٹالوی صاحب کے نام ہوں یا پیر مہر علی شاہ گولڑوی صاحب کے نام ہوں۔

مناظرات و مباحثات کا میدان ہو یا لدھیانہ و دہلی اور لاہور سیالکوٹ کے مقامات پر دیے گئے لیکچر یا قادیان کے جلسوں سے خطابات ہوں یا مسجد مبارک کی مجالس عرفان ہوں یا سیر کے دوران بیان فرمودہ ملفوظات ...... ہم ان تمام مقدس تحریرات و ملفوظات میں سوانح اور سیرت کا ایک جہان آباد دیکھتے ہیں ہیروں اور مونگوں سے بھرا ہوا ایک وسیع سمندر ہے۔ جو جتنی گہرائی میں جا سکے اور جتنا لا سکے ان ہیروں کو لے آئے۔ جی چاہتا ہے کہ کوئی ایسا صاحب دل ہو جو صرف اور صرف حضور علیہ السلام کی تحریرات سے ہی آپؑ کی سوانح اور سیرت کو لکھے۔ تو یہ ایک اور منفرد اور خوبصورت تالیف ہوگی۔

4۔روایات صحابہ رضی اللہ عنہم

حضرت اقدسؑ کی سیرت و سوانح کا چوتھا ماخذ ایک بہت ہی وسیع ماخذ ان خوش نصیب لوگوں کے بیانات اور روایات ہیں جنہوں نے خود اپنی آنکھوں سے خدا کے اس مامور و مرسل کو دیکھا۔ اس کے بابرکت ہاتھوں کو چھوا، اس کی مجلس میں بیٹھے، اس کی باتیں سنیں، اور پھر اس کے دہن مبارک سے جھڑنے والے موتیوں کو اپنے حافظے کی جھولی میں محفوظ کر لیا۔ اور گاہے گاہے وہ روایات پھر سلسلہ کے لٹریچر میں بیان ہوتی رہیں۔ ہر سوانح نگار دوسری مستند روایات اور تاریخی حقائق کی روشنی میں اور ان کی سان پر چڑھاتے ہوئے، صحابہؓ کی بیان فرمودہ ان روایات میں حضرت اقدسؑ کی سوانح اور پاکیزہ سیرت کے وسیع تر مضامین پر گوہر بے بہا موجود پائے گا۔

روایات صحابہؓ ہمارے لیے ایک بہت قیمتی سرمایہ ہیں۔ بہت سارے علمی اور فقہی اور دیگر دینی مسائل کے ساتھ ساتھ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت اور سوانح کی ایک تاریخ اس میں موجود ہے۔ اہل بیت کے علاوہ دیگر بڑے بڑے اکابر صحابہؓ کی چشمدید روایات اور حالات و واقعات کا بیان ہے۔ وہ صحابہ جو اکثر و بیشتر آپؑ کے ساتھ سفروں میں ہوتے۔ یا کوشش کرتے کہ ہر مجلس میں موجود ہوں۔ سیر میں ساتھ ہوتے۔ ڈیوڑھی کے دربان بنے موجود رہتے۔ کچھ تو ایسے بھی خوش نصیب تھے کہ الدار میں بھی قربت کی سعادت میسر رہتی۔ کچھ تو وہ قدیم صحابہؓ تھے جو تب حضورؑ کی رفاقت میں تھے جب شاذ شاذ ہی کوئی آپؑ کی صحبت میں رہتا اور اسی قدیم رفاقت کی بنا پر ''نواں نو دن پرانا سو دن'' کی خوبصورت مثل کے مصداق ٹھہرے۔

روایات صحابہؓ کا ایک حصہ وہ ہے جو حضرت اقدسؑ کے زمانہ میں ہی تقریروں اور خطبوں اور خطابات میں بیان ہونا شروع ہو گیا۔ سلسلہ کے اخبارات الحکم اور البدر میں حضور علیہ السلام کی حیات مبارکہ میں یہ روایات و واقعات شائع ہوتے رہے اور یہ روایات ثقاہت کی اعلیٰ منازل کو پہنچتی رہیں۔

اسی طرح ان روایات کا ایک بہت بڑا ذخیرہ باقاعدہ تحریری ریکارڈ کی صورت میں بھی محفوظ ہے جس میں سے ایک عظیم الشان ذخیرہ تو ''سیرت المہدی'' کی شکل میں ہمارے سامنے ہے۔ ان کو مرتب کرنے والا کوئی معمولی مضمون نگار نہیں بلکہ علم و فراست کے نور سے منور قمر الانبیاء حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپؓ کا ایک بہت بڑا احسان ہے کہ خدا کے مامور و مرسل کی نسبت روایات کا ایک ذخیرہ ہمارے لیے بڑی محنت اور دعاؤں کے ساتھ جمع فرما دیا۔ ان تین جلدوں کے علاوہ دو مزید جلدوں کا مواد بھی آپ کے پاس تھا جس کا اعلان آپؓ نے الفضل اخبار میں بھی فرمادیا تھا۔ اس اعلان میں آپؓ نے یہ لکھا کہ

''جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں اس کتاب کے تین حصے شائع ہو چکے ہیں اور ان کے علاوہ میرے پاس دو مزید حصوں کا مواد موجود تھا اور ان بقیہ حصوں کے مسودوں میں بھی خدا کے فضل سے کئی قیمتی روایات درج ہیں... چونکہ اب میری صحت خراب رہتی ہے اور زندگی کا اعتبار نہیں اس لیے میں نے ان دونوں حصوں کے مسودے میر مسعود احمد فاضل پسر میر محمد اسحاق صاحب مرحوم رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیے ہیں...''

(روزنامہ الفضل 18 جون 1958ء جلد 12/47 نمبر 141 ص 5 کالم 4-3)

یہ دونوں حصے محترم سید میر مسعود احمد صاحبؒ نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ارشاد پر خلافت لائبریری ربوہ میں دے دیے۔ اور بعد ازاں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے 2008ء میں منعقد ہونے والی صد سالہ خلافت جوبلی کے مبارک موقعہ پر ان دونوں حصوں کو شائع کر دیا گیا۔ یہ تمام حصے اب دو خوبصورت جلدوں میں کمپیوٹر کی ٹائپ سیٹنگ میں اس طرح شائع ہوئے ہیں کہ پرانی تین جلدیں ایک جلد اور غیر مطبوعہ دونوں حصے سیرت المہدی جلد دوم کی صورت میں کل 1596 قیمتی روایات کا ذخیرہ ہمارے سامنے ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور ان کی روح پر ان کی نسلوں پر ابد الآباد تک رحمتیں اور برکتیں نازل فرماتا رہے کہ اتنی محنت سے یہ روایات ہم تک پہنچانے کی سعی فرمائی۔

اسی طرح روایات کا ایک دوسرا قیمتی ذخیرہ وہ ہے جو

"دارالمسیح"

(قادیان دارالامان)

"رجسٹر روایات صحابہؓ" کے نام سے غیر مطبوعہ مسودات کی شکل میں موجود ہے۔ قریباً چار ہزار صفحات پر مشتمل یہ کل 15 رجسٹر ہیں جن میں قریباً 822 صحابہؓ کی روایات درج ہیں۔

یہ رجسٹر بھی دراصل خزانہ ہیں۔ ایک صندوق ہے جو سیرت وشمائل کی مشک وکستوری سے بھرا ہوا ہے۔ جو سلسلہ کے اہم تاریخی واقعات کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ صحابہؓ کی روایات جمع کرنے کا یہ کام بھی بہت اہتمام کے ساتھ کیا گیا۔ جب حضرت مصلح موعودؓ نے 19/ نومبر 1937ء کے خطبہ جمعہ میں صحابہؓ کی روایات جمع کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ تو حضورؓ کے اس فرمان مبارک پر حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ ناظر تالیف وتصنیف نے روایات صحابہ جمع کرنے کا کام عارضی طور پر ملک محمد عبداللہ صاحب مولوی فاضل کے سپرد فرمایا۔ یہ روایات ساتھ کے ساتھ الفضل میں بھی شائع ہونے لگیں۔ حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانیؓ نے قادیان کے تمام محلہ جات کا متعدد بار دورہ کرکے صحابہؓ کی ایک فہرست مرتب فرمائی۔ اس وقت صرف قادیان میں 393 صحابہؓ کرام موجود تھے۔ ستمبر 1938ء سے یہ اہم کام محترم شیخ عبدالقادر صاحب [سابق سوداگرمل] کے سپرد ہوا اور انہوں نے انتہائی جانفشانی اور محنت سے دن رات ایک کرکے اس کام کو مکمل کرنے کی کوشش کی۔ آپ نے بذریعہ ڈاک بھی روایات منگوائیں۔ خود بھی مختلف اضلاع کا دورہ کرکے صحابہؓ سے روایات لے کر رجسٹروں کی صورت میں ان کو مرتب کیا اور اخبار الفضل میں بھی شائع کرواتے رہے۔ 4 جون 1940ء کو یہ کام پھر محترم ملک عبداللہ صاحب نے سنبھالا۔ اور 15/ اگست 1940ء کو مہاشہ ملک فضل حسین صاحب کے سپرد یہ کام کیا گیا۔ مہاشہ صاحب نے پہلی جمع شدہ روایات پر نظر ثانی اور مناسب تحقیق کے بعد ان کو محفوظ کرنے کا کام شروع کیا۔ (تاریخ احمدیت جلد 7 ص 478-476) اور اب اللہ کے فضل سے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد پر اور آپ کی رہنمائی میں ریسرچ سیل ربوہ میں یہ رجسٹر کتابی شکل میں مرتب ہو رہے ہیں تا کہ ان کی اشاعت ہو سکے۔

جیسا کہ عرض کیا گیا ہے کہ صحابہؓ کی یہ روایات کافی چھان پھٹک اور محنت سے جمع کی گئیں۔ اور خاص طور پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اور اب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبات وخطابات میں ان روایات کا بیشتر حصہ بیان فرمادیا جس سے ان کی ثقاہت واسناد پر مہر تصدیق ثبت ہوگئی۔

اس کے علاوہ اخبارات ورسائل اور ان صحابہؓ کی طرف سے لکھی جانے والی اپنی کتب یا ان کی نسلوں کی طرف سے شائع ہونے والی سوانح اور دیگر کتب میں بھی بکثرت روایات موجود ہیں۔ البتہ ان سب روایات کو لیتے ہوئے ہمیں بہت محتاط طریق اختیار کرنا پڑے گا۔ جرح وتعدیل کے متوازن معیار کو مدنظر رکھنا ہوگا اور زمانہ سلف میں اس معیار کو اختیار نہ کرنے کی بنا پر جو نقصانات علم وعمل کی دنیا میں اٹھانے پڑے اس کو بھی مدنظر رکھنا ہوگا۔ اس لیے روایت، درایت، عقل ودانش اور نورِ فراست کے ساتھ ان روایات سے استدلال کے میدان میں قدم رکھنا ہوگا۔

5۔ارشادات خلفائے سلسلہ عالیہ احمدیہ

یہ بھی ایک مأخذ ہے اور بہت ہی ضروری اور بنیادی ماخذ۔ اللہ تعالیٰ نے نبوت کی نعمت سے امت محمدیہ کو اس آخری زمانہ میں نوازا تو اس کے ساتھ ہی نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ارشاد مبارک ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ (مسند احمد بن حنبل جلد 6 ص 285 حدیث نمبر 18596) کے مطابق خلافت کی نعمت بھی عطا کی۔ جس طرح آسمانوں کی بلندیوں تک پہنچنے کے لیے راکٹ ہوتے ہیں کہ اس کا ایک حصہ پوری طاقت صرف کرتے ہوئے ایک منزل طے کرتا ہے اور اس کے بعد دوسرا طاقتور حصہ پوری قوت کے ساتھ اس سفر کو جاری رکھتا ہے۔ اس سے تیز تر اور محفوظ ترین طریق کے ساتھ احمدیت کا یہ سفر جاری وساری ہے۔ پہلے دو خلفاء تو ایسے تھے جو صحابیؓ بھی تھے اور دونوں کو ایک ایسی نسبت تھی جو اور کسی کو حاصل نہ تھی۔ حضرت حکیم مولوی نور الدین صاحبؓ جو کہ حضرت اقدسؑ کے قدیم ترین رفقاء میں سے تھے اور دوسرے فرزند دلبند گرامی ارجمند حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ مصلح موعود، جو خدائے علیم وخبیر کی طرف سے علوم ظاہری وباطنی سے پُر کیے گئے تھے بہت سی روایات کے چشم دید شاہد بھی تھے۔ اور کچھ روایات کے تو شاید واحد راوی بھی یہی وجود با جود ہوں۔ اور اس کے سوا ان کا ایک مقام خلافت کا مقام بھی تھا جو ایک بنیادی ماخذ کے طور پر یہاں بیان کرنا ضروری ہے۔ وہ اس طرح کہ سب سے پہلے ہم قرآن کریم میں دیکھتے ہیں کہ کسی بھی متنازعہ معاملہ میں یا ایسے معاملات میں جس میں فہم وفراست کے ساتھ استدلال واستنباط کا معاملہ ہو خدا اور رسول کو قرآن نے ایک فیصلہ کن اتھارٹی اور حیثیت ومقام عطا فرمایا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا۔ (النساء:60)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے حکام کی بھی۔ اور اگر تم کسی معاملہ میں (اولو الامر سے) اختلاف کرو تو ایسے معاملے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دیا کرو اگر (فی الحقیقت) تم اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لانے والے ہو۔ یہ بہت بہتر طریق ہے اور انجام کے لحاظ سے بہت اچھا ہے۔

وَ اِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَ لَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَ اِلٰۤى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا (النساء:84)

اور جب بھی ان کے پاس کوئی امن یا خوف کی بات آئے تو وہ اسے مشتہر کر دیتے ہیں۔ اور اگر وہ اسے (پھیلانے کی بجائے) رسول کی طرف یا اپنے میں سے کسی صاحب امر کے سامنے پیش کر دیتے تو ان میں سے جو اس سے استنباط کرتے وہ ضرور اس (کی حقیقت) کو جان لیتے۔ اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتے تو تم چند ایک کے سوا ضرور شیطان کی پیروی کرنے لگتے۔

ایسے وجودوں کو کسی بھی روایت یا معاملہ پر فائنل اتھارٹی ان آیات میں دی گئی ہے، سو ابھی تو روایات جمع کرنے کی طرف بھی اتنا کام نہیں ہوا جتنا کہ انشاء اللہ آئندہ زمانوں میں ہوگا اور پھر ان روایات سے استنباط واستدلال کرتے ہوئے بڑے بڑے مقالے اور کتابیں لکھنے کا رجحان بھی ہوگا۔ لیکن کبھی بھی ہمیں یہ نہیں بھولنا ہوگا کہ اگر کسی روایت کی کوئی تشریح کسی بھی خلیفۃ المسیح کی بیان فرمودہ ہوگی تو وہ سب آراء سے مقدم اور افضل وبرتر سمجھی جائے گی اور یوں ایک سوانح نگار یا سیرت نگار جب قلم اٹھائے گا تو اسے خلفائے سلسلہ کے ارشادات سے صرفِ نظر کرنا ناممکن بھی ہوگا اور بے برکت بھی۔ اس لیے خاکسار کی نظر میں سیرت وسوانح حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک ماخذ خلفائے سلسلہ کے وہ ارشادات ہیں جو اس موضوع کے متعلق بالواسطہ یا بلاواسطہ ہماری رہنمائی کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ انشاء اللہ

6۔کتب سیرت از احمدی مصنفین

ایک ماخذ وہ کتب بھی ہیں جو حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت وسوانح پر لکھی گئی ہیں۔ ان کے لکھنے والے بعض تو وہ خوش نصیب مصنفین بھی ہیں جنہوں نے خدا کے اس فرستادے کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اس کے ہاتھوں میں ہاتھ دیا اس کی صحبت میں رہے اور سالوں تک رہے۔ اور علم وعمل کے عرفان وایمان کے لعل وجواہر سے اپنی جھولیاں بھرتے رہے۔ گو کہ بھرپور لکھنے والوں میں سے ایسے مصنفین کی تعداد گو اتنی زیادہ نہیں لیکن بہت اہم ہے۔ ان میں سے نمایاں ترین نام حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا ہے جن کی اس عنوان پر باقاعدہ تصنیف کے ساتھ ساتھ

دوسری تحریرات وخطابات اور مضامین میں بہت سا مواد موجود ہے۔ پھر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ہیں جن کی سیرت المہدیؑ اور دیگر تصنیفات ہیں، حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ،حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کی تقاریر،حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ اور پھر باقاعدہ تصنیف میں حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ ہیں جن کی کتب سیرت وسوانح سے کوئی بھی مؤرخ اور مصنف بے نیازی کا مظاہرہ نہیں کرسکتا۔ الغرض ایک طویل فہرست ہے جس کا قدرے تفصیلی ذکر کسی دوسرے مضمون میں ہوگا،انشاء اللہ۔

7۔مخالفین کی کتب وروایات واخبارات ورسائل

خداتعالیٰ جن لوگوں کو ماموریت کی خلعت سے سرفراز کرتا ہے وہ حسن واحسان اور تہذیب واخلاق کے روشن میناروں کی طرح ہوا کرتے ہیں۔اپنی قوم اور معاشرے کی آنکھوں کا تارا ہوا کرتے ہیں۔ان کی امید ہوا کرتے ہیں۔قوم کے ہر فرد کی زبان پر قَدۡ کُنۡتَ فِیۡنَا مَرۡجُوًّا کا ورد ہوا کرتا ہے۔
(قَالُوۡا یٰصٰلِحُ قَدۡ کُنۡتَ فِیۡنَا مَرۡجُوًّا قَبۡلَ ھٰذَآ ،ھود: 63)
اور یہ بھی تاریخ مذاہب کی ایک اٹل اور ناقابل تردید تلخ حقیقت ہے کہ ایسے ہی وجودوں نے جب یہ اعلان کیا کہ خدا ایک ہے اور میں اس کی طرف سے بھیجا گیا ہوں آؤ میری بات سنو اور میری بات مانو! تو سب سے پہلے ایسے ہی رطب اللسان لوگوں نے کہا تَبًّا لَکَ! اَلِھٰذَا جَمَعۡتَنَا؟ (صحیح البخاری کتاب التفسیر تفسیر سورۃ سبا باب قولہ ان ہو الا نذیر...... حدیث:4801) یہی لوگ تھے جنہوں نے تمسخر کیا، جھٹلایا، جادوگر کہا، مجنون کہا، بیمار کہا، رشوت خور کہا، دوسروں کا ایجنٹ کہا اور کافر کافر کہہ کر اپنے دین کے حلقہ سے باہر نکال دیا۔لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ باوجود ان تمام مظالم کے ان کے دل مانتے تھے کہ یہ شخص سچا ہے، سُچا ہے، خوبصورت تو ہے ہی خوبصورت اخلاق کا مالک بھی ہے۔اور کبھی کبھی دل کی یہ سچائی ان کی زبان سے بھی بے اختیار باہر آجایا کرتی ہے۔مکہ کا شدید ترین اور غلیظ ترین دشمن ابوجہل بھی ایک روز آپؐ کو دیکھ کر کہہ دینے پر مجبور ہوجاتا ہے "اِنَّا لَا نُکَذِّبُکَ، وَلٰکِنۡ نُکَذِّبُ بِمَا جِئۡتَ بِہٖ" (سنن الترمذی کتاب تفسیر القرآن باب و من سورۃ الانعام حدیث:3064) کہ ہم تجھے جھوٹا نہیں کہتے تجھے جھٹلاتے نہیں بلکہ ان دعاوی کو جھٹلاتے ہیں جو تم کرتے ہو۔اپنی مجالس میں جب وہ منصوبے کرتے ہیں تو بے اختیار وہ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم نہ تو وہ جھوٹا ہے،نہ وہ جادوگر ہے،نہ وہ کاہن ہے۔لوگوں کے سامنے وہ بے شک اس کے مونہہ پر تھوکنے کو تیار ہوں،اس کو مذمم کہتے ہوں لیکن ان کے دل اقرار کرتے ہیں کہ اگر کوئی چہرہ خوبصورت ہے تو یہی ہے، خوبصورتی اس کے چہرے سے شروع ہوتی ہے اور اسی پر ختم ہوجاتی ہے،خود حسن اس کے چہرے سے خوبصورتی مستعار لیتا ہے۔انہیں کی مخالفانہ زبانیں بھی بے اختیاری میں یہ سب راز کھول دیتی ہیں۔انہیں کی تحریروں کے دلدل سے کبھی کبھی ایسے کھلتے ہوئے کنول مل جایا کرتے ہیں۔اس لیے ایسے ہی مخالفین کی لکھی ہوئی کتب وروایات کو ایک محقق یکسر نظرانداز نہیں کرسکتا۔قرآن کریم میں ارشاد ہے اِنۡ جَآءَکُمۡ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوۡۤا (الحجرات:7) کہ اگر کوئی فاسق فاجر بھی کوئی بات یا روایت بیان کرے تو غور کرلیا کرو......

پھر بہت سے [غیرازجماعت] راوی ایسے ہوں گے کہ جن سے ہمارا رابطہ نہ ہوسکا،نہ ہم ان کو سن سکے نہ وہ ہمیں بتاسکے۔کوئی اتفاق ہو تو ہو اور وہ کوئی بات ہمیں بتاسکیں۔مثال کے طور پر مجھے یاد آرہا ہے کہ سلسلہ احمدیہ کے ایک بزرگ، انگریزی اور فلسفہ کے پروفیسر محترم چوہدری محمد علی صاحب،ہم نے جامعہ احمدیہ میں ان سے انگریزی پڑھی،صدر شعبہ انگریزی اور ہائیکنگ کے انچارج بھی ہوا کرتے تھے ایک روز بیان کرنے لگے کہ ایک دفعہ میں بس میں بیٹھا سفر کررہا تھا میرے ساتھ والی سیٹ پر ایک معمر باریش شخص بیٹھا ہوا تھا۔مجھے کہنے لگا تم مرزائی ہو، (یعنی احمدی ہو)؟ میں نے کہا ہاں میں اللہ کے فضل سے احمدی ہوں مجھے وہ شخص کہنے لگا کہ میں مرزائی نہیں ہوں۔لیکن میں نے "تہاڈے مرزے نوں ویکھیا ہویا اے۔ او رج کے سوہنا سی" کہ میں نے تمہارے مرزا صاحب یعنی حضرت مسیح موعودؑ کو دیکھا ہوا ہے وہ بہت ہی حسین تھا۔

اسی طرح ایک اور کٹر مخالف جس نے ایک کتاب لکھی، تقی الدین صاحب ہیں۔کتاب کا نام ہے "پاکستان کی سیاسی جماعتیں اور تحریکیں" اس کتاب میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ اور جماعت کے خلاف جتنا خلاف واقعہ لکھا جاسکتا تھا لکھا۔لیکن ان سطروں کے درمیان میں سے ایک سطر اگر لی جائے تو وہ حضرت اقدسؑ کے شمائل کا اقرار نہیں تو اور کیا ہے۔وہ لکھتا ہے "ان کی شخصیت پُرکشش تھی ان میں ذہین لوگوں کو اپنے پیچھے لگانے کی صلاحیت موجود تھی۔جب انہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا تو اچھے خاصے ذہین لوگوں کو اپنے پیچھے لگالیا......" (پاکستان کی سیاسی جماعتیں اور تحریکیں" ص335-334،از حافظ تقی الدین)

ابھی چند سال ہوئے محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب نے مجلس انصاراللہ پاکستان کی ایک تقریب میں "کچھ یادیں کچھ باتیں" کے عنوان سے ایک خطاب فرمایا۔یہ قیمتی روایات ماہنامہ انصاراللہ ربوہ اکتوبر 2009ء میں اور الفضل انٹرنیشنل 31-25 مئی 2012ء شمارہ 21 جلد 19 ص 13 کالم 2،1 میں بھی شائع شدہ ہیں۔اس میں ایک واقعہ انہوں نے بیان فرمایا:

"میرے والد مرزا عزیز احمد صاحبؓ اپنی سرکاری ملازمت کے سلسلہ میں سیالکوٹ میں تعینات رہے۔ان سے قبل میرے دادا حضرت مرزا سلطان احمد صاحب بھی وہاں سرکاری ملازمت کے سلسلہ میں سیالکوٹ میں مقیم رہے۔میرے والد صاحب بتاتے تھے کہ جب سیالکوٹ سے ان کی تبدیلی ہوئی تو وہاں سے روانگی کے وقت ایک آدمی جو میرا واقف بھی نہ تھا میرے پاس آیا۔اس نے مٹی کے بنے ہوئے دو گلدان مجھے دیے اور کہنے لگا کہ یہ میں اپنی خوشنودی کے سرٹیفیکیٹ کے طور پر دے رہا ہوں۔میں نے آپ کے دادا کو کچہری میں کام کرتے دیکھا اور پھر آپ کے والد کو اور اب آپ کو۔اور مجھے خوشی ہے کہ جس دیانت اور محنت سے بڑے مرزا صاحب نے اپنے فرائض سرانجام دیے تھے اُسی محنت اور دیانت سے آپ کے والد اور آپ نے کام کیا ہے۔"

(الفضل انٹرنیشنل 31-25 مئی 2012ء شمارہ 21 جلد 19 ص 13)

ایک اور کتاب اس وقت خاکسار کے سامنے ہے۔یہ مصنف بھی اپنی قلم کا سارا زور مخالفت اور تکذیب میں صرف کرتا ہوا نظر آتا ہے لیکن ایک جگہ اس میں وہ حضرت مسیح موعودؑ کی بابت لکھتا ہے:

"وہ اپنا وقت عبادت اور علوم دینی میں دسترس حاصل کرنے میں صرف کرتے تھے۔چنانچہ ایسی آراء موجود ہیں جن سے مرزا صاحب کی علوم دین میں دسترس ثابت ہوتی ہے اور ایک زمانے میں ایک عالم مرزا صاحب کے تبحرعلمی کا نہ صرف قائل تھا بلکہ اس سے متاثر بھی تھا۔"

("پنجاب کی سیاسی تحریکیں" از عبداللہ ملک ص222،ناشر تخلیقات علی پلازا 3مزنگ روڈ لاہور، پرنٹرز حاجی حنیف پرنٹرز لاہور ایڈیشن پنجم 2003ء)

ایک اور مصنف ہیں، انگریز اور پادری، سخت مخالف، اور ہوتے بھی کیوں ناں! ان کا تو مصنوعی خدا اس کاسر صلیب کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔انہوں نے ایک کتاب لکھی جو ساری کی ساری تعصب اور مخالفت سے بھری ہوئی ہے یہ صاحب خود حضرت مسیح موعودؑ سے ملے بھی تھے۔اپنی اسی کتاب میں لکھتے ہیں:

The Mirza Sahib is honest, but self-deceived. So far as I am able to judge, his writings everywhere have the ring of sincerity.

(Mirza Ghulam Ahmad The Mehdi Messiah of Qadian, by The Rev.H.D.Griswold,PH.D. Page: 27)

مرزا صاحب ایماندار لیکن دھوکہ خوردہ ہیں۔جہاں تک میں انہیں جانچ سکا ہوں ان کی تحریرات میں ہر جگہ اخلاص کی جھلک نظر آتی ہے۔

اس زمانے میں شائع ہونے والے اخبارات ورسائل سے بھی آپ کی سیرت وسوانح کے لیے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ان اخبارات میں بنگلور ریاست میسور سے شائع ہونے والا اخبار منشور محمدی، امرتسر سے نکلنے والا اخبار سفیر ہند، اسی طرح اخبار وکیل ہندوستان، آفتاب پنجاب، برادر ہند لاہور، آریہ درپن، اشاعۃ السنۃ، اخبار اہلحدیث، اخبار عام، اخبار ریاض ہند، پیسہ اخبار، نورافشاں لدھیانہ، اخبار وکیل امرتسر، زمیندار، البشیر اٹاوہ، علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ، صادق الاخبار، کرزن گزٹ، آریہ پتریکا، اور سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور وغیرہ

قصہ مختصر کہ مخالفین کی کتب ورسائل ہرچند کہ مخالفت اور تکذیب کے زہر سے بھری ہوئی ہیں، تعصب نے فہم وفراست اور عقل وشعور کی راہیں بھی مسدود کررکھی ہیں، بعض مصنفین تو تمسخر اور استہزاء میں اس قدر بڑھ جاتے ہیں کہ شرافت بھی کانوں کو ہاتھ لگاتی ہے۔ان کی کتابیں گند اور غلاظت کا ڈھیر لگتی ہیں دل نہیں کرتا کہ ان کو پڑھا جائے لیکن پھر بھی کبھی کبھی، کہیں کہیں حق اور سچ زبان پر آہی جاتا ہے نہ کہتے ہوئے اور نہ چاہتے ہوئے۔اس لیے اگر کوئی ان کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہے تو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے اسلام کے دفاع میں کارہائے نمایاں آپ علیہ الصلوۃ والسلام کا عشق قرآن ورسول ﷺ اور عبادت وریاضت اور حسن وجمال کنول کے پھولوں کی طرح ان جگہوں پر بھی نظر آجاتا ہے۔

قمرالانبیاء حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ جو کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے صاحبزادے تھے۔بہت سے خدائی الہامات کے مصداق، سلسلہ احمدیہ کے ایک مستند اور نامور محقق، ایک صاحب اسلوب سیرت نگار، اپنی تصنیف سیرت المہدی میں اس وقت تک حضرت مسیح موعودؑ کی سیرت وسوانح پر لکھی جانے والی کتب پر اجمالی تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ان کے علاوہ دو عیسائی امریکن پادریوں نے بھی انگریزی میں حضرت مسیح موعود کے حالات لکھے ہیں۔یعنی ڈاکٹر گرسوولڈ پروفیسر مشن کالج لاہور اور مسٹر والٹر سیکرٹری ینگ مین کرسچین ایسوسی ایشن لاہور۔ان میں سے ڈاکٹر گرسوولڈ خود حضرت مسیح موعودؑ سے ملا تھا۔لیکن مسٹر والٹر نہیں ملا مؤخر الذکر کی تصنیف کچھ مفصل ہے اور مقدم الذکر کی مختصر ہے۔گو معلومات عموماً احمدیہ لٹریچر سے حاصل کیے گئے ہیں مگر یہ کتابیں واقعات کی غلطی سے خالی نہیں مگر غلطی بالعموم غلط فہمی سے واقع ہوئی ہے۔باقی استدلال و استنباط کا وہی حال ہے جو ایک عیسائی پادری سے متوقع ہوسکتا ہے یعنی کچھ تو سمجھے نہیں اور کچھ سمجھے تو اس کا اظہار مناسب نہیں سمجھا تعصب بھی آگ کی ایک چنگاری کی طرح ہے کہ معلومات کے خرمن کو جلا کر خاک کردیتا ہے۔مگر خاکسار کی رائے میں تعصب کے علاوہ ایک اور چیز بھی ہے جو واقعات کو سمجھنے اور صحیح نتائج پر پہنچنے کے رستے میں ایک بہت بڑی روک ہوتی ہے اور وہ اجنبیت اور غیر مذہب اور غیر قوم سے متعلق ہونا ہے جس کی وجہ سے آدمی بات کی تہ تک نہیں پہنچ سکتا۔

ان کے علاوہ سلسلہ کے اخبارات اور رسالہ جات ہیں۔یعنی الحکم، البدر، ریویو (انگریزی واردو) وتشحیذالاذہان۔جن میں وقتاً فوقتاً حضرت مسیح موعودؑ کے حالات اور ڈائریاں چھپتی رہی ہیں، ان میں بھی معلومات کا ایک بڑا ذخیرہ ہے۔

پھر خود حضرت مسیح موعودؑ کی اپنی تصنیفات ہیں یعنی 80 کے قریب کتب ورسالہ جات ہیں۔اور دو سو کے قریب اشتہارات ہیں ان میں بھی حضرت صاحب کی سیرت وسوانح کے متعلق ایک بہت بڑا حصہ آگیا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ حصہ سب سے زیادہ معتبر اور یقینی ہے اور درحقیقت حضرت مسیح موعودؑ کے سوانح کے متعلق جتنی کتب شائع ہوئی ہیں وہ سب سوائے حیات النبی کے زیادہ تر صرف حضرت صاحب کے خود اپنے بیان کردہ حالات پر ہی مشتمل ہیں۔مگر ایک بات یاد رکھنی چاہیے اور وہ یہ کہ حضرت مسیح موعودؑ کو بعض اوقات واقعات کی تاریخ معیّن صورت میں یاد نہیں رہتی تھی۔درحقیقت حافظہ کی مختلف اقسام ہیں بعض لوگوں کا حافظہ عموماً پختہ ہوتا ہے مگر ایک خاص محدود میدان میں اچھا کام نہیں کرتا اور دراصل تاریخوں کو یاد رکھنا خصوصاً جب وہ ایسے واقعات کے متعلق ہوں جو منفرد ہیں اور سلسلہ واقعات کی کسی کڑی میں منسلک نہیں۔ایک ایسے شخص کے لیے خصوصاً مشکل ہوتا ہے جس کا دماغ کسی نہایت اعلیٰ کام کے لیے بنایا گیا ہو۔دراصل واقعات کی تاریخوں کو یاد رکھنے کے متعلق جو حافظہ کی طاقت ہے وہ انسانی دماغ کی دوسری طاقتوں کے مقابلہ میں ایک ادنیٰ طاقت ہے بلکہ عموماً دیکھا گیا ہے کہ جن لوگوں کی یہ طاقت تیز ہوتی ہے وہ بالعموم دماغ کی اعلیٰ طاقتوں میں فروتر ہوتے ہیں۔واللہ اعلم"

(سیرت المہدی جلد اول حصہ اول روایت نمبر 181 صفحہ 196-195)

☆...☆...☆

اطاعت اور اخلاص و وفا کے پیکر چند بدری اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مبارکہ کا دلنشین تذکرہ

خلاصہ خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 15؍مارچ 2019ء بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، یوکے

امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد بیت الفتوح مورڈن میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی وژن احمدیہ کے توسّط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔ خطبہ جمعہ میں حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے چند بدری اصحابؓ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مبارکہ کا تذکرہ فرمایا۔ جمعہ کی اذان دینے کی سعادت مکرم حافظ طٰہٰ داؤد صاحب کے حصہ میں آئی۔

تشہد، تعوذ، تسمیہ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور نے **حضرت سائب بن عثمان**ؓ کی سیرتِ مبارکہ کا تذکرہ فرمایا۔ آپؓ حضرت عثمان بن مظعونؓ کے بیٹے تھے اور ابتدائے اسلام میں ہی مسلمان ہوئے تھے۔ آپؓ اپنے والد اور چچا حضرت قدامہؓ کے ہمراہ حبشہ کی طرف ہجرت ثانیہ میں شریک تھے۔ ان کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تیر انداز صحابہ میں کیا جاتا ہے۔ حضرت سائب بن عثمان غزوۂ بدر، غزوۂ احد، غزوۂ خندق اور دیگر غزوات میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے۔ 2؍ہجری میں ہونے والے غزوہ بُوَاط میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو مدینہ کا امیر مقرر فرمایا تھا۔ آپؓ 12؍ہجری میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عہدِ خلافت میں ہونے والی جنگ یمامہ میں شامل تھے جس میں ایک تیر لگا اور اس زخم کی وجہ سے بعد میں آپ کی وفات ہوئی۔ آپ نے 30 سال سے کچھ اوپر عمر پائی۔

حضرت ضمرہ بن عمرو جہنیؓ کے والد کا نام عمرو بن عدی تھا۔ آپؓ غزوہ بدر اور غزوہ احد میں شریک ہوئے اور غزوہ احد میں شہید ہوئے۔

حضرت سعد بن سہیل انصار میں سے تھے۔ بعض نے آپ کا نام سعید بن سہیل بیان کیا ہے۔ آپؓ غزوۂ بدر اور احد میں شریک ہوئے۔ آپؓ کی ایک بیٹی تھی جس کا نام ھزیلا تھا۔

حضرت سعد بن عبیدؓ غزوۂ بدر، احد، خندق سمیت تمام غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے۔ آپؓ کا نام سعید بھی بیان ہوا ہے۔ آپؓ قاری کے لقب سے مشہور تھے۔ آپ کی کنیت ابوزید تھی۔ حضرت سعد بن عبید کا شمار ان چار اصحاب میں ہوتا ہے جنہوں نے انصار میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دَور میں قرآن جمع کیا تھا۔ ایک روایت کے مطابق حضرت سعد بن عبید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور پھر حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانے میں مسجد قبا میں امامت کرتے تھے۔ حضرت سعد بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرت کے سولہویں سال جنگ قادسیہ میں شہید ہوئے۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر 64 سال تھی۔ عبد الرحمٰن بن ابو لیلیٰ سے روایت ہے کہ 13 ہجری میں ایرانیوں کے ساتھ ہونے والی جنگِ جِسر میں مسلمانوں کو نقصان ہوا تھا اور انہیں مجبوراً پسپا ہو کر واپس آنا پڑا۔ حضرت سعدؓ اسی سرزمین میں کہ جہاں سے آپؓ کو واپس لوٹنا پڑا شہادت حاصل کرنے کی خواہش لیے جنگِ قادسیہ کے لیے روانہ ہوئے اور پھر وہاں شہادت کا رُتبہ پایا۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ جنگِ جِسر اس لیے ہوئی تھی کہ ایرانیوں کی طرف سے بار بار حملے ہو رہے تھے اور ان حملوں کو روکنے کے لیے یہ اجازت لی گئی تھی کہ جنگ کریں۔

حضرت سہل بن عتیکؓ کا نام سہیل بھی بیان کیا جاتا ہے۔ ان کی والدہ کا نام جمیلہ بنت علقمہ تھا۔ آپؓ ستر انصار کے ساتھ بیعت عقبہ ثانیہ میں شامل ہوئے۔ آپؓ نے غزوۂ بدر اور احد میں شامل ہونے کی سعادت پائی۔

حضرت سہیل بن رافعؓ کا تعلق قبیلہ بنو نجار سے تھا۔ مسجد نبوی جس زمین پر تعمیر ہوئی وہ آپؓ اور آپؓ کے بھائی حضرت سہل کی ملکیت تھی۔ آپ کی والدہ کا نام زغیبہ بنت سہل تھا۔ حضرت سہیلؓ غزوۂ بدر، احد اور خندق سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شامل ہوئے اور حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں آپؓ کی وفات ہوئی۔

حضورِ انور نے ہجرتِ مدینہ کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ میں قیام کا ذکر حضرت مصلح موعودؓ کے الفاظ میں بیان فرمایا۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ مدینہ پہنچنے کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی اللہ تعالیٰ کے حکم سے مدینہ کے ایک سرے پر بنو نجار کے یتیموں کی ایک زمین کے پاس جا کر ٹھہر گئی۔ چنانچہ آپؐ نے اس کی قیمت ادا کر کے وہاں مسجد اور اپنے مکانات بنانے کا فیصلہ کیا۔

حضورِ انور نے سیرت خاتم النبیین سے بھی اس بارہ میں بعض تفصیلات بیان فرمائیں جن کے مطابق مدینہ کے قیام کا سب سے پہلا کام مسجد نبویؐ کی تعمیر تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دعا مانگتے ہوئے مسجد کا سنگ بنیاد رکھا اور صحابہؓ نے معماروں اور مزدوروں کا کام کیا جس میں کبھی کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی شرکت فرماتے تھے۔ بعض اوقات اینٹیں اٹھاتے ہوئے صحابہ حضرت عبد اللہ بن رواحہ انصاری کا یہ شعر پڑھتے تھے کہ هَذَا الْحِمَالُ لَا حِمَالَ خَيْبَر، هَذَا أَبَرُّ رَبَّنَا وَأَطْهَر یعنی یہ بوجھ خیبر کے تجارتی مال کا بوجھ نہیں ہے جو جانوروں پر لد کر آیا کرتا ہے بلکہ اے ہمارے مولیٰ یہ بوجھ تقویٰ اور طہارت کا بوجھ ہے جو ہم تیری رضا کے لیے اٹھاتے ہیں۔ اور کبھی کبھی صحابہ کام کرتے ہوئے عبد اللہ بن رواحہ کا یہ شعر پڑھتے تھے کہ اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْاَجْرَ اَجْرُ الْاٰخِرَةْ، فَارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةْ یعنی اے ہمارے اللہ اصل اجر تو صرف آخرت کا اجر ہے پس تو اپنے فضل سے انصار اور مہاجرین پر اپنی رحمت نازل فرما۔ جب صحابہ یہ اشعار پڑھتے تھے تو بعض اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کی آواز کے ساتھ آواز ملا دیتے تھے اور اس طرح ایک لمبے عرصہ کی محنت کے بعد یہ مسجد مکمل ہوئی۔

مسجد کی بلندی اس وقت دس فٹ، طول ایک سو پانچ فٹ اور عرض 90 فٹ کے قریب تھا۔ لیکن بعد میں اس کی توسیع کر دی گئی۔ مسجد کے ایک گوشے میں ایک چھت دار چبوترہ بنایا گیا تھا جسے صُفَّہ کہتے تھے۔ یہ ان غریب مہاجرین کے لیے تھا جو بے گھر بار تھے۔ یہ لوگ یہیں رہتے تھے اور اصحاب الصفہ کہلاتے تھے۔ ان کا کام گویا دن رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہنا، عبادت کرنا اور قرآن شریف کی تلاوت کرنا تھا۔ ان لوگوں کا کوئی مستقل ذریعہ معاش نہ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کی خبر گیری فرماتے تھے۔

مسجد کے ساتھ ملحق طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رہائشی مکان تیار کیا گیا تھا۔ مکان کیا تھا ایک دس پندرہ فٹ کا چھوٹا سا حجرہ تھا اور اس حجرے اور مسجد کے درمیان ایک دروازہ رکھا گیا تھا جس میں سے گزر کر آپؐ نماز وغیرہ کے لیے مسجد میں تشریف لاتے تھے۔ مسجد کے آس پاس بعض اور صحابہ کے مکانات بھی تیار ہو گئے۔

یہ تھی مسجد نبویؐ جو مدینہ میں تیار ہوئی۔ اس زمانہ میں چونکہ اور کوئی پبلک عمارت ایسی نہیں تھی جہاں قومی کام سرانجام دیے جاتے اس لیے ایوان حکومت کا کام بھی یہی مسجد دیتی تھی، یہی دفتر تھا، یہی حکومت کا پورا سیکرٹریٹ تھا۔ یہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس لگتی تھی۔ یہیں تمام قسم کے مشورے ہوتے تھے۔ یہیں مقدمات کا فیصلہ کیا جاتا تھا۔ یہیں سے احکامات صادر ہوتے تھے۔ یہی قومی مہمان خانہ تھا۔ ضرورت ہوتی تھی تو اسی سے جنگی قیدیوں کے حبس گاہ کا کام بھی لیا جاتا تھا اور بہت سارے قیدی ایسے بھی تھے جو مسلمانوں کے اعلیٰ اخلاق سے متأثر ہو کر پھر مسلمان بھی ہوئے۔ حضورِ انور نے مسجد نبویؐ کے بارہ میں مشہور مستشرق ولیم میور کا ایک حوالہ بیان فرمایا۔

حضرت سعد بن خیثمہؓ کا تعلق قبیلہ اوس سے تھا۔ آپؓ کی والدہ کا نام ہند بنت اوس تھا۔ آپؓ کی کنیت ابو خیثمہ اور ابو عبد اللہ بیان کی جاتی ہے۔ حضرت سعد ان بارہ نقباء میں سے تھے جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت عقبہ ثانیہ کے موقع پر مدینہ کے مسلمانوں کا نقیب مقرر فرمایا تھا۔ حضور انور نے ان بارہ نقباء کے تقرّر کے بارہ میں کسی قدر تفصیل سیرت خاتم النبیین کے حوالہ سے بیان فرمائی۔ جس کے مطابق تیرہ نبوی کے حج کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے آنے والے انصار کے ساتھ ایک گھاٹی میں نصف شب کے قریب ملاقات کا فیصلہ فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس رات اپنے چچا حضرت عبّاسؓ کے ساتھ وہاں تشریف لے گئے۔ اور اوس اور خزرج قبیلہ سے تعلق رکھنے والے ستّر افراد سے ملاقات فرمائی۔ اس موقع پر حضرت عبّاسؓ نے انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ ہجرت کرنے کے ارادہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر تم انہیں اپنے پاس لے جانے کی خواہش رکھتے ہو تو تمہیں اس کی ہر طرح حفاظت کرنی ہو گی اور ہر دشمن کے سامنے سینہ سپر ہونا پڑے گا۔ اس پر انصار کے قبیلے کے ایک معمر اور بااثر بزرگ براء بن معرور کی درخواست پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مختصر سی تقریر فرمائی جس میں اسلام کی تعلیم بیان فرمائی اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اپنے لیے صرف اتنا چاہتا ہوں کہ جس طرح تم اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کی حفاظت کرتے ہو اسی طرح اگر ضرورت پیش آئے تو میرے ساتھ بھی معاملہ کرو۔ اور انصار کے ایمان اور وفا کے بدلہ انہیں خدا کی جنت کا وعدہ دیا جو خدا کے سارے انعاموں میں سے بڑا انعام ہے۔ اس پر ان ستر جاںنثاروں کی جماعت نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی۔ اس بیعت کا نام بیعت عقبہ ثانیہ ہے۔ اس بیعت کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے قبائل کے لیے بارہ نقیب مقرر فرمائے جن کے نام یہ ہیں:

اسعد بن زرارۃ۔ اسید بن حضیر۔ ابوالھیثم مالک بن تیہان۔ سعد بن عبادہ۔ براء بن معرور۔ عبداللہ بن رواحہ۔ عبادہ بن صامت۔ سعد بن ربیع۔ رافع بن مالک ۔ عبداللہ بن عمرو اور سعد بن خیثمہ جن کا ذکر چل رہا ہے اور منذر بن عمرو۔

ہجرت مدینہ کے وقت قبا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کلثوم بن الہدم کے گھر قیام فرمایا اس ضمن میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن خیثمہ کے گھر قیام فرمایا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ قیام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت کلثوم بن الہدم کے گھر ہی تھا لیکن جب آپ ان کے گھر سے نکل کر لوگوں میں بیٹھتے تو وہ سعد بن خیثمہ کے گھر تشریف فرما ہوا کرتے تھے۔ بیعت عقبہ کے بعد مدینہ میں جو پہلا جمعہ ادا کیا گیا وہ حضرت سعد بن خیثمہ کے گھر ادا کیا گیا۔

حضرت سعد بن خیثمہ کا قبا میں ایک کنواں تھا جسے الغرس کہا جاتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کنویں کے بارے میں فرمایا کہ یہ جنت کے چشموں میں سے ہے اور اس کا پانی بہترین ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپؐ کی وصیت کے مطابق آپؐ کو اسی کنویں کے پانی سے غسل دیا گیا۔ ابو جعفر محمد بن علی روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پانی اور بیری کے پتوں سے قمیض میں ہی تین مرتبہ غسل دیا گیا۔

قریش کے مظالم سے تنگ آ کر مدینہ ہجرت کرنے والے بہت سارے مسلمانوں کی پہلی منزل عموماً حضرت سعد بن خیثمہ کا گھر ہوا کرتی تھی ان میں حضرت حمزہؓ، حضرت زید بن حارثہ، حضرت ابو کبشہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عبد اللہ بن مسعود وغیرہ بھی شامل تھے۔

سلیمان بن ابان روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے لیے نکلے تو حضرت سعد بن خیثمہ اور آپؓ کے والد دونوں نے آپ کے ساتھ جانے کا ارادہ کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ بات عرض کی گئی کہ دونوں باپ بیٹا گھر سے نکل رہے ہیں۔ اس پر آپؐ نے ہدایت فرمائی کہ ان دونوں میں سے صرف ایک جا سکتا ہے۔ اس پر ان دونوں نے قرعہ اندازی کی تو قرعہ حضرت سعدؓ کے نام نکلا۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر کے لیے نکلے اور جنگ بدر میں شہید ہو گئے۔ آپ کو عمرو بن عبد ودّ نے شہید کیا۔

ایک روایت کے مطابق جنگ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو گھوڑے تھے۔ جنگ بدر میں مسلمانوں کے پاس کتنے گھوڑے تھے اس کے متعلق مختلف روایات ملتی ہیں۔ بہرحال جو بھی ساز و سامان اور گھوڑوں اور اونٹوں کی تعداد تھی کافروں کے ساز و سامان کے ساتھ اور گھوڑوں کی تعداد سے کوئی نسبت ہی نہیں تھی لیکن جب مسلمانوں پر جنگ ٹھونسی گئی اور کافر اپنے زعم میں اس لیے آئے کہ اب اسلام کو ختم کر دیں گے تو پھر ان مومنین نے اپنے سامان کی طرف نہیں دیکھا، گھوڑوں کی طرف نہیں دیکھا بلکہ خدا تعالیٰ کی خاطر ایک قربانی کرنے کی تڑپ تھی جسے اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا اور پھر فتح بھی عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہر آن ان صحابہ کے درجات بلند فرماتا رہے۔

☆...☆...☆

حضرت مصلح موعودؓ کا معرکۃ الآراء لیکچر

کیا دنیا کے امن کی بنیاد عیسائیت پر رکھی جاسکتی ہے؟

(قسط نمبر 4)

(فرمودہ 15فروری 1920ء بمقام بریڈلا ہال لاہور)

(9) پھر انجیل کہتی ہے جو شخص اپنی بیوی کو زنا کے بغیر طلاق دیتا ہے وہ اس سے زنا کراتا ہے (متی 32/5، متی 9/19) یہ تعلیم بھی ایک حد تک اچھی ہے، بلا جرم عورت کو چھوڑنا بہت بڑا جرم ہے کیونکہ مرد عورت کا معاہدہ ساری عمر کا ہوتا ہے اس کو بلاوجہ توڑنا بہت بڑی غداری ہے مگر اس کے لیے انجیل نے جو حد بندی کی ہے اس سے بہت بڑے فساد پیدا ہوسکتے ہیں چنانچہ ہوتے ہیں اور خود یورپ نے اس کے متعلق تسلیم کیا ہے کہ یہ حد بندی ٹھیک نہیں ہے اور امریکہ میں تو قانون پاس ہوگیا ہے کہ زنا کے بغیر بھی مرد وعورت ایک دوسرے سے علیحدہ ہوسکتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں جب مرد وعورت اپنی مرضی سے مل سکتے ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ اپنی مرضی سے علیحدہ نہ ہوسکیں۔ مگر اس طرح طلاق دینا اس قدر آسان ہوگیا ہے کہ میں نے ٹائمز میں پڑھا تھا کہ ایک عورت جب مری تو اس کے بارہ خاوند اس کے جنازہ میں شریک تھے۔ پھر طلاق لینے کی وجوہات نہایت لغو اور بے ہودہ قرار دی جاتی ہیں۔ مثلاً میں نے ایک عورت کے متعلق پڑھا تھا کہ اس نے عدالت میں جاکر کہا میرا خاوند جب گھر آتا ہے تو مجھے بوسہ نہیں دیتا اس لیے مجھے طلاق دلائی جائے۔ اس پر اسے طلاق دلادی گئی۔ اسی طرح ایک عورت نے کہا میں ناول لکھنا چاہتی ہوں لیکن میرا خاوند مجھے لکھنے نہیں دیتا اس لیے طلاق دلائی جائے۔ مجسٹریٹ نے کہا بہت معقول وجہ ہے ضرور طلاق ملنی چاہیے اور دلادی۔

اب دیکھو اس طرح طلاق ایک معمولی بات ہوجانے کی وجہ سے کس قدر نقصان ہوسکتا ہے اور کس قدر ابتری پھیل سکتی ہے۔ اس کے مقابلہ میں اسلام نے طلاق کی اجازت دی ہے مگر اس کے لیے نہ اس نے وہ شرط لگائی ہے جو انجیل لگاتی ہے اور نہ اس قدر وسعت دی ہے کہ اگر خاوند ناول نہیں لکھنے دیتا تو طلاق دے دے۔ اسلام نے بعض حالات اور مشکلات کے ماتحت عورت کو چھوڑنے کی اجازت دی ہے اور اس طرح عورت کے لیے بھی بعض حالات کے ماتحت یہ رکھا ہے کہ وہ مجسٹریٹ کے ذریعہ علیحدہ ہوسکتی ہے۔ اس بات کو بہت لوگ نہیں جانتے کیونکہ یہ موجودہ قانون کی وجہ سے دبی ہوئی ہے اب میں نے اس کے لیے کوشش شروع کی ہوئی ہے☆ [☆اس موقع پر کسی صاحب نے لکھ کر سوال دیا ہے کہ عورت کن صورتوں میں خلع کرا سکتی ہے؟ اس کے جواب میں حضور نے فرمایا (1) اگر مرد نامرد ہو (2) جذام یا کسی اور خطرناک متعدی بیماری میں مبتلا ہو (3) یا ایسے گندے اخلاق رکھتا ہو کہ تمدنی طور پر بیوی رکھنے کے قابل نہ ہو (4) یا نکاح کرتے وقت عورت کو دھوکا دیا گیا ہو۔] تو اسلام میں مرد کو اختیار ہے کہ عورت کو طلاق دے مگر اس کے ساتھ جو شرطیں ہیں ان کو پورا کرنا ضروری ہے۔ مثلاً اول یہ کہ اگر مرد کو عورت سے کوئی شکایت ہو تو اس کو دو ایسے شخصوں کے سامنے پیش کیا جائے جن میں سے ایک عورت کے خاندان سے ہو اور ایک مرد کے خاندان سے۔ وہ دونوں مرد وعورت کی شکایات کو سن کر ان کی آپس میں مناسب طریق سے صلح کرادیں۔ لیکن اگر کچھ مدت کے بعد پھر ان میں اختلاف ہوجائے اور صلح قائم نہ رہے تو مرد کو اجازت ہے کہ طلاق دے دے مگر اس کے لیے یہ شرط ہے کہ عورت کو ماہواری ایام میں طلاق نہ دے کیونکہ اس حالت میں عورت میلی کچیلی ہوتی ہے اور مرد کا اس سے خاص تعلق نہیں ہوتا بلکہ طہر کی حالت میں طلاق دے۔ پھر یہ شرط ہے کہ اس طہر میں طلاق دے جس میں مرد وعورت آپس میں جمع نہ ہوئے ہوں کیونکہ اس طرح مرد اپنی خواہش پوری کرلیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے لیکن اگر کوئی اس کے خلاف کرکے طلاق دے تو اسی وقت طلاق لوٹائی جائے گی اور اگر اس کے ماتحت طلاق دے تو پھر بھی اس کو حق حاصل ہے کہ تین ماہ کے اندر اندر رجوع کرلے۔ پھر اگر طلاق دے تو بھی اسے یہی حق حاصل ہے اور اگر تیسری بار دے تو پھر یہ حق نہیں رہتا۔ مگر طلاق دینے کے متعلق یہ شرطیں ہی نہیں اس کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جتنی حلال چیزیں ہیں ان سب میں سے زیادہ غصہ دلانے والی اور خدا تعالیٰ کی غیرت کو بھڑکانے والی چیز طلاق ہے۔ اس صورت میں تو کوئی انسان جو اسلام کو مانتا ہے کبھی طلاق دینے کی جرأت ہی نہیں کرے گا اور کرے گا تو اسی صورت میں جبکہ مجبور ہوجائے گا اور اصلاح کی کوئی صورت نہ دیکھے گا۔ کیونکہ اس وقت اگر وہ عورت کو رکھے گا تو سوائے فساد اور فتنہ کے اور کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا۔ کئی دفعہ ایسا ہوجاتا ہے کہ عورت گھر میں فتنہ اور فساد ڈلواتی ہے، یا دین کی بے حرمتی کرتی ہے یا اور کئی وجوہات ایسی پیدا ہوجاتی ہیں کہ اگر عورت کو جدا نہ کیا جائے تو امن حاصل نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ یورپ میں ایسا ہوتا ہے کہ اس قسم کی وجوہات پیدا ہوجاتی ہیں لیکن طلاق نہ دے سکنے کی وجہ سے مرد وعورت دونوں کی زندگی دکھ اور تکلیف میں گزرتی ہے مگر اسلام کی تعلیم ایسی ہے کہ ان مشکلات کو حل کردیتی ہے۔ عیسائیت میں چونکہ اس شرط کے سوا جو انجیل نے بیان کی ہے طلاق نہیں دی جاسکتی اس لیے کئی واقعات ایسے ہوتے رہتے ہیں کہ عورت کو جبراً شراب پلاکر زنا کرایا جاتا ہے اور پھر طلاق دینے کی اجازت حاصل کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ مشکل جو آپڑی تھی تو اس کو کسی طرح حل کرنا تھا اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ طلاق کے متعلق اسلام کی تعلیم کیسی اعلیٰ ہے۔

(10) پھر انجیل کہتی ہے شراب پی کر متوالے نہ بنو (اِفسیوں 18/5) اور یوں تو ساری بائبل بدمستی سے منع کرتی ہے لیکن شراب پینے سے بالکل نہیں روکتی حتیٰ کہ انجیل میں یہاں تک لکھا ہے کہ حضرت مسیحؑ نے خود شراب بنائی اور دوسروں کو پلائی لیکن اسلام کہتا ہے کہ شراب کو قطعاً منہ نہ لگاؤ کیونکہ یہ حرام ہے، پلید ہے اور شیطان کے کاموں میں سے ایک کام ہے چنانچہ فرماتا ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّمَا الۡخَمۡرُ وَ الۡمَیۡسِرُ وَ الۡاَنۡصَابُ وَ الۡاَزۡلَامُ رِجۡسٌ مِّنۡ عَمَلِ الشَّیۡطٰنِ فَاجۡتَنِبُوۡهُ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ (المائدة :91) اس حکم پر عمل کرنے سے بہت بڑا امن قائم ہوسکتا ہے۔ اکثر لوگوں نے دیکھا ہوگا کہ شراب پی کر لوگ بڑے بڑے فساد کرتے رہتے ہیں اور گو وہ پکڑے جاتے ہیں لیکن پھر بھی باز نہیں آتے۔ اس کے متعلق قرآن کریم کا حکم ایسا اعلیٰ درجہ کا ہے کہ جو بہت سے فتنوں کا قلع قمع کردیتا ہے اور اس میں ایسی حکمت مضمر ہے جو آج تک عام مسلمانوں سے بھی پوشیدہ رہی ہے۔ بعض مسلمان طبیب باوجود مسلمان ہونے کے شراب کے متعلق یہی کہتے آئے ہیں کہ بڑی مفید چیز ہے اور اس کا نام انہوں نے آب حیات رکھا ہے۔ لیکن اسلام کی تعلیم چونکہ ہر زمانہ کے لیے ہے اس لیے اس کی صداقت ظاہر کرنے کے لیے اب تقریباً پندرہ سال ہوئے ثابت ہوگیا ہے کہ یہ زہر ہے۔ چنانچہ آسٹریلیا کے ایک پروفیسر نے ثابت کیا ہے کہ جسم کے اعلیٰ اعصاب شراب کے ذریعہ مارے جاتے ہیں اور اس کے بعد اوروں سے اس کی تصدیق کی ہے اور کتوں پر اس کا تجربہ کیا گیا ہے کہ وہ کتے جن کو شراب پلائی گئی وہ دوسروں کی نسبت آدھا کام بھی نہ کرسکے۔ تو وہ بات جس کو خود مسلمان بھی نہ سمجھ سکے اس کو خدا نے بیان کردیا۔ اور اب جبکہ اور الہامی کتابوں کی بیان کردہ باتوں کی تردید ہورہی ہے قرآن کی بیان کردہ باتوں کی تصدیق ہورہی ہے۔ تو شراب کے بارے میں اسلام نے جو تعلیم دی ہے اس کو دنیا نے تسلیم کرلیا ہے کہ بہت اعلیٰ ہے۔ چنانچہ جنگ کے دنوں میں فرانس، انگلستان، امریکہ اور روس میں اس کا پینا روک دیا گیا تھا۔ اور امریکہ تو اب بھی چاہتا ہے کہ اس کو بند کردے کیونکہ جنگ کے ایام میں اس کے بند رہنے کے فوائد اس نے دیکھ لیے ہیں۔ اب ہم پوچھتے ہیں جنگ کے دنوں میں کیوں شراب بند کی گئی۔ اسی لیے کہ یہ انسانی ترقی میں روک اور فتنہ وفساد کو بڑھانے والی ہے ورنہ اگر امن وامان قائم کرنے میں ممد ہوتی تو اور زیادہ استعمال کی جاتی مگر نہیں ایسا نہیں کیا گیا بلکہ تسلیم کرلیا گیا کہ شراب کا بند کرنا ہی مفید ہے اور اس طرح یہ فیصلہ خود عیسائیوں نے اسلام کے حق میں اور عیسائیت کے خلاف کیا ہے اور ظاہر کیا ہے کہ اگر امن قائم ہوسکتا ہے تو اسلام ہی کی تعلیم پر عمل کرنے سے ہوسکتا ہے۔

(11) اب سب سے آخر میں انجیل کی ایک بہت بڑی تعلیم کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں بڑی اس لیے کہ سیاسی کاروبار کا دارومدار اسی پر سمجھا جاتا ہے اور وہ یہ کہ عیسائیت نے سود لینا جائز رکھا ہے لیکن اسلام نے اسے ناجائز قرار دیا ہے۔

دنیا میں جس قدر لڑائی اور فساد سود کی وجہ سے ہوتے ہیں اتنے کسی اور وجہ سے نہیں ہوتے لیکن اسلام ہی ہے جس نے اس کے لینے سے منع کیا ہے اور اس کے مقابلہ میں انجیل (بائبل) میں لینے کا حکم دیا گیا ہے ہاں یہ کہا گیا ہے کہ اپنے بھائی سے نہ لے اوروں سے لے (استثنائ 19/23) گو عیسائی صاحبان سب سے ہی لیتے ہیں مگر اسلام نے یہ حکم دیا ہے کہ کسی سے بھی سود نہیں لینا چاہیے۔ اگر اس پر عمل کیا جاتا تو یہ اتنی بڑی جنگ جو حال میں ہوئی ہے ہرگز نہ ہوتی۔ دیکھو اس ہماری حکومت کا ہی سات کروڑ روپیہ روزانہ خرچ ہوتا تھا۔ اس کو اگر چار گنا کرلیا جائے تو گویا سب لڑنے والوں کا روزانہ 28 کروڑ روپیہ صَرف ہوتا تھا۔ لیکن یہ کہاں سے آتا تھا؟ سود کے ذریعہ ہی فراہم کیا جاتا تھا۔ لیکن اگر بجائے اس کے کہ حکومتیں سود کے ذریعہ روپیہ فراہم کرتیں لوگوں کو کہتے کہ یوں ہی مدد دو تو ہر ایک سلطنت کے لوگ پہلے ہی ماہ کے بعد بول اٹھتے کہ ہم لڑائی جاری رکھنا نہیں چاہتے لیکن یہ سود ہی کا خمار تھا جس نے اتنے عرصہ تک ان کی آنکھیں نہ کھلنے دیں۔ اور یہ سود ہی تھا جس نے دنیا میں اس قدر گرانی اور تباہی پیدا کی اور یہ سود ہی ہے جس نے ہر طرف بدامنی اور بے اطمینانی پیدا کردی ہے کیونکہ پہلے ایسے لوگوں کے پاس روپیہ تھا جو اس کو کام میں لانا جانتے تھے مگر اب ان لوگوں کے پاس پیسہ چلا گیا جو کوئی کام نہیں کرسکتے۔ پہلے کارخانے کارخانہ داروں کے پاس روپے نہ ہونے کی وجہ سے ٹوٹ گئے اور اب جن کے پاس روپیہ آگیا ہے وہ ان کو چلا نہیں سکتے تو یہ سود ہی ہے جس نے ہر طرف فساد برپا کر رکھا ہے۔

اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کہتے ایک چیتا تھا اس نے اپنی زبان درانتی پر پھیری اور اس کی زبان سے خون نکل آیا جس کا اسے مزا آیا اور وہ زبان کو چاٹتا رہا حتیٰ کہ اس کی ساری زبان گل گئی۔ لڑائی کے ایام میں ہر ایک گورنمنٹ لوگوں کو سود دے کر روپیہ لیتی رہی اور لوگ اپنا فائدہ سمجھ کر روپیہ دیتے رہے مگر یہ نہ سمجھے کہ حکومت ہم سے ہی لے کر ہمارا روپیہ ادا کرے گی تو سود نے حکومتوں کو دبا دیا اور سب کاروبار کو بگاڑ دیا۔ لیکن اگر سود نہ ہوتا تو کبھی ایسی لڑائی نہ ہوتی۔ کیونکہ اگر ان میں سود حرام ہوتا تو یقیناً ان کو اتنا روپیہ نہ مل سکتا کہ اس قدر لمبا عرصہ لڑائی جاری رکھ سکتے تو سود نے امن عامہ میں سخت فساد ڈال رکھا ہے جس کو دیکھ کر اسلام کے اس حکم کی صداقت ثابت ہورہی ہے جس میں سود کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ آج مسٹر لائڈ جارج اور ان کے ساتھ کہہ رہے ہیں کہ حکومت کی مالی حالت بہت توجہ کے قابل ہوگئی ہے کیونکہ حکومت بہت بوجھ کے نیچے دب گئی ہے۔ لیکن ہم کہتے ہیں کیا اسی عیسائیت کی طرف ہمیں بلایا جاتا ہے جس کے ایک حکم کے ماتحت عیسائی سلطنتوں کی یہ حالت ہوگئی ہے؟ اگر تم لوگ مسلمان ہوتے اور اسلام کے حکم کے مطابق سود کو حرام سمجھتے تو کبھی ایسی حالت نہ ہوتی۔ مگر اب اسلام کا دروازہ کھلا ہے آؤ اس میں داخل ہوجاؤ تا امن پاؤ۔ جرمنی جس نے از راہ ظلم وستم جنگ کی اگر مسلمان ہوتا تو کبھی ایسا نہ کرتا اسی طرح اگر دوسری حکومتیں اسلام کے حکم کے ماتحت سود سے بچتیں تو کبھی لڑائی اتنا طول نہ کھینچتی۔ یہ اسلام کی تعلیم سے دوری کا ہی نتیجہ ہے کہ ایسی خطرناک اور تباہ کن جنگ ہوئی اور اتنا فتنہ وفساد پھیلا اور پھیل رہا ہے۔ پس اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو امن کی تعلیم دیتا ہے۔ دیکھو اسلام نے سود کو ناجائز قرار دے کر کہا کہ تجارتوں میں اپنا روپیہ لگاؤ۔ لوگ کہتے ہیں اگر ایک ایسا شخص جو کاروبار کرنے کی تو اہلیت رکھتا ہو لیکن اس کے پاس سرمایہ نہ ہو وہ اگر سودی روپیہ لے کر کام نہ چلائے تو کیا کرے۔ لیکن اسلام نے اس سوال کو اس طرح حل کیا ہے کہ مال داروں سے ان کے جمع شدہ مال کا چالیسواں حصہ سالانہ لے کر غریبوں اور بے کار لوگوں میں تقسیم کیا جائے تا کہ وہ کاروبار کرسکیں۔ اگر اس طرح کیا جائے تو ایسی امن و امان کی زندگی بسر ہوسکتی ہے کہ کسی قسم کا فتنہ نہیں پیدا ہوسکتا۔ پس ایسے لوگ جو کاروبار تو کرسکتے ہیں لیکن سرمایہ نہیں رکھتے بجائے اس کے کہ سود پر روپیہ لیں ان کے لیے یہ رکھا گیا ہے کہ مالدار انہیں دیں۔ کوئی کہے ان کو مفت میں کیوں دیا جائے؟ لیکن دراصل ان کا دینا مفت نہیں ہے کیونکہ جب وہ بھی مالدار ہوجائیں گے تو دوسروں کو دیں گے۔ یہ ہے اسلام کی تعلیم جس سے نہایت اعلیٰ درجہ کا امن قائم ہوسکتا ہے۔ .... (باقی آئندہ)

رشتہ ناطہ کے متعلق حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حسین اسوہ

(طارق حیات مربی سلسلہ۔ ربوہ)

اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو اصلاح خلق کے لیے مبعوث فرمایا اور آپ نے اپنے فرض منصبی کا حق ادا کیا۔ انسانی زندگی کے مختلف مراحل کے متعلق آپ علیہ السلام نے حقیقی اسلامی تعلیم بتائی اور اپنے ماننے والوں کے لیے تحریر و تقریر میں وافر روشنی مہیا فرمائی۔ مزید برآں آپ علیہ السلام کے اسوہ اور طرز عمل کا مطالعہ بھی ہمارے لیے رہنمائی اور روشنی سے بھرپور ہے۔ شادی بیاہ اور رشتہ ناطہ ایسے امور ہیں جن سے ہر انسان کو واسطہ پڑتا ہے۔ اس حوالہ سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی اپنی اور آپ کے بچوں کی شادیوں کی تفصیل جو تاریخ احمدیت کے مختلف ماخذ سے سامنے آتی ہے درج کی جاتی ہے۔

حضور علیہ السلام کی پہلی شادی پندرہ سولہ برس کی عمر میں اہل خاندان نے طے کی جس سے آپ کو اللہ تعالیٰ نے 2 بیٹے عطا فرمائے۔ اس شادی کے متعلق ملتا ہے کہ عجیب خدائی تصرف ہوا کہ آپ کے بڑے بھائی مرزا غلام قادر صاحب کی شادی بڑے دھوم دھڑکے کے ساتھ ہوئی، کئی دن جشن رہا اور مختلف طائفے اور ارباب نشاط جمع ہوئے۔ اس کے برعکس آپؑ کی شادی نہایت سادگی اور اسلامی ماحول کے مطابق ہوئی اور کسی قسم کی بھی خلاف شریعت رسوم اور بدعات نہ ہوئیں۔

آپ علیہ السلام کی دوسری شادی بھی سادگی کا مرقع تھی۔ اس موقع کی تفاصیل درجنوں صفحات پر مشتمل ہیں، صرف ایک اشارہ کافی ہے کہ حضورؑ کی بارات میں کوئی خاتون ساتھ نہ تھیں، صرف دو خدام کے ہمراہ حضور علیہ السلام قادیان سے دہلی نکاح کے لیے پہنچے تھے۔ یاد رہے کہ یہ وہ شادی تھی جس کا تمام انتظام خدا نے خود فرمایا تھا۔ آنے والی دلہن 'امّ المومنین' کہلائیں اور ان سے مبشّر اولاد نے جنم لیا۔ لیکن سادگی کی انتہا ملاحظہ ہو کہ حضور علیہ السلام کے پاس کچھ رقم نقد تھی جو غالباً دو دوستوں سے قرض لے کر چلے تھے۔ اب ملکی دستور کے مطابق حضور کو دلہن کے لیے قیمتی کپڑے اور زیورات لے کر جانا چاہیے تھا مگر آپ نے رسم و رواج کی پابندیوں سے آزادی اور عجیب شان بے نیازی اپنائی کہ اڑھائی صد روپیہ اپنے سسرال والوں کو دیا کہ اپنی بیٹی کے لیے جو چاہیں بنوا لیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے بچوں کے حوالہ سے دیکھیں تو سب سے پہلے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے رشتہ کا ذکر ملتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے اپنے منجھلے بیٹے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے نکاح کی تحریک کے لیے اپنے نہایت مخلص مرید مولوی غلام حسن صاحب سب رجسٹرار پشاور کے نام 24/ اپریل 1902ء کو ایک مکتوب میں تحریر فرمایا کہ

"میرے دل میں تھا کہ بشیر احمد اپنے درمیانی لڑکے کے لیے تحریک کروں جس کی عمر دس برس کی ہے اور صحت اور متانت مزاج اور ہر ایک بات میں اس کے آثار اچھے معلوم ہوتے اور آپ کی تحریر کے موافق عمریں بھی باہم ملتی ہیں۔ اس لیے یہ خط آپ کو لکھتا ہوں اور میں قریب ایام میں اس بارے میں استخارہ بھی کروں گا اور بصورت رضامندی یہ ضروری ہوگا کہ ہمارے خاندان کے طریق کے موافق آپ لڑکی کو ضروریات علم دین سے مطلع فرماویں اور اس قدر علم ہو کہ قرآن شریف باترجمہ پڑھ لے۔ نماز اور روزہ اور زکوٰۃ اور حج کے مسائل سے باخبر ہو اور نیز بآسانی خط لکھ سکے اور پڑھ سکے اور لڑکی کے نام سے مطلع فرماویں اور اس خط کے جواب سے اطلاع بخشیں۔ زیادہ خیریت ہے۔"

پتہ چلتا ہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنی مقدس اولاد کے بارے میں مدت سے یہ الٰہی بشارت مل چکی تھی کہ آپ کی نسل بہت ہوگی اور کثرت سے ملکوں میں پھیل جائے گی۔ نیز الہاماً آپ کو بتایا جا چکا تھا کہ "تَرٰی نَسْلًا بَعِیْدًا" (آپ دور کی نسل بھی دیکھیں گے)۔ لہٰذا حضور چاہتے تھے کہ یہ خدائی وعدہ جلد سے جلد ظہور میں آجائے اور آپ اپنی آنکھوں سے اسے پورا ہوتا دیکھ لیں۔

تاریخ احمدیت میں لکھا ہے کہ مولوی غلام حسن خان صاحب پشاوریؓ نے کمال خلوص سے اس تعلق پر رضامندی کا اظہار کیا۔ چنانچہ 12/ ستمبر 1902ء کو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے نکاح کی تقریب عمل میں آئی۔ احباب نماز عصر کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کمرہ کے سامنے والے صحن میں جو مسجد مبارک سے ملحق تھا جمع ہوئے۔ حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ نے آپ کا نکاح مولوی غلام حسن خان صاحب کی دختر نیک اختر سرور سلطان صاحبہ سے ایک ہزار روپیہ مہر پر پڑھایا۔ ایجاب و قبول کے بعد کھجوریں تقسیم کی گئیں اور حاضرین کی تواضع چائے سے کی گئی۔ اسی روز شام کو اخبار 'الحکم' کا ایک غیر معمولی پرچہ اس مبارک تقریب کی خوشی میں شائع کیا گیا۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی شادی چند سال بعد مئی 1906ء کے دوسرے ہفتے میں ہوئی۔ حضرت صاحبزادہ صاحب اپنے واجب الاحترام ناناجان حضرت میر ناصر نواب اور برادر بزرگ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب اور دیگر احباب کے ساتھ قادیان سے 10/ مئی کی صبح پشاور روانہ ہوئے اور 16/ مئی 1906ء کو بعد دوپہر واپس قادیان پہنچے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کو اللہ تعالیٰ نے صاحبزادی سرور سلطان صاحبہ کے بطن سے گیارہ بچوں سے نوازا جن میں سے سیدہ امۃ السلام بیگم صاحبہ کی ولادت 7/ اگست 1907ء کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی حین حیات میں ہوئی۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے نکاح کے اگلے ماہ اکتوبر 1902ء میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی تقریب نکاح عمل میں آئی۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک مخلص اور عقیدت مند صحابی حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کی بڑی صاحبزادی کے متعلق ڈاکٹر صاحب کو رشتہ کی تحریک فرمائی۔

پھر کچھ مدت بعد لکھا کہ "اس رشتہ پر محمود بھی راضی معلوم ہوتا ہے اور گو ابھی الہامی طور پر اس بارے میں کچھ معلوم نہیں جس کے معلوم ہونے کے بارے میں مجھے خواہش ہے تا کوئی کام ہمارا مرضی الٰہی کے خلاف نہ ہو مگر محمود کی رضامندی ایک دلیل اس بات پر ہے کہ یہ امر غالباً و اللہ اعلم جناب الٰہی کی رضامندی کے موافق انشاء اللہ ہوگا۔ لہٰذا آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ اگر خدا تعالیٰ کی یہ مرضی ہو اور اس میں کوئی مخالفت نہ ہو جائے جس کے مقابل پر سب ارادے کالعدم ہو جاتے ہیں تو اس صورت میں اور اس شرط سے آپ تیار اور مستعد رہیں کہ جب آپ کو مسنون طور پر نکاح کے لیے لکھا جائے۔ چند ہفتہ تک استخارہ کریں کہ ہر ایک کام جو استخارہ اور خدا تعالیٰ کی مرضی سے کیا جاتا ہے وہ بحالیکہ مبارک ہوتا ہے۔ دوسرے میرا ارادہ ہے کہ اس نکاح میں انبیاء کی سنت کی طرح سب کام ہو۔ بدعت اور بیہودہ مصارف اور لغو رسوم اس نکاح میں نہ ہوں بلکہ ایسے سیدھے سادھے طریق پر ہو جو خدا کے پاک نبیوں نے پسند فرمایا ہے نکاح ہو جاوے تا موجب برکات ہو۔"

حضرت ڈاکٹر صاحب کے غیر احمدی خاندان میں اس پر مخالفت ہوئی مگر حضرت ڈاکٹر صاحب نے بلا تامل اپنے آقا کے ارشاد پر سر تسلیم خم کر دیا جس پر اکتوبر 1902ء کا پہلا ہفتہ نکاح کے لیے مقرر ہوا اور قرار پایا کہ نکاح رڑکی میں ہو۔ چنانچہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب 2/ اکتوبر 1902ء کو قادیان سے علی الصبح حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ۔ حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ۔ مولوی سید محمد احسن صاحب امروہویؓ۔ حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ۔ پیر سراج الحق نعمانی صاحبؓ۔ مفتی محمد صادق صاحبؓ اور ڈاکٹر نور محمد صاحبؓ کے ہمراہ رڑکی کے لیے روانہ ہوئے اور اسی روز عشاء کے وقت رڑکی پہنچے۔ اسٹیشن پر حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحبؓ اپنے دوستوں کے ساتھ استقبال کے لیے موجود تھے۔ حضرت مولوی نور الدین صاحب نے حضرت ڈاکٹر صاحب کی صاحبزادی سیدہ محمودہ بیگم صاحبہ کا ایک ہزار روپیہ مہر پر نکاح پڑھایا۔ ڈاکٹر صاحب کے بھائی اس رشتہ میں ان کے مخالف تھے اور اسی لیے وہ شامل بھی نہ ہوئے تھے مگر حضرت ڈاکٹر صاحب نے اس کی چنداں پروانہ کی اور یہی کہا کہ بہرحال مسیح موعود علیہ السلام کے حکم کی تعمیل ہونی چاہیے۔

5/ اکتوبر 1902ء کو بعد نماز عصر یہ قافلہ رڑکی سے بخیریت قادیان پہنچا۔ اسی روز نماز مغرب کے بعد حضرت مسیح موعود حسب معمول شہ نشین پر رونق افروز ہوئے تو حضرت مولوی نور الدین صاحب نے مبارکباد دی اور حضرت ڈاکٹر صاحب کے اخلاص کی بہت تعریف کی جس پر حضور نے اظہار خوشنودی کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت اخلاص دیا ہے۔ ان میں اہلیت اور زیرکی بہت ہے۔ اور میں نے دیکھا ہے ان میں نور فراست بھی ہے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کا نکاح تو اسی سال ہوا مگر رخصتانہ کی تقریب اگلے سال اکتوبر 1903ء کے دوسرے ہفتہ میں آگرہ میں ہوئی جہاں ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب میڈیکل کالج میں پروفیسر تھے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب 11/ اکتوبر 1903ء کی شام کو اپنے اہل بیت کے ساتھ قادیان پہنچے۔ بارات میں آپ کے ساتھ ناناجان حضرت میر ناصر نواب صاحب بھی تھے۔ اگلے دن حضورؑ کے گھر سے دلہن کی خوشی میں بتاشے تقسیم کیے گئے۔

اس بابت مزید صرف ایک اور بات لکھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قریباً 1865ء سے الہام ہو چکا تھا کہ آپؑ دور کی نسل بھی دیکھیں گے۔ اسی تسلسل میں آپ کو مزید پیش خبری دی گئی کہ ہم تجھے ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جو "نافلہ" ہوگا۔ حضور علیہ السلام نے اس کی تعبیر میں فرمایا "ممکن ہے کہ اس کی یہ تعبیر ہو کہ محمود کے ہاں لڑکا ہو کیوں کہ نافلہ پوتے کو بھی کہتے ہیں۔" ان الٰہی بشارتوں اور پیشگوئیوں کے مطابق 26/ مئی 1906ء کو بوقت 7 بجے شام صاحبزادہ مرزا محمود احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں صاحبزادہ نصیر احمد پیدا ہوئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب "حقیقۃ الوحی" میں اس نشان کا بھی تذکرہ فرمایا۔

گو صاحبزادہ مرزا نصیر احمد صاحب نے چند ماہ بعد وفات پائی، لیکن کہا جا سکتا ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی مبشر اولاد کی اولاد میں سے ایک پوتی اور ایک پوتے کو دیکھا اور پیار کیا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے تیسرے بیٹے حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کی شادی کے متعلق ملتا ہے کہ حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کی دوسری بیوی محترمہ امۃ الحمید بیگم کا 27/ اکتوبر 1906ء کو انتقال ہو گیا تو ان کی وفات کے بعد حضرت نواب صاحب اپنی اکلوتی بیٹی بوزینب بیگم صاحبہ کی شادی کے متعلق بہت فکرمند تھے۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی اس معاملہ میں بہت خیال تھا اور اکثر فکر کے ساتھ اس کا گھر میں ذکر فرمایا کرتے تھے۔ ایک روز حضرت اقدس علیہ السلام کو اس طرف خاص توجہ پیدا ہوگئی۔ حضور علیہ السلام نے صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کے متعلق حضرت نواب صاحب کو پیغام دیا جسے انہوں نے بسر و چشم قبول کر لیا۔ حضرت نواب صاحب کے غیر احمدی بھائی اور دوسرے عزیز بہت ناراض ہوئے مگر حضرت نواب صاحب نے اس کی قطعاً پروا نہ کی اور یہ مبارک تقریب عمل میں آئی۔ چنانچہ آج دنیا گواہ

''یہی ہیں پنج تن جن پر بِنا ہے''

ہے کہ اس مبارک رشتہ کے نتیجہ میں کس قدر مبارک وجود اس دنیا میں تشریف لائے۔

مورخہ 15/ نومبر 1906ء بعد نماز عصر نئے مہمان خانے کے صحن میں حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ کے نکاح کی مبارک تقریب عمل میں آئی۔ اس تقریب پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضور علیہ السلام کے قادیان میں موجود خدام موجود تھے۔حضرت حکیم الامت مولوی نورالدین صاحبؓ نے ایک ہزار روپیہ مہر پر نکاح پڑھایا اور ایک لطیف اور پر از معارف خطبہ ارشاد فرمایا۔

حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کی شادی 9/ مئی 1909ء کو ہوئی اور ولیمہ اگلے روز ہوا۔ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا بیان ہے کہ ''بوزینب بیگم صاحبہ کا رخصتانہ نہایت سادگی سے ہمارے دارالمسیح سے ملحق مکان سے عمل میں آیا۔حضرت اماں جان نے سامان کپڑا زیور وغیرہ ہمارے ہاں بھجوا دیا تھا اور چونکہ نواب صاحب کا منشا تھا کہ حضرت فاطمہؓ کی طرح رخصتانہ ہو۔سو دلہن تیار ہوگئی تو نواب صاحب نے پاس بٹھا کر نصائح کیں اور پھر مجھے کہا کہ حضرت ام المومنین کی طرف چھوڑ آؤں۔ سیدہ ام ناصر صاحبہ والے صحن میں جو سیدہ ام وسیم صاحبہ کی طرف سے سیڑھیاں اترتی ہیں وہاں حضرت اماں جان نے استقبال کیا اور دلہن کو دارالبرکات میں لے گئیں۔حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کے ہاں صاحبزادی بوزینب بیگم صاحبہ کے بطن سے 6 بچے پیدا ہوئے۔آپ کے سب سے بڑے بیٹے صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی ولادت 17/ مارچ 1911ء کو ہوئی جو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے والد ماجد تھے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے بیٹے حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب صغرسنی میں وفات پاگئے۔ ان کی بیماری کے دوران کسی نے خواب دیکھا کہ آپ کی شادی ہو رہی ہے۔حضرت اقدس مسیح موعود نے فرمایا کہ معبرین نے لکھا ہے کہ اس کی تعبیر تو موت ہے مگر اسے ظاہری رنگ میں پورا کر دینے کی صورت میں موت ٹل جاتی ہے چنانچہ حضورؑ کے ارشاد پر حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ نے (30/اگست 1907ء کو نماز عصر کے بعد) صاحبزادہ صاحب کا نکاح سیّدہ مریم بیگم صاحبہ بنت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب سے پڑھا مگر خدا کا کلام پورا ہوا اور آپ داغ مفارقت دے گئے۔(حضرت سیّدہ مریم بیگم صاحبہ بعد میں حضرت مصلح موعودؓ کے عقد میں آئیں اور آپ کے بطن سے حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی پیدائش ہوئی۔)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بڑی بیٹی حضرت سیدہ مبارکہ بیگم صاحبہؓ کی شادی کے متعلق معلومات ملتی ہیں کہ 17/ فروری 1908ء کو حضرت سیدہ مبارکہ بیگم صاحبہ کا نکاح حضرت نواب محمد علی خاں صاحب رئیس مالیر کوٹلہ سے چھپن ہزار روپیہ مہر پر مسجد اقصیٰ میں ہوا۔خطبہ نکاح حضرت حکیم الامت مولوی نورالدین صاحبؓ نے پڑھا۔ نواب صاحب موصوف کے خاندان میں حق مہر کے متعلق یہ دستور تھا کہ کئی کئی لاکھ روپیہ مقرر کیا جاتا تھا اور انہوں نے اپنی خاندانی رسم کی وجہ سے اب بھی یہی کہا تھا کہ مہر زیادہ رکھا جائے مگر حضرت اقدس علیہ السلام نے اسے پسند نہ فرمایا۔البتہ مہر کے متعلق تحریر کو باقاعدہ رجسٹری کروا کے اس پر شہادتیں ثبت کروادیں جس کی ایک وجہ یہ تھی کہ حضرت نواب صاحب موصوف کی جائیداد سرکار انگریزی کے علاقے میں واقع نہ تھی بلکہ ایک ریاست میں تھی اور اس کے متعلق تنازعات اور پیچیدگیاں پیدا ہونے کا احتمال ہو سکتا تھا اس لیے مہرنامہ کو باقاعدہ رجسٹری کروانا ضروری خیال کیا گیا۔ دوسرے ریاست مالیر کوٹلہ میں بیوی قانوناً محروم الارث ہوتی ہے لہٰذا نواب صاحب موصوف کی جائیداد میں شرعی لحاظ سے جتنا حصہ حضرت سیدہ موصوفہ کا متعین ہوتا تھا اسی کے مطابق مہر تجویز کر دیا گیا۔ نکاح کی مبارک تقریب میں شمولیت کے لیے لاہور سے احباب بھی قادیان پہنچ گئے۔

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے رخصتانہ کی تقریب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد 14/ مارچ 1909ء بروز اتوار منعقد ہوئی۔حضرت نواب محمد علی خاں صاحب کا بیان ہے کہ ''رخصتانہ نہایت سیدھی سادھی طرز سے ہوا۔ مبارکہ بیگم صاحبہ کے آنے سے پہلے مجھ کو حضرت ام المومنین علیہا السلام نے فہرست جہیز بھیج دی اور دو بجے ام المومنین علیہا السلام مبارکہ بیگم صاحبہ کو اپنے ساتھ لے کر میرے مکان پر ان سیڑھیوں کے راستہ سے جو میرے مکان اور حضرت اقدسؑ کے مکان کو ملحق کرتی تھیں، تشریف لائیں۔ میں چونکہ مسجد میں تھا اس لیے ان کو بہت انتظار کرنا پڑا۔ اور جب بعد نماز میں آیا تو مجھ کو بلا کر مبارکہ بیگم صاحبہ کو بایں الفاظ نہایت بھری آواز سے کہا کہ ''میں اپنی یتیم بیٹی کو تمہارے سپرد کرتی ہوں''۔ اس کے بعد ان کا دل بھر آیا اور فوراً السلام علیک کر کے تشریف لے گئیں۔

حضرت نواب محمد علی خاں صاحب نے اگلے دن 15/ مارچ 1906ء کو قادیان کے تمام احمدیوں اور قصبہ کے بعض عمائدین کو دعوت ولیمہ دی۔

حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ کا نکاح اور شادی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد ہوئی۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے بچوں کی شادیوں کے سرسری ذکر کے بعد صرف ایک اور شادی کا ذکر کرتا ہوں۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے 4/ فروری 1906ء کو رؤیا دیکھا کہ حضرت میر ناصر نواب صاحب کے بیٹے سید محمد اسحٰق صاحب اور صالحہ خاتون صاحبہ بنت صاحبزادہ پیر منظور محمد صاحب کے نکاح کی تیاری ہو رہی ہے۔ اسی قسم کی رؤیا حضرت ام المومنینؓ کو بھی ہوئی حالانکہ قبل ازیں اس تعلق میں کوئی بات چیت نہیں ہوئی تھی۔حضرت اقدس علیہ السلام نے اس رؤیا کی بنا پر صاحبزادہ پیر منظور محمد صاحب کو تحریک فرمائی اور دوسرے ہی دن 5/ فروری کو نکاح کی تقریب عمل میں آگئی۔

حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ نے نماز ظہر وعصر کے جمع کرنے کے بعد مسجد اقصیٰ میں ایک خاص جوش کے ساتھ خطبہ نکاح پڑھا۔حضرت اقدسؑ بھی اس وقت رونق افروز تھے۔ یہ موقع جماعت کے لیے دوہری خوشی کا تھا کیونکہ اس دن عیدالاضحیٰ بھی تھی اور کپورتھلہ، لاہور، امرتسر، سیالکوٹ، ریعیہ ضلع ہوشیارپور اور دوسرے مقامات سے کئی احباب قادیان میں حاضر تھے۔حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب نے اپنے ماموں کی شادی پر فی البدیہہ ایک دعائیہ نظم بھی کہی۔

مندرجہ بالا معلومات کی روشنی میں بآسانی کہا جاسکتا ہے کہ

☆... حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے بچوں کی شادیاں طے کرنے میں تاخیر نہ فرمائی۔

☆... حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے بچوں کے رشتے طے کرنے میں دور دراز مقامات اور معاشرت، زبان اور رہن سہن کے فرق کو وقعت نہ دی۔

☆... آپ علیہ السلام نے ہر رشتہ طے کرنے میں دعا، استخارہ اور نیک نیتی کو مقدم رکھا۔

اور دیگر تمام امور کے ساتھ ساتھ ان تمام شادیوں میں سادگی اور عدم بناوٹ اور عدم تکلف کا صاف اظہار ہو رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ ساری دنیا میں پھیلے احمدیوں کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا حقیقی پیروکار اور سچا اطاعت گزار بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

☆...☆...☆

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پاکیزہ انداز تربیت

(داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ یوکے)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی حیات طیبہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی زندگی دراصل کلمۂ طیبہ کا عکس تھی۔ جہاں ایک طرف آپ یار نہاں میں نہاں تھے وہیں دوسری طرف آپ آنحضور ﷺ کے لیے بطور مرایا متقابلہ اور آپ ﷺ کے ظل اور بروز تھے۔ یہی معاملہ آپ کے اخلاق عالیہ میں ہمیشہ منعکس رہا۔ جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے تمام معاملات میں اپنی ذات سے بالا ہو کر۔

اسلام چیز کیا ہے خدا کے لیے فنا
ترک رضائے خویش پئے مرضیٔ خدا

کی حقیقی تصویر تھے وہیں آپ کے اخلاق فاضلہ آنحضور ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی حقیقی تصویر اور عکس تھے۔

آپؑ فرماتے ہیں:

”ہم بھی بعض دفعہ کسی پر ناراض ہوتے ہیں مگر ہماری ناراضگی دین کے واسطے اور اللہ کے لیے ہے جس میں نفسانی جذبات کی ملونی نہیں اور دنیوی خواہشات کا کوئی حصہ نہیں۔ ہمارا بغض اگر کسی کے ساتھ ہے تو وہ خدا تعالیٰ کے واسطے ہے اور اس واسطے وہ بغض ہمارا نہیں بلکہ خود خدا تعالیٰ کا ہی ہے کیونکہ اس میں کوئی ہماری نفسانی یا دنیوی غرض نہیں۔ ہم کسی سے کچھ لینا نہیں چاہتے نہ کسی سے کوئی خواہش رکھتے ہیں“۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 171)

مزید فرماتے ہیں کہ

حدیثوں میں لکھا ہے کہ مہدی موعود خَلق اور خُلق میں ہمرنگ آنحضرت ﷺ ہو گا۔

(ایک غلطی کا ازالہ، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 213)

اسی لیے فرماتے ہیں:

من تو شدم تو من شدی
من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں
من دیگرم تو دیگری

کہ میں آپ ہو گیا ہوں اور آپ میں ہو گئے ہیں میں تن یعنی جسم بن گیا ہوں اور آپ بمرتبہ جاں ہو گئے ہیں، تا کہ کوئی بعد میں یہ نہ کہے کہ میں کوئی اَور ہوں اور آپ کوئی اَور۔

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک دیرینہ صحابی اور گھر کے فرد تھے فرماتے ہیں: ”مَیں نے آپ کو اس وقت دیکھا جب میں دو برس کا بچہ تھا پھر آپ میری آنکھوں سے اس وقت غائب ہوئے جب میں 27 سال کا جوان تھا مگر میں خدا کی قسم کھا کر بیان کرتا ہوں کہ میں نے آپ سے زیادہ خلیق، آپ سے زیادہ نیک، آپ سے زیادہ بزرگ، آپ سے زیادہ اللہ اور رسول کی محبت میں غرق کوئی شخص نہیں دیکھا۔ آپ ایک نور تھے جو انسانوں کے لیے دنیا پر ظاہر ہوا اور ایک رحمت کی بارش تھے جو ایمان کی لمبی خشک سالی کے بعد اس زمین پر برسی اور اسے شاداب کر گئی۔

اگر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ بات سچی کہی تھی کہ کَانَ خُلُقُہٗ الْقُرْآن تو ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسبت اسی طرح کہہ سکتے ہیں کَانَ خُلُقُہٗ حُبَّ مُحمدٍ وَاِتِّبَاعَہ۔ (سیرت المہدی جلد1 روایت 975)

آنحضور ﷺ سے محبت آپ نے ہمیں کیسے سکھائی، اس کے لیے حضور علیہ السلام کے فرمائے ہوئے کلمات اور آپ کی تصانیف لطیفہ شاہد ناطق ہیں۔ واقعہ کچھ یوں ہے کہ

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام وصحابۂ کرام

آریہ سماج لاہور نے دسمبر 1907ء میں اپنے جلسہ سالانہ کے ساتھ ایک مذہبی کانفرنس کی جس میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا ایک مضمون بھی پڑھا گیا۔ جو سر تا پا امن و آشتی تھا مگر افسوس کہ بدسگال آریہ سماجی نمائندے نے اپنی تقریر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت شوخی اور بے باکی سے گالیاں دیں۔ حضرت اقدس کو علم ہوا تو آپ نے اس مجلس میں بیٹھنے والے احمدی وفد پر انتہائی خفگی کا اظہار کیا اور فرمایا:

”تمہیں اسی وقت کھڑے ہو جانا چاہیے تھا اور اس ہال سے باہر نکل آنا چاہیے تھا۔“

حضورؑ نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ’چشمہ معرفت‘ کے نام سے ایک لاجواب کتاب لکھی جس کے شروع میں بد باطن آریہ نمائندہ کے اعتراضات کا مسکت جواب لکھا۔ اور علم و معرفت کے دریا بہا دیے۔ آخر میں اپنا اصل مضمون بھی شائع کیا تا کہ موازنہ ہو سکے کہ آپؑ کے پیش فرمودہ پاک خیالات کے مقابل آریوں نے کس درجہ بے شرمی کا مظاہرہ کیا ہے۔ یہ کتاب 15/ مئی 1908ء کو شائع ہوئی۔ (سوانح حضرت مسیح موعود و مہدی موعود علیہ السلام از مولانا دوست محمد صاحب شاہد صفحہ 25)

یہ تو آپ علیہ السلام کی آنحضور ﷺ سے محبت تھی، اس کے بالمقابل اپنی ذات کے لیے آپ علیہ السلام کیونکر پیکر حلم و رأفت و رحمت تھے، اس بارہ میں آپ علیہ السلام کے جلیل القدر صحابی حضرت مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی فرماتے ہیں:

میں مختلف شہروں اور ناگوار نظاروں میں آپؑ کے ساتھ رہا ہوں۔ دہلی کی ناشکر گزار اور جلد باز مخلوق کے مقابل پٹیالہ، جالندھر، کپورتھلہ، امرتسر، لاہور اور سیالکوٹ کے مخالفوں کی متفق اور منفرد دل آزار کوششوں کے مقابل میں آپؑ کا حیرت انگیز صبر اور حلم اور صبر ثبات دیکھا ہے۔ کبھی آپ نے خلوت میں یا جلوت میں ذکر تک نہیں کیا کہ فلاں شخص یا فلاں قوم نے ہمارے خلاف یہ ناشائستہ حرکت کی اور فلاں نے زبان سے یہ نکالا۔ میں صاف دیکھتا تھا کہ آپ ایک پہاڑ ہیں کہ ناتواں پست ہمت چوہے اس میں سرنگ کھود نہیں سکتے۔ ایک دفعہ آپ نے جالندھر کے مقام میں فرمایا: ”ابتلاء کے وقت ہمیں اندیشہ اپنی جماعت کے بعض ضعیف دلوں کا ہوتا ہے۔ میرا تو یہ حال ہے کہ اگر مجھے صاف آواز آوے کہ تو مخذول ہے اور تیری کوئی مراد ہم پوری نہ کریں گے تو مجھے خدا تعالیٰ کی قسم ہے کہ اس عشق و محبت الٰہی اور خدمت دین میں کوئی کمی واقع نہ ہو گی اس لیے کہ میں تو اسے دیکھ چکا ہوں اور پھر یہ پڑھا هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا

(سیرت مسیح موعود علیہ السلام از حضرت مولانا عبد الکریم سیالکوٹی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صفحہ 55)

ایک دفعہ ایک دوست کی درشت مزاجی اور بدزبانی کا ذکر ہوا کہ وہ اپنی بیوی سے سختی سے پیش آتا ہے۔ حضرت اس بات سے بہت کشیدہ خاطر ہوئے اور فرمایا: ”ہمارے احباب کو ایسا نہ ہونا چاہیے“۔

جن دنوں امرتسر میں ڈپٹی آتھم سے مباحثہ تھا ایک رات خان محمد شاہ مرحوم کے مقام پر بڑا مجمع تھا۔ اطراف سے بہت سے دوست مباحثہ دیکھنے آئے ہوئے تھے۔ حضرت اس دن جس کی شام کا واقعہ میں بیان کرنا چاہتا ہوں معمولاً سر درد سے بیمار ہو گئے تھے۔ شام کو جب زیارت کا اشتیاق رکھنے والے ہمہ تن چشم انتظار ہو رہے تھے حضرت صاحب مجمع میں تشریف لائے منشی عبد الحق صاحب لاہوری پنشنر نے کمال محبت اور رسم دوستی کی بنا پر بیماری کی تکلیف کی نسبت پوچھنا شروع کیا اور کہا آپ کا کام بہت نازک اور آپ کے سر پر بھاری فرائض کا بوجھ ہے۔ آپ کو چاہیے کہ جسم کی صحت کی رعایت کا خیال کریں اور ایک خاص مقوی غذا لازماً آپ کے لیے ہر روز تیار ہونی چاہیے۔ حضرت نے فرمایا: ”ہاں بات تو درست ہے اور ہم نے کبھی کبھی کہا بھی ہے مگر عورتیں کچھ اپنے ہی دھندوں میں ایسی مصروف ہوتی ہیں کہ اَور باتوں کی چنداں پروا نہیں کرتیں“۔ اس پر ہمارے پرانے موحد خوش اخلاق نرم طبع مولوی عبد اللہ غزنوی کے مرید منشی عبد الحق صاحب فرماتے ہیں: اجی حضرت آپ ڈانٹ ڈپٹ کر نہیں کہتے اور رعب پیدا نہیں کرتے۔ میرا یہ حال ہے کہ میں کھانے کے لیے خاص اہتمام کیا کرتا ہوں اور ممکن ہے کہ میرا حکم کبھی ٹل جائے اور میرے کھانے کے اہتمام خاص میں کوئی سرمو فرق آجائے ورنہ ہم دوسری طرح خبر لے لیں۔ میں ایک طرف بیٹھا تھا منشی صاحب کی اس بات پر اس وقت خوش ہوا اس لیے کہ یہ بات بظاہر میرے محبوب آقا کے حق میں تھی اور میں خود فرط محبت سے اسی سوچ بچار میں رہتا تھا کہ معمولی غذا سے زیادہ عمدہ غذا آپ کے لیے ہونی چاہیے اور ایک دماغی محنت کرنے والے انسان کے حق میں لنگر کا معمولی کھانا بدل ما یتحلل نہیں ہو سکتا۔ اسی بنا پر میں نے منشی صاحب کو اپنا بڑا مؤید پایا اور بے سوچے سمجھے (درحقیقت ان دنوں الٰہیات میں میری معرفت ہنوز بہت سادہ رس چاہتی تھی) بوڑھے صوفی اور عبد اللہ غزنوی کی صحبت کے تربیت یافتہ تجربہ کار کی تائید میں بول اٹھا

کہ ہاں حضرت منشی صاحب درست فرماتے ہیں حضور کو بھی چاہیے کہ درشتی سے یہ امر منوائیں۔ حضرت نے میری طرف دیکھا اور تبسم سے فرمایا: ''ہمارے دوستوں کو تو ایسے اخلاق سے پرہیز کرنا چاہیے''۔ (سیرت مسیح موعود علیہ السلام از حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صفحہ 18،19)

حضرت مولوی صاحب سے متعلق ہی دو مزید واقعات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انداز تربیت کو پوری طرح کھول کر بیان کرتے ہیں:

ایک دفعہ کا ذکر ہے آپ کو سخت درد سر ہو رہا تھا اور میں بھی اندر آپ کے پاس بیٹھا تھا اور پاس حد سے زیادہ شور وغل برپا تھا۔ میں نے عرض کیا جناب کو اس شور سے تکلیف تو نہیں ہوتی؟ فرمایا: ہاں، اگر چپ ہو جائیں تو آرام ملتا ہے۔ میں نے عرض کیا، تو جناب کیوں حکم نہیں کرتے؟ فرمایا: آپ ان کو نرمی سے کہہ دیں، میں تو کہہ نہیں سکتا۔ (سیرت مسیح موعود علیہ السلام از حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صفحہ 25)

اس کے بالمقابل دوسرا واقعہ بھی حضرت مولوی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کی زبانی سنتے ہیں:

چار برس کا عرصہ گزرتا ہے کہ آپ کے گھر کے لوگ لدھیانہ گئے ہوئے تھے۔ جون کا مہینہ تھا اور اندر مکان نیا نیا بنا تھا۔ دوپہر کے وقت وہاں چارپائی بچھی ہوئی تھی مَیں اس پر لیٹ گیا حضرت ٹہل رہے تھے میں ایک دفعہ جاگا تو آپ فرش پر میری چارپائی کے نیچے لیٹے ہوئے تھے۔ میں ادب سے گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔ آپ نے بڑی محبت سے پوچھا آپ کیوں اٹھے ہیں؟ میں نے عرض کیا آپ نیچے لیٹے ہوئے ہیں اور میں اوپر کیسے سوئے رہوں؟ مسکرا کر فرمایا میں تو آپ کا پہرہ دے رہا تھا۔ لڑکے شور کرتے تھے انہیں روکتا تھا کہ آپ کی نیند میں خلل نہ آوے۔ (سیرت مسیح موعود علیہ السلام از حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صفحہ 41)

تو گویا کسی دوسرے کے آرام کو مدنظر رکھنا بھی آداب میں شامل ہے جو ان دونوں واقعات سے ظاہر ہے۔ آپ کے صحابہ نے اس بات کو کیسے سمجھا اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر کیسے عمل کر کے دکھایا اس کے لیے ایک اور ایمان افروز واقعہ عرض ہے۔ حضرت میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ابتدائی زمانہ کا واقعہ ہے اور ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ اس عاجز نے حضور مرحوم ومغفور کی خدمت میں قادیان میں کچھ عرصہ قیام کے بعد رخصت حاصل کرنے کے واسطے عرض کیا..

.....حضور نے فرمایا کہ چلو آپ کو چھوڑ آئیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضور اب میں سوار ہو جاتا ہوں اور چلا جاؤں گا حضور تکلیف نہ فرمائیں مگر اللہ رے کرم ورحم کہ حضور مجھ کو ساتھ لے کر روانہ ہو پڑے۔

باقی احباب جو موجود تھے ساتھ ہو لیے اور یہ پاک مجمع اسی طرح اپنے آقا مسیح موعود کی محبت میں اس عاجز کے ہمراہ روانہ ہوا۔ حضور حسب عادت مختلف تقاریر فرماتے ہوئے آگے آگے چلتے رہے یہاں تک کہ بہت دور نکل گئے۔ تقریر فرماتے تھے اور آگے بڑھتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت سیدنا مولانا مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ نے قریب آ کر مجھے کان میں فرمایا کہ آگے ہو کر عرض کرو اور رخصت لو جب تک تم اجازت نہ مانگو گے حضور آگے بڑھتے چلے جائیں گے۔ میں حسب ارشاد والا آگے بڑھا اور عرض کیا کہ حضور اب سوار ہوتا ہوں حضور تشریف لے جائیں۔ اللہ اللہ! کس لطف سے اور مسکراتے ہوئے فرمایا کہ ''اچھا ہمارے سامنے سوار ہو جاؤ''۔ میں یکہ میں بیٹھ گیا اور سلام عرض کیا تو پھر حضور واپس ہوئے۔ (سیرت حضرت مسیح موعودؑ از قلم حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صفحہ 130)

ایک مزکّی اپنے پیروکاروں کا تزکیہ صرف اسی صورت میں کر سکتا ہے جب وہ ان کی فطرت اور طبع سے پوری طرح آگاہ ہو۔ اس ضمن میں ایک نہایت ہی ایمان افروز واقعہ حضرت شہزادہ عبداللطیف شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ہے۔

''ایک دفعہ ایک ہندوستانی مولوی قادیان آیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر کہنے لگا کہ میں ایک جماعت کی طرف سے نمائندہ ہو کر آپ کے دعویٰ کی تحقیق کے لیے آیا ہوں اور پھر اس نے اختلافی مسائل کے متعلق گفتگو شروع کر دی اور بڑے تکلف سے خوب بنا بنا کر موٹے موٹے الفاظ استعمال کرتا تھا۔ اس کے جواب میں حضرت صاحب نے کچھ تقریر فرمائی تو وہ آپ کی بات کاٹ کر کہنے لگا کہ آپ کو مسیح و مہدی ہونے کا دعویٰ ہے مگر آپ الفاظ کا تلفظ بھی اچھی طرح نہیں ادا کر سکتے۔ اس وقت مولوی عبداللطیف صاحب شہید بھی مجلس میں حضرت صاحب کے پاس بیٹھے تھے ان کو بہت غصہ آ گیا اور انہوں نے اسی جوش میں اس مولوی کے ساتھ فارسی میں گفتگو شروع کر دی۔ حضرت اقدس نے مولوی عبداللطیف صاحب کو سمجھا بجھا کر ٹھنڈا کیا اور پھر کسی دوسرے وقت جبکہ مولوی عبداللطیف صاحب مجلس میں موجود نہ تھے فرمانے لگے کہ اس وقت مولوی صاحب کو بہت غصہ آ گیا تھا۔ چنانچہ میں نے اس ڈر سے کہ کہیں وہ اس غصہ میں اس مولوی کو کچھ مار ہی نہ بیٹھیں مولوی صاحب کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں دبائے رکھا تھا''۔ (سیرت المہدی حصہ دوم صفحہ 52)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنے خدا کے ساتھ کیسا پیار کا تعلق تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس سے کس طرح آشنا تھے کہ آپ کے دشمنوں کی دشمنی آپؑ کے حق میں ایک مہمیز کا کام کر رہی ہے اور اس سے آپؑ کے مقاصد عالیہ حاصل ہونے میں خدا تعالیٰ کے فضل سے مدد مل رہی ہے۔ چنانچہ جب کسی نے آپ علیہ السلام سے مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب کے تنگ کرنے کی شکایت کر کے ان کے لیے بد دعا کرنے کی بات کی تو فرمایا:

نہیں، وہ ہماری بہت خدمت کرتے ہیں۔ ان کے ذریعہ سے ہمارے دعویٰ کا ذکر ان لوگوں میں بھی ہو جاتا ہے جو نہ ہماری بات سننے کو تیار ہیں اور نہ ہماری کتابیں پڑھتے ہیں۔ وہ تو ہمارے کھیت کے لیے کھاد کا کام دے رہے ہیں۔ بدبو سے گھبرانا نہیں چاہیے۔ (ماخوذ از سیرۃ المہدی حصہ چہارم صفحہ 140)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک تربیت کیا ہے اور کیسے کی جا سکتی ہے حضور علیہ السلام اس کے بارہ میں کیا ہی دلنشین اپنا اسوہ بنفس نفیس ہمارے سامنے رکھتے ہیں، فرماتے ہیں:

میں التزاماً چند دعائیں ہر روز مانگا کرتا ہوں۔ اول اپنے نفس کے لیے دعا مانگتا ہوں کہ خدا مجھ سے وہ کام لے جس سے اس کی عزت و جلال ظاہر ہو اور اپنی رضا کی پوری توفیق عطا کرے۔ پھر اپنے گھر کے لوگوں کے لیے مانگتا ہوں کہ ان سے قرۃ عین عطا ہو اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات کی راہ پر چلیں پھر اپنے بچوں کے لیے دعا مانگتا ہوں کہ یہ سب دین کے خدام بنیں۔ پھر اپنے مخلص دوستوں کے لیے نام بنام اور پھر ان سب کے لیے جو اس سلسلے سے وابستہ ہیں خواہ ہم انہیں جانتے ہیں یا نہیں جانتے۔

اور اسی ضمن میں فرمایا حرام ہے مشیخی کی گدی پر بیٹھنا اور پیر بننا اس شخص کو جو ایک منٹ بھی اپنے متوسلین سے غافل رہے۔ ہاں، پھر فرمایا ہدایت اور تربیت حقیقی خدا کا فعل ہے۔ سخت پیچھا کرنا اور ایک امر پر اصرار کو حد سے گزار دینا یعنی بات بات پر بچوں کو روکنا اور ٹوکنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ گویا ہم ہی ہدایت کے مالک ہیں ہم اس کو اپنی مرضی کے مطابق ایک راہ پر لے آئیں گے یہ ایک قسم کا شرک خفی ہے اس سے ہماری جماعت کو پرہیز کرنا چاہیے۔ آپ نے قطعی طور پر فرمایا اور لکھ کر بھی ارشاد کیا کہ ہمارے مدرسے میں جو استاد مارنے کی عادت رکھتا اور اپنے اس ناروا فعل سے باز نہ آتا ہو اسے یکلخت موقوف کر دو فرمایا ہم تو اپنے بچوں کے لیے دعا کرتے ہیں اور سرسری طور پر قواعد اور آدابِ تعلیم کی پابندی کراتے ہیں۔ بس اس سے زیادہ نہیں اور پھر اپنا پورا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر رکھتے ہیں جیسا کسی میں سعادت کا تخم ہو گا وقت پر سرسبز ہو جائے گا۔ (سیرت مسیح موعود علیہ السلام از حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صفحہ 38)

بچوں کی تربیت کا ایک اچھوتا واقعہ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ یوں بیان کرتے ہیں:

''جب حضرت مسیح موعودؑ نے لدھیانہ میں دعویٰ مسیحیت شائع کیا تو ان دنوں میں چھوٹا بچہ تھا اور شاید تیسری جماعت میں پڑھتا تھا مجھے اس دعویٰ سے کچھ اطلاع نہ تھی۔ ایک دن میں مدرسہ گیا تو بعض لڑکوں نے مجھے کہا کہ وہ جو قادیان کے مرزا صاحب تمہارے گھر میں ہیں انہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ حضرت عیسٰیؑ فوت ہو گئے ہیں اور یہ کہ آنے والے مسیح وہ خود ہیں۔ میں نے ان کی تردید کی کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ حضرت عیسٰیؑ تو زندہ ہیں اور آسمان سے نازل ہوں گے۔ خیر جب میں گھر آیا تو حضرت صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے آپ سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں نے سنا ہے آپ کہتے ہیں کہ آپ مسیح ہیں؟ میرا یہ سوال سن کر حضرت صاحب خاموشی سے اٹھے اور کمرے کے اندر الماری سے ایک نسخہ 'فتح اسلام' کا لا کر مجھے دے دیا اور فرمایا اسے پڑھو۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے تھے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کی دلیل ہے کہ آپ نے ایک چھوٹے بچے کے معمولی سوال پر اس قدر سنجیدگی سے توجہ فرمائی ورنہ یونہی کوئی بات کہہ کر ٹال دیتے''۔ (سیرت مسیح موعودؑ از یعقوب علی عرفانی صاحب)

قرآن کریم کی تعلیم کی روح کو سمجھتے ہوئے اس پر عمل کر کے ان دشمنوں کے بالمقابل بھی جنہوں نے آپ کو تنگ کرنے کے لیے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا تھا آپ نے قرآنی اخلاق کو حقیقت میں پھر سے زندہ فرمایا۔ حضرت مولوی شیر علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

''مارٹن کلارک کے مقدمہ میں ایک شخص مولوی فضل دین لاہوری حضور کی طرف سے وکیل تھا۔ یہ شخص غیر احمدی تھا اور شاید اب تک زندہ ہے اور غیر احمدی ہے۔ جب مولوی محمد حسین بٹالوی حضرت صاحب کے خلاف شہادت میں پیش ہوا تو مولوی فضل دین وکیل نے حضرت صاحب سے پوچھا کہ اگر اجازت ہو تو میں مولوی محمد حسین صاحب کے حسب نسب کے متعلق کوئی سوال کروں۔ حضرت صاحب نے سختی سے منع فرمایا کہ میں اس کی اجازت نہیں دیتا۔ اور فرمایا لَا یُحِبُّ اللّٰہُ الْجَھْرَ بِالسُّوْٓءِ۔ مولوی شیر علی صاحب نے بیان کیا کہ یہ واقعہ خود مولوی فضل دین نے باہر آ کر ہم سے بیان کیا تھا اور اس پر اس بات کا بڑا اثر ہوا تھا۔ چنانچہ وہ کہتا تھا کہ مرزا صاحب نہایت عجیب اخلاق کے آدمی ہیں ایک پرلے درجے کا دشمن ہے اور وہ اقدام قتل کے مقدمہ میں آپ کے خلاف شہادت میں پیش ہوتا ہے اور میں اس کا حسب نسب پوچھ کر اس کی حیثیت کو چھوٹا کر کے اس کی شہادت کو کمزور کرنا چاہتا ہوں اور اس سوال کی ذمہ داری بھی مرزا صاحب پر نہیں تھی بلکہ مجھ پر تھی مگر میں نے جب پوچھا تو آپ نے بڑی سختی سے روک دیا کہ ایسے سوال کی میں ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ (سیرۃ المہدی حصہ اول)

ہمدردیٔ خلق اور ضرورت مند کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے تربیت کا عملی اظہار، حضور علیہ السلام خود فرماتے ہیں:

میری تو یہ حالت ہے کہ اگر کسی کو درد ہوتا ہے اور میں نماز میں مصروف ہوں میرے کان میں اس کی آواز پہنچ جاوے تو میں تو یہ چاہتا ہوں کہ نماز توڑ کر بھی اگر اس کو فائدہ پہنچا سکتا ہوں تو فائدہ پہنچاؤں اور جہاں تک ممکن ہے اس سے ہمدردی کروں۔ یہ اخلاق کے خلاف ہے کہ کسی بھائی کی مصیبت اور تکلیف میں اس کا ساتھ نہ دیا جاوے اگر تم کچھ بھی اس کے لیے نہیں کر سکتے تو کم از کم دعا ہی کرو۔

اپنے تو درکنار، میں تو یہ کہتا ہوں کہ غیروں اور ہندوؤں کے ساتھ بھی ایسے اخلاق کا نمونہ دکھاؤ، اور ان سے ہمدردی کرو، لاابالی مزاج ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔

ایک مرتبہ میں باہر سیر کو جا رہا تھا۔ ایک پٹواری عبدالکریم میرے ساتھ تھا۔ وہ ذرا آگے تھا اور میں پیچھے۔ راستے میں ایک بڑھیا کوئی 70 یا 75 برس کی ضعیفہ ملی۔ اس نے ایک خط اسے پڑھنے کو کہا مگر اس نے اس کو جھڑکیاں دے کر ہٹا دیا۔ میرے دل پر چوٹ سی لگی۔ اس نے وہ خط مجھے دے دیا۔ میں اس کو لے کر ٹھہر گیا۔ اور اس کو پڑھ کر اچھی طرح سمجھا دیا۔ اس پر اسے سخت شرمندہ ہونا پڑا کیونکہ ٹھہرنا تو پڑا اور ثواب سے بھی محروم رہا۔ (ملفوظات جلد 4 صفحہ 83،82)

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقرب صحابہ اور صادقین میں سے تھے۔ حضور علیہ السلام سے والہانہ عشق کا تعلق تھا اور حضور علیہ السلام بھی حضرت مولوی صاحب سے بہت محبت رکھتے تھے ایک ظاہر بین خادم و مخدوم اور محب و محبوب میں فرق نہیں کر سکتا تھا۔ حضرت مولوی صاحب 1905ء میں زیادہ بیمار ہو گئے اور دو ماہ بیمار رہ کر وفات پائی۔ آپ کی بیماری بڑی تکلیف دہ تھی بعض دفعہ شدت تکلیف میں نیم غشی کی سی حالت میں وہ کہا کرتے تھے کہ سواری کا انتظام کرو میں حضرت صاحب سے ملنے کے لیے جاؤں گا۔ بعض اوقات فرماتے اور ساتھ زار زار رو پڑتے تھے کہ دیکھو میں نے اتنے عرصہ سے حضرت صاحب کا چہرہ نہیں دیکھا۔ ایک دن اپنی اہلیہ محترمہ سے فرمایا کہ جا کر حضرت صاحب سے کہو کہ میں مر چلا ہوں مجھے صرف دور سے کھڑے ہو کر اپنی زیارت کرا جائیں۔ انہوں نے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کی۔ حضرت صاحب نے جواباً فرمایا کہ کیا کوئی یہ خیال کرتا ہے کہ میرا دل مولوی صاحب کو ملنے کو نہیں چاہتا؟ اصل بات یہ ہے کہ میں ان کی تکلیف کو دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ حضرت امّ المومنینؓ اس وقت پاس ہی تشریف رکھتی تھیں انہوں نے کہا کہ جب وہ اتنی خواہش رکھتے ہیں تو آپ کھڑے کھڑے ہو آئیں۔ حضورؑ نے فرمایا اچھا میں جاتا ہوں لیکن ان کی تکلیف دیکھنے سے میں بیمار پڑ جاؤں گا۔ یہ کہہ کر حضور اس طرف روانہ ہوئے تو مولوی صاحب کی اہلیہ نے آگے جا کر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کو اطلاع دی کہ حضور تشریف لا رہے

باقی صفحہ نمبر 18 پر

حضرت امّاں جان

(امّ المومنین حضرت سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا)

(امۃ الواسع ندرت۔ لاہور)

خدا تعالیٰ جو کہ مالک ہے آسمانوں اور زمین کا اور اس میں چلنے والے نظام کا۔ ہر امر کا فیصلہ اُسی کے حکم اور اِذن سے ہوتا ہے۔ تقدیر الٰہی بالخصوص اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رسولوں اور برگزیدوں کی زندگیوں میں ایک خاص رنگ میں کام کرتی ہے۔ ایک عام انسان اس کی کنہ تک پہنچنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ اور عام انسان تو کیا بعض دفعہ تو انبیاء بھی ان حکمتوں اور بشارتوں کو سمجھ نہیں پاتے۔ ہاں جب خود خدا تعالیٰ ان رازوں کو افشاء فرماتا ہے تو بے ساختہ سبحان اللہ! اور اللہ اکبر! کی صدائیں دلوں سے اٹھتی ہیں اور عرش سے جا ٹکراتی ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو 1865ء میں ایک الہام کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے یہ بشارت دی کہ ثَمَانِیْنَ حَوْلًا اَوْ قَرِیْبًا مِّنْ ذَالِكَ وَتَزِیْدُ عَلَیْهِ سِنِیْنًا وَّتَرٰی نَسْلًا بَعِیْدًا (تذکرہ۔ ص5)۔ کہ تیری عمر اسّی یا اس سے قریب ہوگی۔ اور تو اس قدر عمر پائے گا کہ ایک دور کی نسل کو دیکھ لے گا۔ دوسری طرف اُسی رحمان خدا کی رحمانیت نے ایک اور فیصلہ فرمایا اور اُسی سال 1865ء میں دہلی کے ایک سادات خاندان میں حضرت میر ناصر نواب صاحب کے ہاں ایک بچی کی ولادت باسعادت ہوئی۔ یعنی حضرت نصرت جہاں بیگم صاحبہ جس نے آگے چل کر اُسی مبشر اور مبارک نسل کی ماں بننا تھا جس کی خوشخبری خدا تعالیٰ نے اپنے پیارے مسیح کو دی تھی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کے بارے میں فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے لڑکوں کی بشارت دی اور وہ اس بی بی کے بطن سے پیدا ہوئے۔ اس لیے میں اِسے شعائر اللہ سے سمجھ کر اس کی خاطر داری رکھتا ہوں۔

حضرت اُم المومنین نصرت جہاں بیگم صاحبہ کا تعلق سادات سے تھا۔ آپ کے بزرگوں کی ابتدا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مبارک سے ہوئی۔ حضرت اُم المومنین کا خاندان حسینی سادات کا خاندان تھا۔ اس خاندان کے مورث اعلیٰ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ اس طرح حضرت مسیح موعودؑ کی وہ عظیم الشان پیشگوئیاں اپنی پوری سچائی کے ساتھ ظاہر ہوئیں جن میں خدائے ذوالجلال والاکرام نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا تھا:

1۔ میں نے ارادہ کیا ہے کہ تمہاری ایک اَور شادی کروں۔ یہ سب سامان میں خود ہی کروں گا۔ اور تمہیں کسی بات کی تکلیف نہیں ہوگی۔

2۔ اُشْکُرْ نِعْمَتِیْ رَأَیْتَ خَدِیْجَتِیْ یعنی تُو میرا شکر کر کہ تُو نے میری خدیجہ کو پایا۔

آپؑ فرماتے ہیں یہ بشارت کئی سال پہلے اس نکاح کی طرف تھی جو سادات کے گھر دہلی میں ہوا۔ اور خدیجہ اس لیے میری بیوی کا نام رکھا کہ وہ ایک مبارک نسل کی ماں ہے۔

3۔ پھر الہام ہوا یعنی وہ خدا سچا خدا ہے جس نے تمہاری دامادی کا تعلق ایک شریف قوم سے جو سید تھے کیا اور خود تمہارے نسب کو شریف بنایا جو فارسی خاندان اور سادات سے معجون مرکب ہے۔

حضرت اُم المومنین کے آباؤ اجداد میں بڑے بڑے ولی اور بزرگ گزرے جن میں ایک بہت بڑا اور بلند مرتبہ نام حضرت خواجہ سید محمد ناصر عندلیب کا تھا۔

حضرت خواجہ ناصر صاحب دن رات عبادت اور ریاضت میں گزارتے، روزے رکھتے، چلّہ کشی کرتے، ساری ساری رات نوافل پڑھتے اور مراقبے کھینچتے۔ مسجد کے نمازی اور گھر کے لوگ حجرے میں جھانک کر دیکھتے کہ کہیں فوت تو نہیں ہوگئے۔ ایک دفعہ اسی طرح حجرے میں بیٹھے بیٹھے سات دن اور چھ راتیں گزر گئیں، ساتویں رات بھی آدھی گزر چکی تھی۔ موسم سخت گرم تھا۔ بھوک اور پیاس کی سختی سے آپ پر ضعف کی حالت طاری تھی کہ آزمائش کی گھڑی ختم ہوگئی۔ تاریک کمرہ ایک دم غیر معمولی روشنی سے منور ہوگیا اور ایک خوبصورت نوجوان جس کے سر پر ایک جواہر نگار تاج تھا سامنے آیا اور آگے بڑھ کر آپ کا ہاتھ پکڑ لیا اور اپنے سینہ سے لگا کر علومِ معرفت ان کے سینہ میں بھر دیے۔ اور عالم روحانی میں ان کی بیعت بھی لی۔ اور پوچھنے پر بتایا کہ میں حسن مجتبیٰ ابن علی مرتضیٰ ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی منشا سے خدا تعالیٰ نے تمہارے پاس بھیجا ہے تا تجھے ولایت اور معرفت میں مالامال کروں۔ اور ایک خاص نعمت تھی جو خانوادۂ نبوت نے تیرے واسطے محفوظ رکھی تھی۔ اس کی ابتدا تجھ پر ہوئی ہے اور انجام اس کا مہدی معہود پر ہوگا۔

حضرت خواجہ ناصر عندلیب کا انتہائی مبارک کشف اُس وقت حقیقت بن کر ظاہر ہوا جب اس خاندان کی بیٹی 'نصرت جہاں' مہدی معہود کے نکاح میں آئیں۔ اور وہ خاص نعمت جس کی ابتدا حضرت خواجہ ناصر عندلیب سے ہوئی تھی اس کا انجام مہدی معہود پر ہوا۔

حضرت امّاں جان کا نام حضرت میر ناصر نواب صاحب نے نصرت جہاں بیگم رکھا۔ جس کے بارے میں حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ سادات کی دادی کا نام شہر بانو تھا۔ اسی طرح میری یہ بیوی جو آئندہ خاندان کی ماں ہوگی اس کا نام نصرت جہاں بیگم ہے۔ یہ تفاؤل کے طور پر اس بات کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے تمام جہانوں کی مدد کے لیے میرے آئندہ خاندان کی بنیاد ڈالی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی عادت ہے کہ کبھی ناموں میں بھی اس کی پیشگوئی مخفی ہوتی ہے۔

حضرت امّاں جان کا بچپن بہت ہی نیک، متقی، پرہیزگار، عبادت گزار والدین کی زیر تربیت گزرا۔ یوں تو خدائی تقدیر کے ماتحت ان کی حفاظت خود خدا تعالیٰ کے فرشتے کر رہے تھے کیونکہ فاطمہ کی اس بیٹی نے آگے چل کر مسیح کی دلہن بننا تھا۔ اور اس اولاد کی ماں بننا تھا جس کی خبر خود خدا تعالیٰ نے چودہ سو سال پہلے دی تھی کہ یَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَهٗ (ترجمہ) وہ شادی کرے گا اور اس کی اولاد ہوگی۔ حضرت امّاں جان کا دل ہمیشہ خدا تعالیٰ کے ان احسانوں پر حمد و ثنا کے گیت گاتا رہا۔ خود حضرت امّاں جان نے اپنے دلی جذبات کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے:

ہے عجب میرے خدا میرے پہ احساں تیرا
کس طرح شکر کروں اے میرے سلطاں تیرا
سر سے پا تک ہیں الٰہی تیرے احساں مجھ پر
مجھ پہ برسا ہے سدا فضل کا باراں تیرا
تُو نے اس عاجزہ کو چار دیے ہیں لڑکے
تیری بخشش ہے اور یہ فضل نمایاں تیرا
چُن لیا تو نے مجھے اپنے مسیحا کے لیے
سب سے پہلے یہ کرم ہے مرے جاناں تیرا

(الحکم 17/ نومبر 1900ء)

حضرت امّاں جان کی تعلیم گھر کی چار دیواری میں قرآن کریم اور اردو لکھنے پڑھنے سے شروع ہوئی جو حضرت میر ناصر نواب صاحب نے خود ہی کروائی۔ حضرت اُمّ المومنین بچپن ہی سے زیرک، ذہین و فہیم اور سلیقہ شعار تھیں۔ باوجود پنجاب میں پرورش پانے کے آپ کا طرز زندگی بالکل دہلی کی قدیم تہذیب کے مطابق رہا۔ باوجود اس کے کہ آپ کو پنجابی زبان پر ایک قدرت حاصل تھی۔ لیکن اردو زبان پر آپ کو ایسا اقتدار حاصل تھا گویا کہ وہ دہلی سے کبھی جدا ہوئی ہی نہیں۔

مکان حضرت امّاں جانؓ (قادیان)

وہ پیشگوئیاں اور خدائی وعدے جو حضرت مسیح موعودؑ سے آپ کی دوسری شادی کے متعلق کیے گئے تھے وہ اوپر بیان کیے جاچکے ہیں۔ اس کا انتظام خدا تعالیٰ نے ایسے فرمایا کہ حضرت میر ناصر نواب صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں ایک خط لکھا کہ مجھے اپنی لڑکی کے واسطے بہت فکر ہے۔ آپ دعا کریں کہ خدا کسی نیک آدمی کے ساتھ تعلق کی صورت پیدا کر دے (حضرت میر صاحب ملازمت کے سلسلہ میں جب قادیان رہے تب ان کا تعلق حضور سے بنا اور وہ حضورؑ کی نیکی اور تقویٰ کے بہت معتقد تھے)

اس کے جواب میں حضرت مسیح موعودؑ نے تحریر فرمایا میرا تعلق میری بیوی سے گویا نہ ہونے کے برابر ہے۔ مَیں اَور نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے خدا تعالیٰ نے الہام فرمایا ہے کہ جیسا تمہارا عمدہ خاندان ہے ایسا ہی تم کو سادات سے عالی شان خاندان میں سے زوجہ عطا کروں گا اور اس نکاح میں بہت برکت ہو گی... اور یہ بھی لکھا کہ آپ مجھ پر نیک ظنی کر کے اپنی لڑکی کا نکاح مجھ سے کر دیں۔ حضرت میر صاحب لکھتے ہیں پہلے تو میں نے کچھ تامل کیا کیونکہ مرزا صاحب کی عمر کچھ زیادہ تھی اور بیوی بچہ موجود تھے اور ہماری قوم کے بھی نہ تھے۔ مگر پھر حضرت مرزا صاحب کی نیکی اور نیک مزاجی پر نظر کر کے جس کا میں دل سے خواہاں تھا میں نے اپنے دل میں مقرر کر لیا کہ اسی نیک مرد سے اپنی دختر نیک اختر کا رشتہ کر دوں۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے ایک دن حضرت میر ناصر صاحب سے دریافت کیا کہ کیا آپ کوئی ایسی نیکی بتا سکتے ہیں جس کے باعث آپ کی صاحبزادی حضرت مسیح موعودؑ کے نکاح میں آئیں۔ اس پر میر صاحب نے فرمایا اَور تو مجھے کچھ یاد نہیں البتہ یہ ضرور ہے کہ جب سے یہ پیدا ہوئی اُس دن سے لے کر جس دن میں نے ان کو ڈولی میں ڈالا یہی دعا روزانہ کرتا رہا ہوں کہ اے خدا تو اس کو بہت نیک کے پلّے باندھیو۔

جس تاریخ کو حضرت میر صاحب نے ہاں کا خط لکھا اس سے آٹھ دن بعد حضرت مسیح موعودؑ دو تین آدمیوں کو لے کر دہلی آئے اور عصر اور مغرب کے درمیان خواجہ میر درد کی مسجد میں مولوی نذیر حسین صاحب محدث دہلوی نے نکاح پڑھایا۔ دونوں طرف سے رسم و رسوم نہ ہوئیں۔ ہر کام سیدھا سادھا اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق ہوا۔ جہیز کا سامان ایک صندوق میں بند کر کے چابیاں حضرت صاحب کو دے دی گئیں اور حضرت امّاں جان حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ رخصت ہو کر قادیان تشریف لے آئیں۔ گو کہ دونوں جانب کے خاندان اس تعلق پر خوش نہیں تھے مگر آسمان پر خدا کے فرشتے حمد و ثنا کے گیت گا رہے تھے۔ دنیاوی لحاظ سے اس سادہ ترین رخصتی کے بعد حضرت اماں جان کی ایک نئی زندگی کا آغاز ہوا جس میں ہمیں روحانیت کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر نظر آتا ہے۔

معین وقت پر خالق نے مِضرابِ حسین چھیڑا
محبت اور اُخوت کے ہوئے نغمات پھر پیدا
چھٹے ظلمت کے بادل مہر حق بالائے بام آیا
زمین والوں کو پھر سے نور و رحمت کا پیام آیا

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ لکھتے ہیں:

حضرت اُمّ المومنین کی روحانی پاکیزگی اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ خدا تعالیٰ بہت سی باتیں آپ پر بھی کھول دیتا تھا جس طرح حضرت مسیح موعودؑ پر کھولا کرتا تھا۔ اس سے اس مناسبت کا پتہ چلتا ہے جو آپ کی روح کو حضرت مسیح موعودؑ کی روح سے تھی نیز اس روحانیت اور اس قلب کی طہارت کا پتہ چلتا ہے جس کی وجہ سے آسمانی طاقتوں کا وقتاً فوقتاً انعکاس ہوا کرتا تھا۔

قرآن نے جو مقصد انسان کے پیدا کرنے کا بیان فرمایا ہے کہ وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ حضرت اماں جان ہر رنگ میں اس مقصد پیدائش کو پورا کرنے والی ہستی تھیں۔

چنانچہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ بیان فرماتے ہیں:

”آپ کی نیکی اور دینداری کا مقدم ترین پہلو نماز اور نوافل میں شغف تھا۔ پانچ نمازوں کا تو کیا کہنا۔ حضرت امّاں جان نماز تہجد اور نماز ضحیٰ کی بھی بے حد پابند تھیں اور اُنہیں اس ذوق و شوق سے ادا کرتی تھیں کہ دیکھنے والوں میں بھی ایک خاص کیفیت پیدا ہونے لگتی تھی۔ بلکہ ان نوافل کے علاوہ بھی جب موقع ملتا نماز میں دل کا سکون حاصل کرتی تھیں ... پھر دعا میں بھی حضرت اماں جان کو بے حد شغف تھا۔ اپنی اولاد اور ساری جماعت کے لیے جسے وہ اولاد کی طرح سمجھتی تھیں بڑے درد و سوز کے ساتھ دعا کیا کرتی تھیں اور احمدیت کی ترقی کے لیے ان کے دل میں غیر معمولی تڑپ تھی۔ اپنی ذاتی دعاؤں میں جو کلمہ ان کی زبان پر سب سے زیادہ آتا ہے وہ یہ مسنون دعا تھی۔ یَا حَیُّ یَا قَیُّوۡمُ بِرَحۡمَتِكَ اَسۡتَغِیۡثُ۔ یعنی اے میرے زندہ خدا اور میرے زندگی بخشنے والے آقا مَیں تیری رحمت کا سہارا ڈھونڈتی ہوں۔

صاحبزادی امۃ القیوم صاحبہ بیگم مرزا مظفر احمد صاحب تحریر کرتی ہیں:

حضرت اماں جان کی نماز پڑھنے کی کیفیت بیان کرنا تو میرے بس کی بات نہیں۔ اتنی عاجزی اور انکساری ہوتی تھی جیسے سچ مچ اللہ میاں کے پاؤں پکڑے فریاد کر رہی ہوں۔ اتنا محکم یقین اور بھروسہ تھا اپنے قادر خدا پر۔ یہ کیفیت محسوس تو کی جاسکتی ہے مگر بیان کرنا ممکن نہیں۔ حضرت امّاں جان قرآن شریف کثرت سے پڑھتی تھیں۔ جب نظر کمزور ہوگئی تو آپ کسی نہ کسی کو بٹھا کر قرآن کریم کی تلاوت سنتی تھیں۔

حضرت مولوی غلام نبی صاحب بیان فرماتے ہیں جو انہوں نے اپنی بیگم کے ذریعہ معلوم کیا کہ جب ”حضرت امّاں جان کو حضرت مسیح موعودؑ کی یاد کسی واقعہ یا ذکر کی وجہ سے آتی تو آپ فوراً قرآن شریف پڑھنے لگ جاتی تھیں اور کوئی حضرت مسیح موعودؑ کا ذکر کرتا اور اس سے بشری حالت کے تحت صدمہ محسوس کرتیں تو بھی قرآن کریم کھول کر پڑھنے لگتی ہیں۔ حضرت اماں جان کا یہ عمل ہم سب کے لیے خضر طریقت ہے۔ قرآن کریم میں اطمینان اور تسلی کا ذریعہ ذکر اللہ بتایا گیا ہے اور قرآن مجید تو الذکر ہی ہے۔ حقیقت میں یہ نہایت ناقابل خطا نسخہ فکر و غم سے نجات پانے کا ہے۔ جو چاہے اس کو آزما کر دیکھ لے“۔

آمنہ بیگم صاحبہ اہلیہ نیک محمد صاحب غزنوی تحریر کرتی ہیں جب حضرت امّاں جان کی نظر کمزور ہوگئی تو فرمایا تم مجھے قرآن شریف سنایا کرو۔ اکثر اوقات آپ کی طبیعت ناساز یا بے چین ہوتی تو ایک دفعہ سورۃ یٰس سنانے کو کہا۔ میں کچھ ہچکچائی۔ جس پر آپ نے فرمایا کہ یہ ایک خاص وقت کے لیے نہیں بلکہ یہ تو بے چینی، تکلیف اور گھبراہٹ کو دور کرتی ہے۔ اس ضمن میں حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ فرماتی ہیں۔ ایک دفعہ حضرت امّاں جان کی آنکھیں دکھنے کو آئیں۔ بہت تکلیف تھی۔ مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعودؑ دن میں تین تین بار حضرت اماں جان کو سورۃ یٰس سناتے تھے۔ حضرت اماں جان فرماتی تھیں کہ لوگوں نے اس سورۃ مبارکہ کو یوں ہی صرف موت کے لیے مخصوص کر دیا ہے۔

آپ کی بیماری اور کمزوری کے دنوں میں خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے کئی لڑکوں کو آپ کو قرآن کریم سنانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ان میں صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب، صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب، صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب اور مکرم میر محمود احمد صاحب کے نام شامل ہیں۔

ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب تحریر کرتے ہیں:

”وفات کے دن صبح کے وقت جب میں ٹیکہ کرنے لگا تو آپ نے فرمایا قرآن شریف لے آؤ۔ میں نے عرض کی اماں جان ٹیکہ کر لیں پھر سن لیں۔ جس پر آپ نے اثبات میں سر سے اشارہ کیا۔ چنانچہ ٹیکہ کے بعد میر محمود صاحب نے قرآن شریف پڑھ کر سنایا اور وفات سے ایک گھنٹہ قبل رات 10:30 بجے بھی امّاں جان نے فرمایا قرآن شریف سناؤ۔ جس پر میر محمود صاحب نے قرآن شریف سنایا“۔

حضرت امّاں جان کو حضرت محمد ﷺ سے حد درجہ محبت تھی۔ جس طرح آپ قرآن کریم سنتیں اس طرح صاحبزادگان سے کتب احادیث روزانہ سنتیں۔ کئی یتیم بچیوں سے جن کو آپ نے خود پالا تھا کسی ایک کو پاس بٹھا کر اس سے حدیث پڑھوا کر سنتیں۔ نہ صرف احادیث سنتیں بلکہ بھرپور انداز میں ان پر عمل پیرا بھی ہوتیں۔ ایک مرتبہ ایک آدمی نے باغ کا پھل جبکہ آموں کو ابھی بُور ہی لگا تھا 600 روپے میں خریدنے کے لیے منشی صاحب کی معرفت کہلا بھیجا۔ حضرت امّاں جان نے جواب میں انکار کر دیا کہ یہ تو ناجائز ہے۔ جب باغ کو پھل لگا تو وہ بہت ہی کم قیمت میں بِکا۔ اس آدمی نے منشی صاحب سے کہا کہ 600 روپے لے لیتے تو اچھا تھا اب دیکھیں کتنے کم روپے ملے ہیں۔ اس پر منشی صاحب نے جواب دیا ”اماں جان اس کو ناجائز سمجھتی ہیں ایسے روپے کیسے لے لیتا“۔

آپؓ کی رمضان المبارک کے مہینہ کی کیفیت کے بارے میں حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ بیان فرماتی ہیں:

رمضان المبارک میں آپ بہت زیادہ خیرات دیتیں۔ تین چار آدمیوں کا کھانا اکثر اپنے ہاتھ سے پکا کر دیتیں۔ ویسے نقدی اور جنس کی صورت میں بھی بے حد خیرات کرتیں۔ رمضان المبارک کے علاوہ محرم میں بھی صدقہ و خیرات بہت فرماتیں اور گھر میں بھی نوکروں وغیرہ کو اچھا کھلاتیں۔ فرماتیں ”سال شروع ہے اور حضرت مسیح موعودؑ فرماتے تھے جو شروع سال میں خیرات کرے گا اور اپنے پر فراخی کرے گا اس کو سال بھر فراخی رہے گی۔“

مائی امام بی بی صاحبہ بیان فرماتی ہیں کہ حضرت امّاں جان کا معمول ہے کہ روزہ کی حالت میں خاموش رہتی تھیں۔ آپ روزہ کی تقلید میں خاموشی ضروری سمجھتی ہیں۔ خاموشی میں ذکر الٰہی کرتی رہتی ہیں۔ خلوت میں ذکر الٰہی کو پسند کرتی ہیں جو اہل اللہ کا شیوہ ہے۔

حضرت امّاں جان کو حضرت مسیح موعودؑ پر پختہ اور بے مثال ایمان تھا آپ کو سب سے قریب سے دیکھنے والی آپ کی اہلیہ آپ کو آپ کے تمام دعاوی میں صادق اور راستباز یقین کرتیں۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ لکھتے ہیں مَیں نے والدہ صاحبہ سے دریافت کیا کہ آپ نے کب بیعت کی تھی۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا میرے متعلق مشہور ہے کہ میں نے بیعت سے توقف کیا اور کئی سال بعد بیعت کی 'غلط ہے' بلکہ میں کبھی بھی آپؑ سے الگ نہیں ہوئی۔ ہمیشہ آپؑ کے ساتھ رہی اور شروع ہی سے اپنے آپ کو بیعت میں سمجھا اور اپنے لیے الگ بیعت کی ضرورت نہیں سمجھی۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ محمدی بیگم والی پیشگوئی کے بارے میں فرماتے ہیں:

حضرت امّاں جان کے تقویٰ اور توکل اور دینداری اور اخلاق کی بلندی کا سب سے زیادہ شاندار اظہار ذیل میں نظر آتا ہے۔

جب حضرت مسیح موعودؑ نے ایک دن دیکھا کہ حضرت امّاں جان علیحدگی میں نماز پڑھ کر بڑی گریہ وزاری اور سوز و گداز سے یہ دعا کر رہی ہیں کہ خدایا تو اس پیشگوئی کو اپنے فضل اور اپنی قدرت نمائی سے پورا فرما۔ جب وہ دعا سے فارغ ہوئیں تو حضرت مسیح موعودؑ نے ان سے دریافت فرمایا کہ تم یہ کیا دعا کر رہی تھی تم جانتی ہو کہ اس کے نتیجہ میں تم پر سوکن آتی ہے؟ حضرت امّاں جان نے بے ساختہ فرمایا خواہ کچھ ہو مجھے اپنی پروا نہیں۔ میری خوشی اسی میں ہے کہ خدا کے منہ کی بات اور آپ کی پیشگوئی پوری ہو ...“ اور شاید منجملہ دوسری باتوں کے یہ ان کی بے نظیر قربانی کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس مشروط پیشگوئی کو اس کی ظاہری صورت سے بدل کر دوسرے رنگ میں پورا فرما دیا“۔

پھر حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے اس واقعہ پر حسب ذیل نوٹ لکھا:

برادران یہ ایمان تو میں مسلمانوں کے مردوں میں بھی نہیں دیکھتا۔ کیا مبارک ہے وہ مرد اور مبارک ہے وہ عورت جس کا تعلق ایسا سچا اور ایسا مصفّا ہے۔

حضرت یعقوب علی عرفانی صاحب چشم دید واقعہ تحریر کرتے ہیں:

جب حضرت مسیح موعودؑ کی وفات ہوگئی اور آپ کا جنازہ قادیان میں لایا گیا اور باغ کے کمرہ میں رکھا گیا مَیں حضرت کی آخری خدمت کے لیے وہاں بطور نگران متعیّن تھا۔ کیونکہ لوگ آتے اور زیارت کرتے جاتے تھے۔ اِسی اثناء میں حضرت اماں جان تشریف لے آئیں۔ آپ پائینتی کی طرف کھڑی ہوگئیں اور نہایت دردناک آواز میں فرمایا تُو نبیوں کا چاند تھا تیرے سبب میرے گھر میں فرشتے اُترتے تھے۔

عشق الٰہی، خدا تعالیٰ پر کامل یقین، قرآن کریم، آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح موعودؑ کی عاشقہ صادقہ کو ان محبتوں اور حضرت مسیح موعودؑ کی حسین صحبت نے کُندن بنا دیا تھا۔ اور آپ میں خُلق کا ہر پہلو ایسے اُجاگر ہوا جیسے چمکتا ہوا چاند آسمان پر۔

حضرت امّاں جان کے دل میں خلافت کے لیے حد درجہ عقیدت اور ادب و احترام تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی بیعت کے وقت مردوں کے بعد عورتوں کی بھی بیعت ہوئی اور سب سے پہلے حضرت امّاں جان نے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے مستورات میں درس القرآن شروع کیا تو باوجود ضعف اور کمزوری کے سب سے پہلے حضرت امّاں جان دیگر خواتین مبارکہ کو ساتھ لے کر حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے مکان پر حاضر ہوتیں۔ اور بعض اوقات درس کے انتظار میں دو دو گھنٹے صَرف ہو جاتے۔ آپ اپنے لیے کوئی امتیاز روا نہ رکھتی تھیں۔ معمولی چٹائی کے فرش پر بیٹھ جاتی تھیں۔

سید محمود عالم صاحب صحابی بیان کرتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ مجھ سے حضرت اماں جان نے ایک دفعہ کہا کہ خدا تعالیٰ کی رضاجوئی کے لیے چاہتی ہوں کہ میں

آپ کا کوئی کام کروں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے ایک طالب علم کی پھٹی پرانی رضائی مرمت کروانے کے لیے بھیج دی۔ حضرت اماں جان نے نہایت خوش دلی سے اس رضائی کی مرمت اپنے ہاتھ سے کی اور اُسے درست کر کے واپس بھیج دیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے بارہا فرمایا کہ بیوی جی نے میری جو اطاعت اور ادب و احترام کیا وہ ایک مثال ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اگرچہ آپ کے بیٹے تھے لیکن خلیفہ ہونے کی وجہ سے آپ کا مقام نہایت ادب کا تھا جو حضرت اماں جان کو ہمیشہ پیش نظر رہتا۔ اور جو احکام اور ارشاد خلیفہ وقت کی طرف سے آتے آپ ان پر عمل کرنا ضروری سمجھتیں۔

وہ اخلاق فاضلہ جو قرآن بیان فرماتا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت ﷺ کے بارہ میں گواہی دی تھی کہ آپ ﷺ کے اخلاق تو قرآن تھے۔

حضرت اماں جان بھی آنحضرت ﷺ کے مبارک نقشِ قدم پر چلنے کی ہر ممکن کوشش کرتی تھیں۔ اگر ان میں سے تمام اخلاق حسنہ کی تفصیل بیان کی جائے تو ایک ضخیم کتاب بن جائے گی۔ اس مختصر مضمون میں تو ان اخلاق کے صرف نام بھی بیان نہیں کیے جاسکتے ہیں۔

مہمان نوازی کا ذکر کروں تو سب سے پہلی ''افسر لنگر خانہ'' حضرت اماں جان تھیں۔ خلقت کا ایک ہجوم تھا جو دن اور رات دارالمسیح میں حاضر ہوتا تھا۔ شروع کا ایک لمبا عرصہ تو کھانا حضرت اماں جان کے گھر ہی سے جاتا تھا۔ ملک کے مختلف حصوں سے فرق فرق قوموں اور مزاجوں سے لوگ جمع ہوتے تھے۔ ان سب کی عادتوں اور خواہشوں کے مطابق ان کی مہمان نوازی اور وہ بھی پوری خوش دلی سے صرف خدا کی رضا کی خاطر ایک انتھک محنت چاہتی تھی اور پھر مالی مشکلات کی صورت میں اپنے زیور تک پیش کر دینا یہ اُمّ المومنین کا ہی حصہ تھا۔ جن کو خدا نے خَدِیْجَتِیْ فرمایا تھا۔

حضرت خدیجہؓ کی طرح آپ بھی ہر وقت اپنے مال کو خدا اور اس کے مسیح کی خدمت کے لیے حاضر کرنے کو تیار رہتیں۔

ایک دفعہ جلسہ سالانہ کے موقع پر خرچ نہ رہا۔ حضرت میر ناصر نواب صاحب نے آ کر عرض کی کہ رات کو مہمانوں کے لیے کوئی سالن نہیں ہے۔ حضورؑ نے فرمایا: بی بی صاحبہ (حضرت اماں جان) سے کوئی زیور لے کر جو کفایت کر سکے فروخت کر کے سامان کر لیں۔ چنانچہ زیور فروخت یا رہن کر کے میر صاحب روپیہ لے آئے اور مہانوں کے لیے سامان بہم پہنچایا۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں:

جماعتی چندوں میں بھی حضرت امّاں جان بڑے ذوق و شوق سے حصہ لیتی تھیں اور تبلیغ اسلام کے کام میں ہمیشہ اپنی طاقت سے بڑھ کر چندہ دیتی تھیں۔

مکرمہ اُستانی سکینۃ النساء صاحبہ تحریر کرتی ہیں:

صدقہ وخیرات میں سب سے زیادہ حصہ لیتی ہیں، چندہ اپنی خاص جیب سے ادا فرماتیں یعنی ہر ایک نئی تحریک ضرورت قومی کا چندہ بلکہ کئی دفعہ یہ ارادہ ظاہر فرمایا ہے کہ حضرت زینب چمڑہ رنگ کر چندہ ادا فرماتی تھیں میرا بھی جی چاہتا ہے کوئی ایسا کام کر کے چندہ دوں کہ ثواب زیادہ ملے۔ تحریک جدید میں ہزاروں روپیہ چندہ ادا فرمایا۔

مکرمہ امۃ القیوم ناصر صاحبہ جن کو اپنے بچپن سے لے کر حضرت امّاں جان کے آخری دنوں تک مختلف مواقع پر آپ کی صحبت اور خدمت کی سعادت ملتی رہی اپنے ایک مضمون میں تحریر کرتی ہیں:

حضرت اماں جانؓ کی پاکیزہ نیک فطرت اور پھر حضرت مسیح موعودؑ کی صحبت اور تربیت نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شخصیت کو بہت پیارا بنا دیا تھا۔ آپ نہایت خوش مزاج، سلیقہ شعار، مخلوق خدا کی سچی خیر خواہ، ہمدرد، خدمتگار اور ہر ایک سے محبت کا سلوک کرنے والی تھیں۔ سب یہ سمجھتے تھے کہ بس سب سے زیادہ مجھ سے پیار ہے۔ آپ نہایت درجہ صابر شاکر تھیں۔ کسی مصیبت میں نہ گھبراتیں، خدا تعالیٰ پر کامل توکّل تھا۔ مشکل وقت میں دعا میں لگ جاتیں۔ آپ کا دل محبت کا ایک سمندر تھا... پھر تحریر کرتی ہیں حضرت اماں جان نے حضرت مسیح موعودؑ کو اپنے آقا حضرت محمد ﷺ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے دیکھا۔ چنانچہ آپ انہیں اخلاق کا نمونہ بن گئیں۔ مثلاً اُمّ المساکین، بیوہ عورتوں کی سرپرست، یتیموں کی ماں، قیدیوں کے لیے پُرشفقت۔ آپ قرآن کریم کی تعلیم اور اُسوۂ رسول پر عمل کرتے ہوئے اور حضرت مسیح موعودؑ کی تربیت کے اثر سے ہر شکستہ خاطر اور مخلوق کے دھتکارے ہوئے بے کسوں کی پناہ تھیں۔ کئی بیوہ عورتیں اور ضعیف بے سہارا خاندان آپ کی سرپرستی میں بڑھے، پھلے پھولے اور آرام کی زندگی بسر کرتے رہے۔ آپ نے اُن بیوہ عورتوں کی ہر طرح سرپرستی کی، بچوں کی تعلیم و تربیت ان کی خوراک اور پوشاک اور شادیوں میں مادرانہ شفقت کا عملی مظاہرہ کیا۔

پھر یہ مادرِ مہربان فجر کی نماز اور تلاوت قرآن کریم کے بعد صبح کی سیر کے لیے تشریف لے جاتیں۔ روزانہ کچھ خوش نصیبوں کی باری ہوتی کہ ان کے گھروں میں کچھ دیر ٹھہرتیں۔ گھر، لباس کی صفائی ستھرائی کے بارہ میں نصائح فرماتیں ان کو سلیقہ طریقہ بتاتیں اور ساری جماعت سے ایک تعلق رکھتیں۔ آپ کی صحبتوں اور شفقتوں کا دائرہ تو اتنا وسیع تھا کہ جانور تک اس سے فیض پاتے تھے۔ چنانچہ خان صاحب حکیم عبدالعزیز صاحب نے ایک عجیب واقعہ لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں مجھے بندوق کے شکار کا شوق تھا۔ صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کے ساتھ شکار پر نکل جایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ ماہ مئی کا مہینہ تھا۔ میں نے صاحبزادہ میاں شریف احمد صاحب سے کہا کہ میاں بندوق لاؤ شکار کو چلیں۔ اُن دنوں میاں صاحب چھٹی جماعت میں پڑھتے تھے۔ میاں صاحب شوق میں بندوق لینے چلے گئے۔ اور جلد واپس آئے اور کہنے لگے: امّاں جان بندوق نہیں دیتیں۔ اس پر میں نے خود کہلا بھیجا کہ تھوڑی دیر کے لیے بندوق بھیج دیں۔ فرمایا: ''آج کل پرندے انڈوں پر ہوتے ہیں۔ میں بھی بچوں والی ہوں۔ میں آج کل بندوق ہرگز نہیں دوں گی۔''

صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ تحریر کرتی ہیں:

ہفتہ میں ایک دن نابینا اور یتیم بچوں کو حضرت امّاں جان رضی اللہ عنہا دوپہر کے کھانے پر بلاتیں جو قطار میں ایک دوسروں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر آتے تھے۔ ان کے لیے دسترخوان بچھتا۔ پلاؤ تو مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ پکتا تھا اور کیا ہوتا تھا مجھے یاد نہیں۔

اس طرح آپ کے اپنے گھر میں ایک ہی وقت میں کئی یتیم بچیاں پرورش پاتی تھیں۔ ان کا ہر طرح سے خیال رکھتیں۔ انہیں پڑھاتیں لکھاتیں اپنے پاس بٹھا کر کھانا کھلاتیں۔ ایک دفعہ تو سیر پر جاتے ہوئے ایک گاؤں سے چیتھڑوں میں لپٹی ہوئی ایک گونگی بہری لڑکی جس کے والدین مر چکے تھے اور کوڑے کے ڈھیر پر بیٹھی تھی کو اپنے ساتھ لے آئیں اور اس کو نہلا دھلا کر اس کی جوئیں نکالیں اور صاف ستھرا کر دیا۔ پھر اس کا اتنا خیال رکھا کہ وہ اس قابل ہوگئی کہ اس کی شادی بھی کی اور وہ رحیم بی بی کہلائی۔

بیت الدعا کا داخلی دروازہ (قادیان دارالامان)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

میری آنکھوں نے خود دیکھا کہ آپ خدا تعالیٰ کی محبت میں اور اسلام کی تعلیم کے عشق میں آٹھ، نو، دس سال کے بچوں کو اپنے پاس رکھتیں تو بعض دفعہ خود اپنے ہاتھ سے انہیں نہلاتیں۔

محترم حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ غالباً 1914ء کا واقعہ ہے کہ حضرت اماں جان ممدوحہ پٹیالہ تشریف لے گئیں۔ آپ نے خاکسار سے دریافت فرمایا کہ کیا یہاں کے جیل کے قیدیوں کو عمدہ قسم کے کھانا کھلانے کی اجازت مل سکتی ہے۔ خاکسار نے سرجن صاحب کے ذریعہ جو میرے افسر تھے اور جیل کے بھی بڑے ڈاکٹر تھے کوشش کی اور کھانا کھلانے کی اجازت حاصل کر کے عرض کی کہ مل سکتی ہے۔ تب آپ نے 50 روپے کی رقم مجھے دی اس طرح عمدہ قسم کا کھانا کھلایا گیا۔

حضرت صاحبزادی امۃ القیوم صاحبہ بیان فرماتی ہیں:

ایک عورت مدت سے امّاں جان کے پاس رہتی تھیں۔ اُسے بھوک لگی تو آپا سردار کو کہا کہ آپا مجھے بھوک لگی ہے۔ آپا سردار نے کہا کہ میں ابھی مصروف ہوں روٹی نہیں پکا سکتی۔ اس نے بے تکلف اماں جان سے کہہ دیا کہ اماں جان مجھے بھوک لگی ہے آپا کھانا پکا کر نہیں دیتی۔ اماں جان نے فرمایا کوئی بات نہیں مَیں پکا دیتی ہوں اور اماں جان نے روٹی پکا کر اسے کھانا کھلایا۔

حضرت اماں جان جماعت احمدیہ کی ان خواتین کی نہ صرف جسمانی بھوک کا خیال رکھتیں تھیں بلکہ ان کی روحانی بھوک کا بھی خیال رکھتی تھیں۔ اور جہاں کہیں روحانی یا اخلاقی کمزوری دیکھتیں تو اس کو دور کرنے کی کوشش کرتیں۔

اہلیہ محترم خان بہادر چوہدری ابوالہاشم صاحب آف بنگال ربوہ سے تحریر فرماتی ہیں:

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ عاجزہ اپنی پہلی لڑکی کی پیدائش کے بعد پہلی دفعہ حضرت اماں جان کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ بہت دیر تک ان کے پاس ان کی نماز کے اختتام تک بیٹھی رہی۔ حضرت اماں جان نماز پڑھ کر دوبارہ آئیں تو ہم سے دریافت فرمایا کہ لڑکیو کیا تم نے نماز ادا کر لی ہے؟ ہم نے کہا بچے نے پیشاب یا پاخانہ کر دیا ہوگا گھر چل کر پڑھ لیں گے۔ فرمانے لگیں بچوں کے بہانے سے نماز ضائع نہ کیا کرو۔ اس طرح بچے خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب ہوتے ہیں۔ بچہ تو خدا کا ایک انعام ہے۔

اسی طرح مختلف مواقع پر خواتین کو قیمتی نصائح فرماتیں اور اتنے پیار سے کہ سب خوشی خوشی اس پر عمل کرنا اپنی سعادت

سمجھتی تھیں۔

حضرت اماں جان صاحبہ حضرت مسیح موعودؑ اور ان کے خاندانوں سے بھی بے اندازہ محبت رکھتیں اور ان کی قدر فرماتیں۔ان کے لیے خصوصی دعائیں کرتیں اور اگر ان میں سے کوئی تکلیف میں ہوتا تو آپ کی تڑپ اور بے قراری انتہا کو پہنچ جاتی۔اپنے رب کے حضور اپنی جھولی پھیلائے ان کے لیے دعائیں کرتی رہتیں۔

آپ کی وفات پر حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے یہ تاریخی فقرہ بیان فرمایا کہ ''خصوصاً حضرت مسیح موعودؑ کے زمانے کے لوگوں سے آپ کو بہت ہی پیار تھا ان کی اولادوں کو اب تک دیکھ کر شاد ہو جاتی تھیں۔شاید آپ میں سے بعض کو اس کا احساس نہ ہو۔مجھے پوچھیں آپ سچ مچ ایک اعلیٰ نعمت سے ایک ہزار ماں سے بہتر ماں سے محروم ہو گئے ہیں''۔

ہماری اماں جان کا جماعت کے لوگوں کے ساتھ ساتھ اپنے خاندان سے بھی محبت کا ایک عجیب عالم تھا۔آپ کی مبشر اولاد کا ذکر تو آگے کروں گی۔مگر اپنی بہوؤں،دامادوں،بھائیوں، بھاوجوں،پوتے پوتیوں،نواسے نواسیوں سے خاص تعلق تھا اور وہ بھی دل وجان سے آپ پر فدا ہونے کو تیار رہتے۔

امۃ القیوم صاحبہ جرمنی سے لکھتی ہیں:

مَیں نے کبھی آپ کو اپنی بہو،بیٹی کا شکوہ کرتے نہیں سنا۔نہ ہی کبھی آپ نے ان کے معاملات میں دخل اندازی کی،اور نہ ہی کبھی گھریلو حالات کی جستجو کی سب آپ ہی کے ساتھ رہتی تھیں۔ سب کے گھر حضرت اماں جان کے گھر کے ساتھ تھے سب کے دروازے آپ کے گھر کی طرف نکلتے تھے۔شام کو آپ کے گھر میں عجیب رونق ہوتی۔اس گھر میں جنت نظیر نظارہ لگتا۔

اب آخر میں حضرت مسیح موعودؑ اور سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ کی اس مبشر اولاد کا مختصرترین ذکر کرتی ہوں جن کے بارے میں حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: سو چونکہ خدا کا وعدہ تھا کہ میری نسل میں سے ایک بڑی بنیاد حمایت اسلام کی ڈالے گا۔اور اس میں سے وہ شخص پیدا کرے گا جو آسمانی روح اپنے اندر رکھتا ہو گا۔اس لیے اس نے پسند کیا کہ اس خاندان کی لڑکی میرے نکاح میں لاوے اور اس سے وہ اولاد پیدا کرے جو ان نوروں کو جن کی میرے ہاتھ سے تخم ریزی ہوئی ہے دنیا میں زیادہ سے زیادہ پھیلاوے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے 13مارچ 1906ء کو ایک رؤیا دیکھی کہ میر ناصر نواب صاحب اپنے ہاتھ پر ایک درخت رکھ کر لائے ہیں جو پھلدار ہے۔جب مجھ کو دیا تو ایک بڑا درخت ہو گیا جو بیدانہ توت کے مشابہ تھا اور نہایت سرسبز تھا اور پھولوں اور پھلوں سے بھرا ہوا تھا۔اور پھل اس کے نہایت شیریں تھے اور عجیب تر یہ کہ پھول بھی شیریں تھے مگر معمولی درختوں میں سے نہیں تھا ایک ایسا درخت تھا کہ کبھی دنیا میں دیکھا نہیں گیا۔میں اس درخت کے پھل اور پھول کھا رہا تھا کہ آنکھ کھل گئی۔

1۔آپ کی مبشر اولاد میں سب سے بڑے فرزند حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کو خدا تعالیٰ نے خلافت کی ردا پہنانے کے ساتھ ساتھ مصلح موعود کے مقام پر بھی فائز فرمایا۔جن کے متعلق خدا تعالیٰ نے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہو گا اور وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہو گا...

حضرت اماّں جان کا ایک تاریخی خط جس میں آپ کے دلی جذبات کا مکمل اظہار ہوتا ہے جب آپ حج پر تشریف لے گئے تو حضرت اماں جان نے آپ کو ایک خط تحریر فرمایا:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خط تمہارا پہنچا سب حال معلوم ہوا مولوی صاحب کا مشورہ ہے کہ پہلے حج کو چلے جاؤ۔اور میرا جواب یہ ہے کہ میں تو دین کی خدمت کے واسطے تم کو اللہ تعالیٰ کی خدمت میں دے چکی ہوں۔اب میرا کوئی دعویٰ نہیں۔وہ جو کسی دینی خدمت کو نہیں گئے بلکہ سیر کو گئے ان کو خطرہ تھا اور تم کو کوئی خطرہ نہیں۔ خداوند کریم اپنے خدمتگاروں کی آپ حفاظت کرے گا۔میں نے خدا کے سپرد کر دیا،میں نے خدا کے سپرد کر دیا،میں نے خدا کے سپرد کر دیا۔اور سب یہاں خیریت ہے۔

والدہ محمود احمد 4/اکتوبر 1913ء۔

2۔حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔آپ کو خدا تعالیٰ نے قمرالانبیاء قرار دیا یعنی نبیوں کا چاند۔

3۔حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔اُن کے بارے میں حضور اقدس علیہ السلام فرماتے ہیں کہ شریف احمد کو خواب میں دیکھا کہ اس نے پگڑی باندھی ہوئی ہے۔اور دو آدمی پاس کھڑے ہیں۔ایک نے شریف احمد کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ''وہ بادشاہ آیا''۔دوسرے نے کہا کہ ابھی تو اس نے قاضی بننا ہے۔پھر فرمایا چند سال ہوئے ایک دفعہ ہم نے عالم کشف میں اسی لڑکے شریف احمد کے متعلق کہا تھا اٹھ تو ہماری جگہ بیٹھ اور ہم چلتے ہیں۔

4۔حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں حضور علیہ السلام فرماتے ہیں 37واں نشان یہ ہے بعد اسکے حمل کے ایام کے ایک لڑکی کی بشارت دی اور اس کی نسبت یہ فرمایا تُنَشَّأُ فِی الْحِلْیَۃِ یعنی زیور میں نشوونما پائے گی اور نہ خوردسالی میں فوت ہو گی اور نہ تنگی دیکھے گی۔الہام ہوا ''نواب مبارکہ بیگم'' پھر فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ مبارکہ سلمہا پنجابی زبان میں بول رہی ہے کہ ''مینوں کوئی نہیں کہہ سکدا کہ ایسی آئی جس نے ایہہ مصیبت پائی''۔

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی شادی کے موقع پر حضرت اُمّ المومنین حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا نے آپ کو نہایت قیمتی نصائح فرمائیں جن پر آپ نے بھر پور عمل کیا اور واقعۃً ایسی زندگی گزاری کہ کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا تھا ''ایسی آئی جس نے ایہہ مصیبت پائی''۔

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ فرماتی ہیں:

مجھے جو شادی کے موقع پر چند نصائح فرمائیں وہ بھی تحریر کر دینا میرے خیال میں مفید ہو گا۔فرمایا:

ا۔اپنے شوہر سے پوشیدہ یا وہ کام جس کو ان سے چھپانے کی ضرورت سمجھو ہرگز نہ کرنا۔شوہر نہ دیکھے خدا دیکھتا ہے۔اور بات آخر ظاہر ہو کر عورت کی وقعت کو کھو دیتی ہے۔

ب۔اگر کوئی کام ان کی مرضی کے خلاف سرزد ہو جائے تو ہرگز نہ چھپانا۔صاف کہہ دینا۔کیونکہ اس میں عزت ہے اور چھپانے میں بے عزتی اور بے وقری کا اندیشہ ہے۔

ج۔کبھی ان کے غصہ کے وقت نہ بولنا تم پر یا کسی نوکر یا کسی بچے پر خفا ہوں اور تم کو علم ہو کہ اس وقت یہ حق پر نہیں ہیں جب بھی اس وقت نہ بولنا۔غصہ تھم جانے پر آہستگی سے حق بات اور ان کی غلطی پر ان کو سمجھا دینا۔غصہ میں مرد سے بحث کرنے والی عورت کی عزت باقی نہیں رہتی۔اگر غصہ میں کچھ سخت کہہ دیں تو کتنی ہتک کا موجب ہو۔

د۔ان کی عزیزوں کی اولاد کو اپنا جاننا کسی کی برائی تم نہ سوچنا خواہ تم سے کوئی برائی کرے۔تم دل میں سب کا بھلا چاہنا اور عمل سے بھی بدی کا بدلہ نہ دینا۔دیکھنا پھر خدا تمہارا ہمیشہ بھلا ہی کرے گا۔

5۔حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کا الہام تھا ''دُخت کرام'' حقیقۃ الوحی میں آپؑ نے اس نشان کو چالیسواں نشان قرار دیا ہے۔

یہ تو تھی آپ کی مبشر اولاد جن کے بارے میں حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا:

''یہی ہیں پنج تن جن پر بنا ہے''

اس تمام اولاد کی زندگیاں،نیکیاں،تقویٰ اور خدمات دینیہ اور ان پر اللہ تعالیٰ کے بے شمار انعام واکرام تو خود حضرت اماں جان نے دیکھے۔ان پر آپ گواہ بھی تھیں اور اپنے رب کی شکر گزار بھی۔مگر کچھ بچے ایسے بھی تھے جو خدائی پیشگوئی کے تحت چھوٹی عمر میں ہی وفات پا گئے۔ماں کے دل کی حالت تو مائیں خوب جانتی ہیں کہ بچہ خواہ ایک دن کا ہی ہو اس کا فوت ہو جانا ماں کے لیے کتنا بڑا امتحان ہوتا ہے۔حضرت اماں جان کے پانچ بچے چھوٹی عمروں میں وفات پا گئے مگر ان موقعوں پر آپ نے جس صبر اور رضا کا مظاہرہ کیا وہ بھی تاریخ میں سنہری الفاظ میں لکھے جانے کے قابل ہے۔

بشیر اوّل (عمر ایک سال) کی وفات ایک ایسا واقعہ تھا کہ دشمنوں میں مخالفت کا ایک طوفان برپا تھا اور دشمن تو ایک طرف چند اپنوں کے ایمان بھی خطرے میں پڑ گئے تھے۔

اس وقت حضرت اماں جان کے غیر متزلزل ایمان کا یہ عالم تھا کہ جب آپ نے یہ دیکھا کہ بچے کے بچنے کی کوئی صورت نہیں تو آپ نے فرمایا تو میں پھر اپنی نماز کیوں ضائع کروں۔چنانچہ آپ نے وضو کر کے نماز شروع کر دی اور نہایت اطمینان کے ساتھ نماز ادا کر کے دریافت فرمایا کہ بچے کا کیا حال ہے؟ تو اس کے جواب میں بتایا گیا کہ بچہ فوت ہو گیا ۔تو آپ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر خاموش ہو گئیں۔

اسی طرح صاحبزادہ مرزا مبارک احمد کی وفات پر جن کی عمر 8سال سے کچھ اوپر تھی اور وہ حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بہت لاڈلے بیٹے تھے اور جب ان کی وفات ہوئی تو حضرت اماں جان نے فرمایا ''میں خدا کی تقدیر پر راضی ہوں''۔

جب اس طرح آپ نے اس امتحان کو قبول کر لیا تو آسمان پر حضرت اُمّ المومنین کے بارے میں یہ وحی الٰہی نازل ہوئی ''خدا خوش ہو گیا'' حضرت مسیح موعودؑ نے یہ الہام حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سنایا تو آپ نے فرمایا ''مجھے اس الہام سے اس قدر خوشی ہوئی ہے کہ دو ہزار مبارک احمد بھی مرجاتا تو میں پروا نہیں کرتی۔''

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کو بچپن میں ہی حضرت اماں جان نے گود لے لیا تھا جب صاحبزادہ مبارک احمد کا انتقال ہوا تو اس کے بعد حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت اماں جان کو بڑے وثوق سے فرمایا تھا کہ تم کو مبارک احمد کا بدلہ ضرور ملے گا۔جیسا کہ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ فرماتی ہیں۔حضرت اماں جان بچپن میں ناصر احمد کو اکثر ہی ''مبارک'' کہا کرتی تھیں۔اور فرماتی تھیں یہ میرا مبارک ہے ''یہی ہے جو مجھے بدلہ میں مبارک کے ملا ہے'' حضرت اماں جان نے دعاؤں کے ساتھ صاحبزادہ ناصر احمد کی بہترین تربیت فرمائی۔

مبارک تھا وہ اُمّ المومنین کا
ہوا مقبول رب العالمین کا

(نواب مبارکہ بیگم صاحبہ)

آخر اس مبشر اولاد کی یہ مبشر ماں جو خدا کے مسیح کی پیاری بیوی اور خدا کی خدیجہ تھی 20اپریل 1952ء کو اپنے مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہو گئیں۔حضرت مصلح موعودؑ نے آپ کی وفات پر جماعت کو مخاطب کر کے فرمایا:

اس سال احمدیت کی تاریخ کا ایک بہت ہی اہم واقعہ ہوا اور وہ ہے حضرت اماں جان کی وفات۔ان کا وجود ہمارے اور حضرت مسیح موعودؑ کے درمیان ایک زنجیر کی طرح تھا...وہ ہمارے اور حضرت مسیح موعودؑ کے درمیان ایک زندہ واسطہ تھیں۔یہ واسطہ ان کی وفات پر ختم ہو گیا۔

حضرت مرزا بشیر احمد رضی اللہ عنہ نے آپ کی وفات پر تحریر فرمایا:حضرت اماں جان قریباً دو ماہ بستر علالت میں رہیں جماعت نے اس عرصہ میں خاص طور پر دعاؤں اور صدقات کی طرف توجہ دی اور انابت الی اللہ کا وہ بے نظیر نمونہ دکھایا جس کی مثال صرف اور صرف الٰہی جماعتوں میں ملتی ہے۔جو اللہ تعالیٰ کے مامور کی قائم کردہ ہوتی ہیں۔عام طور پر بیماریاں عام لوگوں کے لیے ابتلاؤں،مصیبتوں اور بے صبریوں کے مظاہروں کا موجب بنتی ہیں لیکن حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا کی علالت قوم کی قوم کو خالق حقیقی کے دروازہ پر جھکا دینے اور رجوع الی اللہ کا موجب ہوئی۔

اس وجود کی بیماری نے بھی قوم کو عظیم الشان نعمتوں سے متمتع کر دیا۔ہر کسی کو یہ مقام کہاں میسر ہوتا ہے اور ہر کسی کے وجود میں اتنی عظیم الشان نعمتیں کہاں مرکوز ہوتی ہیں۔سلام علیکِ یا زوجۃ نبی اللہ۔

اللہ کے حضور التجا ہے کہ ہم سب کو حضرت اماں جان کے نقش قدم پر چلنے اور اُن کی نیکیوں اور اخلاق کو اپنے اندر پیدا کرنے اور زندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔اور ہم احمدی حضرت اماں جان کی تمام دعاؤں کے وارث ہوں۔اور حضرت اماں جان کو حضرت مسیح موعودؑ کا ساتھ اس طرح نصیب ہو کہ جب بھی تمام دنیا میں اور تمام زمانوں میں کوئی بھی آنحضرت ﷺ اور آپؐ کی آل پر درود و سلام بھیجے تو جیسا کہ آپ کی آل میں سب سے اوّل یقیناً حضرت مسیح موعودؑ کا وجود مبارک ہے حضرت اماں جان پر بھی وہ رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی رہیں اور ہمیشہ آپ کے درجات بلند ہوتے چلے جائیں اور آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ حضور ﷺ کی معیت نصیب ہو۔

اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آلِ محمد

☆...☆...☆

ذکرِ حبیب۔ خدائی نصرت کے آئینہ میں

(رانا مشہود احمد۔ مربی سلسلہ، یوکے)

خدا تعالیٰ کے سچے مامور کو جس قدر خدا تعالیٰ کی ذات اور پھر اپنی ماموریت پر ایمان اور یقین ہوتا ہے اس قدر شاید کسی اَور کو نہیں ہوسکتا۔ ذیل میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی سیرت مبارکہ سے چند ایسے واقعات درج کیے جاتے ہیں جن سے حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کے ساتھ ساتھ آپؑ کا خدا کے ساتھ پختہ تعلق اور اس پر ایمان محکم کا ثبوت ملتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ یقین جو آپؑ کو اپنے خداداد مشن کے متعلق تھا وہ اس کمال کو پہنچا ہوا تھا کہ حضور اقدسؑ کے ہر قول وفعل اور ہر حرکت وسکون میں اس کا ایک زبردست جلوہ نظر آتا ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ آپؑ اپنے اس یقین کی وجہ سے بڑے سے بڑے پہاڑ کے ساتھ ٹکرانے کے لیے تیار ہیں۔ اکثر اوقات اپنے خداداد مشن اور اپنے الہامات کے متعلق مؤکّد بعذاب قسم کھا کر فرماتے تھے کہ مجھے ان کی بابت ایسا ہی یقین ہے جیسا کہ کسی کو سورج اور چاند پر ہوسکتا ہے اور اپنی پیشگوئیوں کا ذکر اس طرح فرماتے تھے کہ چونکہ وہ خدا کے منہ سے نکلی ہوئی ہیں اس لیے وہ ضرور پوری ہونگی اور اگر وہ سنت اللہ کے مطابق پوری نہ ہوں تو میں اس بات کے لیے تیار ہوں کہ مجھے مفتری قرار دے کر پھانسی کے تختہ پر لٹکا دیا جائے۔

(سیرت طیبہ از میاں بشیر احمد صاحبؓ)

غور کا مقام ہے کہ یہ کس درجہ کا ایمان اور کیسا پختہ یقین ہے جس کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کفر و ایمان کی بازی لگاتے ہوئے شدید سزا کے لیے بھی تیار ہوجاتے ہیں۔ پس جس شخص میں نورِ ضمیر کی معمولی سی روشنی بھی باقی ہو وہ حضور اقدس علیہ السلام کو دھوکہ دینے والا قرار نہیں دے سکتا۔

چنانچہ پیشگوئیوں اور الہامات کی بابت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

’’ان پر میری سچائی کا حصہ ہے وہ یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ تو مغلوب ہو کر یعنی مغلوبوں کی طرح حقیر ہو کر پھر غالب ہو جائے گا اور انجام تیرے لیے ہو گا اور ہم وہ تمام بوجھ تجھ سے اتار لیں گے جس نے تیری کمر توڑ دی۔ خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ تیری توحید تیری عظمت تیری کمالیت پھیلاوے۔ خدا تعالیٰ تیرے چہرہ کو ظاہر کرے گا اور تیرے سایہ کو لمبا کرے گا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ عنقریب اسے ایک ملک عظیم دیا جائے گا...اور خزائن اس پر کھولے جائیں گے...میں تجھے زمین کے کناروں تک عزت کے ساتھ شہرت دوں گا اور تیرا ذکر بلند کروں گا اور تیری محبت دلوں میں ڈال دوں گا۔‘‘

(ازالہ اوہام، صفحہ 441 روحانی خزائن جلد 3)

پھر حضور اقدس علیہ السلام نے اس کتاب کے صفحہ 563 پر یوں فرمایا:

’’اس نے اپنی پیشگوئیوں میں وعدہ فرمایا ہے کہ اس گروہ کو بہت بڑھائے گا اور ہزارہا صادقین کو اس میں داخل کرے گا۔ وہ خود اس کی آبپاشی کرے گا اور اس کو نشو ونما دے گا یہاں تک کہ ان کی کثرت اور برکت نظروں میں عجیب ہو جائے گی اور وہ اس چراغ کی طرح جو اونچی جگہ رکھا جاتا ہے دنیا کے چاروں طرف اپنی روشنی کو پھیلائیں گے اور اسلامی برکات کے لیے بطور نمونہ کے ٹھہریں گے...اور ہمیشہ قیامت تک ان میں سے ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جن کو قبولیت اور نصرت دی جائے گی۔ اُس ربِ جلیل نے یہی چاہا ہے وہ قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ ہر ایک طاقت اور قدرت اسی کو ہے۔‘‘

(ازالہ اوہام صفحہ 563۔ روحانی خزائن جلد 3 اول ایڈیشن)

خدائی نصرت کا عجیب واقعہ

اس تعلق میں ایک ایمان افروز واقعہ اس طرح پر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں بٹالہ شہر میں عیسائی مشنریوں کا بڑا زور تھا۔ بٹالہ شہر قادیان کے قریب ہی واقع ہے۔ حضور اقدس علیہ السلام اور آپ کے سلسلہ سے پادریوں کو سخت بغض تھا اور بحث میں بار بار شکست کھا چکے تھے۔ انہوں نے حضور علیہ السلام کے دلائل اور زوردار علم کلام سے عاجز آ کر ایک چال چلی اور منصوبہ بنایا کہ عام لوگوں کو دھوکہ میں ڈالا جائے۔ چنانچہ ان عیسائی پادریوں نے حضور اقدس علیہ السلام کی خدمت میں یہ چیلنج بھیجا کہ اگر واقعی آپؑ خدا کی طرف سے عیسیٰ روح اللہ کی جگہ مبعوث ہوئے ہیں تو ہم عیسائی ایک بند لفافہ کے اندر کوئی عبارت لکھ کر سربمہر کر کے آپؑ کے سامنے میز پر رکھیں گے تب لوگوں کے سامنے اپنی روحانی قوت کے ذریعہ بند شدہ مضمون بتادیں گے تو ہم سمجھیں گے کہ آپ کا مذہب سچا ہے اور صادق ہونا بھی واضح ہو جائیگا۔ (آئینہ کمالات اسلام، جلد 5)

اُن پادریوں کا خیال تھا کہ حضرت مرزا صاحبؑ اس انوکھے چیلنج کو ٹال دیں گے۔ کہ ایسا کرنا انسانی طاقت سے باہر ہے اور پھر مرزا صاحب کے ٹالنے پر ہم ان کے خلاف شور شرابا برپا کریں گے اس طرح ان کی ترقی رک جائے گی اور جاہل لوگ مرزا صاحب سے بدظن ہو جائیں گے۔

مگر ان لوگوں کو کیا معلوم تھا کہ وہ خدا جو اپنے ماموروں اور انبیاء کو دنیا میں مبعوث کرتا ہے وقت یا ضرورت پڑنے پر غیب کا علم ایک حد تک ان معصوموں کو بھی عنایت کر دیا کرتا ہے۔ قرآن پاک کی رو سے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو علمِ غیب حاصل نہیں۔ لیکن وہی خدا اپنے پیاروں کو اس میں سے کچھ حصہ عطا فرما کر ان کی تصدیق فرماتا ہے۔

حضرت اقدس علیہ السلام اور چیلنج

عیسائی پادریوں کے اس پیغام کے ملتے ہی حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ’’میں اس چیلنج کو قبول کرتا ہوں اور اس مقابلہ کے لیے تیار ہوں کہ آپ کے بند لفافہ کے اندر کا مضمون بتاؤں۔ مگر شرط یہ ہے کہ اس کے بعد آپ لوگوں کو مسلمان ہونا ہو گا۔‘‘

(سیرت طیبہ)

حضرت مسیح موعودؑ کا یہ کوئی رسمی جواب نہ تھا بلکہ آپؑ کی صداقت اور آپؑ کے اپنے خالق و مالک کی ذات پر پختہ ایمان کی زبردست دلیل تھی۔ یقیناً حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اپنے رب کے اشارہ سے ہی اس چیلنج کو قبول کیا ہو گا۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس جلالی جواب کا ان پادریوں پر ایسا رُعب پڑا کہ بالکل ہی خاموش ہو گئے اور پھر حضور اقدس علیہ السلام کے سامنے آنے کی جرأت نہ کر سکے اور ڈر کر میدان سے بھاگ گئے۔

اندرونی نصرت اور بیرونی نصرت

حضرت اقدس علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’بیرونی طور پر خدا تعالیٰ نے وہ رُعب مجھے بخشا کہ کوئی پادری میرے مقابل پر نہیں آ سکتا... پس کیا روئے زمین میں مشرق سے لے کر مغرب کی انتہا تک کوئی پادری ہے جو خدائی نشان میرے مقابل پر دکھلا سکے۔ ہم نے میدان فتح کر لیا ہے۔ کسی کی مجال نہیں جو ہمارے مقابل پر آوے۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ 348۔ روحانی خزائن، جلد 22 اول ایڈیشن)

علمی معجزات

چالیس ہزار عربی لغات کا عظیم معجزہ

حضرت مسیح موعودؑ کو جب خدا تعالیٰ نے اسلام کی برتری کے لیے مبعوث کیا تو آپؑ کو عربی زبان میں کمال بخشا اور حضور اقدس علیہ السلام کے مقابلہ کے لیے تمام اہل زبان عربوں کی زبانیں بھی عربی ادب، کیا نثر اور کیا نظم، میں گنگ ہو کر رہ گئیں۔

حضرت اقدس علیہ السلام اس خاص فضل کا ذکر کرتے ہوئے خود تحریر فرماتے ہیں:

عربی عبارت (ترجمہ): ’’عربی زبان میں میرا کمال باوجود میری کوشش کی کمی اور میری سعی کی قلت کے خدا کی طرف سے ایک روشن نشان ہے تا کہ اس ذریعہ سے خدا تعالیٰ لوگوں پر میری خداداد علمی اور ادبی قابلیت ظاہر فرمائے اور مجھے دنیا بھر کے لوگوں پر غالب کر دے۔ اب کیا میرے سارے مخالفوں میں سے کوئی ہے جو میرے مقابلہ پر اس میدان میں کھڑا ہو سکے؟ اس علمی اور ادبی کمال پر خدا کا مزید فضل یہ ہے کہ اس نے مجھے عربی زبان کی چالیس ہزار لغات (یعنی اَربَعِینَ اَلفاً مِنَ اللُّغَاتِ العَربِیّۃِ) کا معجزانہ رنگ میں علم عطا کیا اور مجھے علوم ادبیہ میں کامل وسعت بخشی ہے۔‘‘ (اول ایڈیشن، کتاب انجام آتھم، صفحہ 234، عربی حصہ، روحانی خزائن جلد 11)

چنانچہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ان عربی لغات کا سکھایا جانا ایک معجزہ تھا جس کی صداقت پر حضور اقدس علیہ السلام کی تحدّی کے باوجود تمام مخالفوں نے باوجود سخت دشمنی کے اپنے گریز کے ساتھ خاموشی کی مہریں ثبت کر دیں۔ پھر خاص کر عرب ممالک میں سے کوئی اس چیلنج کو قبول کرنے کے لیے آگے نہیں آیا حالانکہ حضرت مسیح موعودؑ نے عربی نثر اور عربی قصیدہ جات کے مقابلہ کے لیے للکارا اور اشتہارات کے ذریعہ بار بار ان کو بلایا۔ آپؑ نے بائیس سے اوپر کتب نہایت فصیح اور بلیغ عربی میں تصنیف فرمائیں اور تمام مولویوں، عالموں اور گدی نشینوں کو غیرت دلائی کہ تم سب مل کر عربی اور علمی فصاحت سے بھری ہوئی عبارتیں شائع کرو جیسا میں شائع کرتا ہوں۔ اگر تم مجھ اکیلے پر سبقت لے جاؤ تو میں خدا کی طرف سے نہیں ہوں گا۔ آؤ اور اس علمی میدان میں اکٹھے ہو جاؤ۔

اور پھر اس سبقت لے جانے والوں کے لیے کثیر رقم یعنی دس ہزار روپے تک کے انعام بھی مقرر فرمائے جو وقت کے لحاظ سے آج کے کروڑوں روپیہ میں بنتا ہے۔ حضورؑ نے اپنی عربی کتب کے بارہ میں جو چیلنجز دیے ان میں چند ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

اعجاز احمدی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کتاب کے آخر میں دس ہزار روپے کے انعام کا اشتہار شائع کیا۔ آپؑ نے تحریر فرمایا:

’’پھر اگر بیس دن میں جو دسمبر 1902ء کی دسویں دن کی شام تک ختم ہو جائے گی انہوں نے اس قصیدہ اور مضمون کا جواب چھاپ کر شائع کر دیا تو یوں سمجھو کہ میں نیست و نابود ہو گیا اور میرا سلسلہ باطل ہو گیا اس صورت میں میری تمام جماعت کو چاہیے کہ مجھے چھوڑ دیں اور قطع تعلق کر لیں لیکن اگر اب بھی مخالفوں نے عمداً کنارہ کشی کی تو نہ صرف دس ہزار روپیہ کے انعام سے محروم رہیں گے بلکہ دس لعنتیں ان کا ازلی حصہ ہو گا۔‘‘

حضور اقدس کی تحدی

حضور اقدس علیہ السلام نے فرمایا:

’’دیکھو میں آسمان اور زمین کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں کہ آج کی تاریخ سے اس نشان پر حصر رکھتا ہوں... کبھی ممکن نہ ہو گا... ایسا قصیدہ بنا سکیں اور... مضمون کا رد لکھ سکیں کیونکہ خدا تعالیٰ ان کی قلموں کو توڑ دے گا اور ان کے دلوں میں غبی کر دے گا۔‘‘

حضور علیہ السلام کے ایک شعر کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔ فرمایا کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو ایسا قصیدہ بنا لائیگا۔ اور اگر میں خدا کی طرف سے ہوں تو اُس کی سمجھ پر پردہ ڈالا جائے اور روکا جائے گا۔ (اعجاز احمدی، روحانی خزائن جلد 19 اول ایڈیشن)

اعجاز المسیح:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی اس کتاب میں پیر مہر علی شاہ گولڑوی کو دعوتِ مقابلہ دیتے ہوئے فصیح و بلیغ عربی زبان میں سورۃ الفاتحہ کی تفسیر بیان کی ہے۔ حضرت اقدس علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے مجھے بشارت دی اور کہا مَنَعَهُ مَانِعٌ مِنَ السَّمَاءِ ’’ کہ آسمان سے روکنے والے نے اسے روک دیا۔ حضورؑ نے فرمایا کہ مجھے اس سے یہ تفہیم ہوئی ہے کہ دشمن اس کی مثل لانے پر قادر نہیں ہوں گے۔

پھر حضور اقدسؑ نے بطور تحدی تحریر فرمایا:

فَاِنَّہٗ کِتَابٌ لَیْسَ لَہٗ جَوَابٌ یعنی کہ یہ ایک لاجواب

کتاب ہے۔ وَمَنْ قَامَ لِلْجَوابِ وَ تَنَمَّرَ فَسَوْفَ یَرٰی اِنَّہٗ تَنَدَّمَ وَ تَذَمَّرَ یعنی جو شخص بھی غصہ میں آکر اس کتاب کا جواب لکھنے کے لیے تیار ہوگا وہ نادم ہوگا اور حسرت کے ساتھ اس کا خاتمہ ہوگا۔'' (اعجاز المسیح، روحانی خزائن جلد 18، اول ایڈیشن)

یہ بات یہاں بیان کرنا غیر مناسب نہ ہوگی کہ حضورؑ نے عربی کی فصاحت اور بلاغت کی کوئی امتیازی تعلیم حاصل نہیں کی تھی اور نہ ہی اُس زمانہ میں قادیان کے ماحول میں ایسا کوئی سکول موجود تھا۔

عربی لکھنے کا امتحان

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ

نجف کے ایک فاضل عبدالحی نام اپنے رشتہ دار عبداللہ عرب کی تلاش میں غالباً 1897ء میں پہلی دفعہ قادیان آئے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ مباحثات کرتے رہے۔ ان کو یہ شبہ تھا کہ عربی کتابیں جو حضرت صاحب نے لکھیں ہیں وہ حضرت صاحبؑ کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی نہیں ہیں۔ چنانچہ ایک دفعہ انہوں نے مسجد مبارک میں بیٹھے ہوئے حضرت صاحبؑ سے عرض کی کہ یہ قلم دوات اور کاغذ ہے۔ آپ میرے ساتھ عربی لکھیں۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ میں بغیر اذن الٰہی کے اس طرح لکھنا شروع کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بے نیاز ہے میرا ہاتھ یہیں شل ہوجائے یا مجھے سب علم ہی بھول جائیں۔

اس کے چند روز بعد عرب صاحب ایک سوال عربی زبان میں لکھ کر مسجد میں لے کر گئے اور بعد نماز حضرت صاحبؑ کی خدمت میں پیش کیا اور قلم دوات بھی جواب لکھنے کے لیے حاضر کی۔

حضرت صاحبؑ نے اسی وقت اس کا جواب نہایت فصیح اور بلیغ عربی میں تحریر کر دیا۔ ایسا ہی چند روز کے بعد عرب صاحب پھر ایک سوال لکھ کر لے گئے اور حضرت صاحبؑ نے اس کا جواب بھی وہیں بیٹھے ہوئے نہایت فصاحت کے ساتھ مفصّل لکھ دیا۔ تھوڑے تھوڑے دنوں کے وقفوں کے بعد اس طرح کے کئی ایک سوالات کے جوابات عربی زبان میں اپنے سامنے تحریر کرا کر عرب صاحب نے تشفّی پائی کہ بے شک حضرت صاحب کو خدا تعالیٰ نے فصیح اور بلیغ عربی لکھنے کی طاقت عطا فرمائی ہے اور اس کے بعد بیعت کر کے وہ داخل سلسلہ حقّہ ہوئے اور سلسلہ کی تائید میں کئی کتابیں اور رسالے تصنیف کیے۔ ان کی ایک قابل قدر تالیف لغات القرآن بھی ہے۔

(ذکر حبیب صفحہ 36 مصنفہ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ)

حضرت اقدسؑ کا ایک اور اقتداری معجزہ

واقعہ تو چھوٹا سا ہے مگر خدائی نصرت کا اور اقتداری معجزہ کا عجیب وغریب جلوہ نظر آتا ہے۔

حضرت مولوی نور الدینؓ صاحب خلیفہ اول روایت کرتے ہیں:

''ایک دفعہ کسی مناظرہ میں بحث کے دوران بد بخت شوخ مولویوں نے حضرت اقدس علیہ السلام سے حدیث بخاری شریف کا کوئی حوالہ فوری طلب کیا اور ساتھ ہی پُرزور مطالبہ کیا کہ اب دَم نقد حوالہ پیش کریں۔ وہ حدیث تو صحیح بخاری میں موجود تھی مگر اتفاق سے حضور اقدسؑ کو صفحہ یاد نہ تھا اور نہ ہی اس وقت حاضر صحابہؓ میں سے کسی کو یاد تھا مولویوں کو کہا گیا کہ مناظرہ جاری رکھیں بعد مناظرہ حوالہ پیش کر دیا جائے گا حالانکہ ان مُلّاؤں کو بھی علم تھا کہ بخاری شریف میں یہ حدیث موجود ہے مگر یہ فسادی کب ٹلتے تھے۔ ایک موقع ہاتھ آ گیا تھا شور ڈالنے لگ پڑے پہلے حوالہ پھر مناظرہ!!! ان کو تو کوئی بہانہ چاہیے تھا۔ لہٰذا وقتی طور پر شماتت اور شرمندگی کا اندیشہ پیدا ہوگیا۔ تب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بڑے وقار کے ساتھ صحیح بخاری کی کتاب منگوائی اتنی بڑی کتاب سے فوری حوالہ نکالنا انتہائی مشکل امر تھا۔ بہر حال کتاب آئی اور خدا کے پیارے مسیح پاک علیہ السلام نے بخاری اپنے ہاتھ میں لے کر اس کی ورق گردانی جلدی جلدی شروع کر دی اور لمحہ بھر میں اُس ورق پر پہنچ کر وہ حدیث مولوی کو پیش کر دی۔ مناظرہ کرنے والا فسادی اور دوسرے کثیر تعداد لوگ اور سننے والے حاضرین اپنے بھی اور بیگانے بھی حیران تھے کہ بخاری کے صفحات پر نظر تک نہیں جمائی اور آخر کتاب میں سے حوالہ نکال کر مولویوں کو پیش کر دیا۔

جب مناظرہ ختم ہوا تو سننے والوں اور دیکھنے والوں نے عرض کی کہ حضور! یہ عجیب بات تھی کہ آپؑ پڑھنے کے بغیر ہی صحیح بخاری کے صفحات اُلٹتے گئے اور اصل جگہ پر فوراً پہنچ گئے۔ جس پر خدا کے پیارے مسیح موعودؑ نے فرمایا:

یہ خدا تعالیٰ کی بروقت نصرت تھی کہ جب مَیں نے بخاری شریف ہاتھ میں لے کر ورق الٹنے شروع کیے تو وہ تمام صفحات اور ورق صاف اور کورے کاغذ کی طرح ہوگئے گویا کہ ان پر کچھ لکھا اور چھپا ہوا نہیں ہے اس لیے بغیر دیکھنے اور نظر جمانے کے اس ورق پر پہنچ گیا جہاں صرف یہی ایک حدیث لکھی ہوئی تھی جس کی مجھے ضرورت تھی۔ لہٰذا میں نے بلا توقف وہ حوالہ مولویوں کے سامنے پیش کر دیا۔

حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپور تھلویؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک اور کیس میں ایک ہندو جج نے جو غالباً پنڈت لیکھرام آریہ کے قتل کا بدلہ لینا چاہتا تھا بھری عدالت میں سوال کیا کہ کیا آپ کا کوئی ایسا الہام بھی ہے کہ ''اِنِّی مُھِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ۔ یعنی میں خدا اس شخص کو ذلیل کروں گا جو تیری ذلت کا ارادہ کرے گا۔'' فرمایا۔ ہاں یہ میرا الہام ہے اور خدا کا کلام ہے۔ پھر مجسٹریٹ نے کہا کہ اگر میں بھی کروں؟ تو فرمایا کہ خواہ کوئی کرے۔ پھر اس نے پوچھا کہ خواہ میں بھی کروں؟ تو فرمایا خواہ کوئی ہو۔ یہ اس جلالی انداز سے فرمایا کہ مجسٹریٹ خاموش ہوگیا۔ اس کو توہین کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپور تھلویؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک آریہ ایم اے پڑھا ہوا آیا اور حاضر خدمت ہو کر اعتراض کیا تو آپؑ مصروف تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ڈاکٹر صادق خان صاحب کو جو وہاں موجود تھے فرمایا کہ اس کو جواب دو۔ مگر اس آریہ نے ڈاکٹر صاحب کو لاجواب کر دیا۔ تو یہ دیکھ کر حضرت مسیح موعودؑ نے اپنا کام چھوڑا اور ادھر متوجہ ہوئے۔ تقریباً وہی دلائل دیے جو ڈاکٹر صاحب نے دیے تھے مگر ایسے رنگ میں پیش کیے کہ وہ آریہ نوجوان حضورؑ کے پاؤں میں گر گیا۔ تو حضور نے اسے اٹھایا اور وہ اتنا مرعوب ہوا کہ ہاتھ جوڑ کر سلام کر کے پیچھے کو چلتا ہوا باہر نکلا کہ کہیں حضور کی شان میں گستاخی نہ ہو جائے (کہ وہ دوسری طرف کو منہ کر کے باہر نکلے تو حضور کی طرف پیٹھ ہو جائے)۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ترین انسانؐ کے غلامِ صادق کو یہ فرمایا تھا کہ 'تیری مدد رعب کے ساتھ کی گئی ہے'۔ چنانچہ ان چند واقعات سے ہمیں بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ جہاں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالیٰ کی ذات پر پختہ یقین تھا وہاں خدا تعالیٰ نے بھی ہر جگہ آپ کی مدد و نصرت فرمائی اور ہمیشہ فریق مخالف کو مرعوب و مغلوب فرمایا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اس پختہ ایمان میں سے حصہ عطا فرمائے کہ ہم اُس واحد و لاشریک خدا سے پختہ تعلق پیدا کرتے ہوئے اس پر کامل ایمان لائیں اور حضرت اقدس مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مشن ہم میں سے ہر ایک کی ذات میں پورا ہوتا ہوا دکھائی دے۔ آمین

☆...☆...☆

سیدنا حضرت اقدس مسیحِ موعود و مہدی معہود علیہ السلام کی شانِ اقدس میں منقبت

(ہر بند کے آخر میں بغرضِ برکت حضرت اقدس علیہ السلام کا فارسی مصرعہ درج کیا گیا ہے)

ظاہر جہاں پہ جلوۂ یارِ نہاں ہوا   خوشا ظہورِ مہدیٔ آخر زماں ہوا
روئے زمیں پہ آج خدا کا نشاں ہوا   سو اُس سے جو الگ ہوا وہ بے اماں ہوا
گھیرے ہوئے بشر کو ہیں خطرے ہزارہا
''امن است در مکانِ محبت سرائے ما''(1)

اک ایک لفظ سوز و فصاحت کا معجزہ   ہمراہ پھر دعا کی اجابت کا معجزہ
ہر قوم میں یہ جوشِ اطاعت کا معجزہ   اور دائمی نظامِ خلافت کا معجزہ
اے فلسفی و شیخ ، یہ کیا ہیں نشان کم؟
''گر طاقت است محوِ کن آں نقشِ داورم'' (2)

فسق و فجور و ظلم و بغاوت سے روکنے   کبر و غرور و عادتِ نخوت سے روکنے
ہر ظاہری و مخفی خیانت سے روکنے   اور آیا نفس کی وہ شرارت سے روکنے
آتش ہے اور دامنِ آخر زماں بہم
''از بہرِ چارہ اش بخدا نہر کوثرم''(3)

اُس کو غرض اگر تھی تو بس اِک لقا کے ساتھ   پیوندِ جاں کو باندھ لے ہر یک خدا کے ساتھ
آیا بحال کرنے وہ رشتہ دعا کے ساتھ   اہلِ زمیں کا خالقِ ارض و سما کے ساتھ
گریہ کناں تھا ایک بنی نوع کا لے کے غم
''یا رب عنایتے کہ ازیں فکر مضطرم''(4)

اب ہے علاجِ گریۂ اہلِ جہاں یہی   اور ہے نئی زمین نیا آسماں یہی
ہے اوّلیں کے ساتھ جڑا کارواں یہی   اور دشتِ بے اماں کا ہوا سارباں یہی
بحر گنہ سے اور نہیں اس کے جز فرار
''واللہ ہمچو کشتیٔ نوحم ز کردگار''(5)

عرفاں قرآں کے اور کمالِ محمدیؐ   روشن کیے جہاں پہ جمالِ محمدیؐ
سیراب کر رہے ہیں خصالِ محمدیؐ   تشنہ لبوں کو آبِ زُلالِ محمدیؐ
فیضِ محمدیؐ کے ہیں نظّارے دم بدم
''ایں چشمۂ رواں کہ بخلقِ خدا دہم''(6)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے مصرعوں کا اردو ترجمہ: (1) میرے اس مکانِ محبت میں امن ہے (الہامی مصرعہ)۔ (2) اگر تجھ میں طاقت ہے تو خدا کے لکھے ہوئے کو مٹا دے۔ (3) خدا کی قسم میں اس کے علاج کے لیے نہر کوثر ہوں۔ (4) اے میرے رب عنائیت فرما کہ میں اس فکر سے مضطر و بے قرار ہوں۔ (5) میں خدائے کردگار کی طرف سے بخدا نوح کی کشتی کی مانند ہوں۔ (6) یہ چشمہ رواں کہ جس سے میں خلقِ خدا کو سیراب کر رہا ہوں۔

(فاروق محمود)

"میں نے جو کچھ پایا اس کی پیروی سے پایا"

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صنفِ نازک پر احسانات

(سیّدہ منورہ سلطانہ۔ جرمنی)

تاریخ عالم کے مشاہدہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اسلام وہ مذہب کامل ہے جس کی تعلیمات زندگی کے ہر معاملے میں ہماری رہنمائی کرتی ہیں کیونکہ کوئی بھی مذہب اپنے نبی کی سیرت اور عملی زندگی کے بغیر نا کام ہے۔ ہر مذہب وملت کو ایسے رہنما کی ضرورت رہی ہے جو اپنے عملی نمونے سے ایک عالم کی کایا پلٹ دے، جس کی تعلیم و ہدایت کا ہاتھ تھام کے انسان بے خطر منزل مقصود کا پتہ پالے۔ یہ راہنما نبی حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کے بارے میں خود قرآن نے گواہی دی:

لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ (الاحزاب:22)

یعنی "یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول میں نیک نمونہ ہے۔"

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں "انبیاء علیہم السلام کے دنیا میں آنے کی سب سے بڑی غرض اور ان کی تعلیم اور تبلیغ کا عظیم الشان مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ خدا تعالیٰ کو شناخت کریں اور اس زندگی سے جو انہیں جہنم اور ہلاکت کی طرف لے جاتی ہے اور جس کو گناہ آلود زندگی کہتے ہیں نجات پائیں۔ حقیقت میں یہی بڑا بھاری مقصد انکے آگے ہوتا ہے ...میرے آنے کی غرض بھی وہی مشترک غرض ہے جو سب نبیوں کی تھی۔ یعنی میں بتانا چاہتا ہوں کہ خدا کیا ہے؟ بلکہ دکھانا چاہتا ہوں۔ اور گناہ سے بچنے کی راہ کی طرف رہبری کرتا ہوں۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 8-9 ایڈیشن 2003)

کسی بھی انسان کی سیرت کو تحریر میں سمونا ایک مشکل امر ہے۔ زیر نظر مضمون میں ہم اپنے اہل سے حسن سلوک اور صنف نازک کی تربیت سے متعلق آقا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور غلامِ کامل یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت مبارکہ سے چند واقعات پیش کریں گے جن سے یہ واضح ہوتا ہے کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق نے اپنے آقا و مطاع حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور اسوہ کو نہ صرف کھول کر ہمارے سامنے رکھا بلکہ عملی اظہار میں آپ علیہ السلام دنیا کے تمام عاشقوں میں سب سے ممتاز تھے۔

مجال ہم نشین در من اثر کرد
وگرنہ من ہمان خاکم کہ ہستم

(براہین احمدیہ ہر چہار حصص روحانی خزائن جلد اول صفحہ 445-446 حاشیہ نمبر 11)

سادہ گھریلو زندگی

دونوں جہانوں کے بادشاہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خوراک و لباس اتنے سادہ تھے کہ اسراف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ "میں تو عام مزدور سا آدمی ہوں۔ عام انسانوں کی طرح کھاتا پیتا اور اٹھتا بیٹھتا ہوں۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گھریلو زندگی بھی اس پر گواہ تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ گھریلو کام کاج میں مدد فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کپڑے خود دھو لیتے تھے، گھر میں جھاڑو بھی دے لیا کرتے، خود اونٹ کو باندھتے تھے، اپنے پانی لانے والے جانور اونٹ وغیرہ کو خود چارہ ڈالتے تھے، بکری خود دوھتے، اپنے ذاتی کام خود کر لیتے تھے۔ خادم کے ساتھ اس کی مدد بھی کرتے، اُس کے ساتھ مِل کر آٹا بھی گوندھ لیتے، بازار سے اپنا سامان خود اٹھا کر لاتے۔"

خوش مزاجی شخصیت کا خاصہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں ہمیشہ خوش اور ہنستے مسکراتے وقت گزارتے تھے۔ (شرح المواھب الدینہ زرقانی جلد 4 ص 253 بحوالہ "اسوۂ انسانِ کامل" صفحہ 811 ایڈیشن 2004ء)

گھریلو زندگی کا ایک نہایت دلکش اور قابل رشک نظارہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی سنیے۔ آپ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں گھر میں بیٹھی چرخے پر سوت کات رہی تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جوتے کی مرمت فرما رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر پسینہ آ گیا، پسینہ کے قطرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پرنور چہرے پر دمک رہے تھے اور ایک روشنی ان سے پھوٹ رہی تھی۔ میں محو حیرت ہو کر یہ حسین نظارہ دیکھنے میں مگن تھی کہ کہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مجھ پر پڑ گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری حالت بھانپ کر فرمایا عائشہ! تم اتنی کھوئی کھوئی اور حیران و ششدر کیوں ہو؟ میں نے عرض کیا ابھی جو آپ کی پیشانی مبارک پر پسینہ آیا تو اس کے قطرات سے ایک عجب نور پھوٹتے میں نے دیکھا اگر شاعر ابو کبیر ھندلی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھ لیتا تو اسے ماننا پڑتا کہ اس کے شعر کے مصداق آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا! ابو کبیر کے وہ شعر تو سناؤ۔ میں نے شعر سنائے جن میں ایک یہ تھا۔

فَاِذَا نَظَرۡتَ اِلٰی اَسِرَّۃِ وَجۡھِہٖ
بَرَقَتۡ کَبَرۡقِ العَارِضِ الۡمُتَھَلِّلِ

"کہ تم میرے محبوب کے روشن چہرے کے خدوخال کو دیکھو تو تمہیں اس کی چمک دمک بادل سے چمکنے والی بجلی کی طرح معلوم ہو۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں یہ شعر سن کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جوش محبت اور فرط مسرت سے اٹھ کھڑے ہوئے اور میری پیشانی کا بوسہ لے کر فرمانے لگے۔ اے عائشہ اللہ آپ کو بہترین جزا عطا فرمائے۔ شاید تم نے مجھے اس حال میں دیکھ کر اتنا لطف نہیں اُٹھایا ہو گا جتنا مزا مجھے آپ سے یہ شعر سن کر آیا ہے۔

(الخصائص الکبری جلد1 صفحہ 116 بحوالہ "اسوۂ انسان کامل" صفحہ 56 ایڈیشن 2011)

اندازِ الفت و مودت

حضرت عائشہؓ کے تو آپ بہت ہی ناز اٹھاتے تھے۔ ایک دفعہ ان سے فرمانے لگے کہ عائشہؓ میں تمہاری ناراضگی اور خوشی

کو خوب پہچانتا ہوں۔ حضرت عائشہ نے عرض کیا وہ کیسے؟ فرمایا جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو تو اپنی گفتگو میں رَبّ ِ محمد صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کہہ کر قسم کھاتی ہو اور جب ناراض ہوتی ہو تو ربّ ِ ابراہیم علیہ السلام کہہ کر بات کرتی ہو۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ہاں یارسول اللہ یہ تو ٹھیک ہے مگر بس میں صرف زبان سے ہی آپ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کا نام چھوڑتی ہوں (دل سے تو آپ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی محبت جا نہیں سکتی)۔ (بخاری کتاب النکاح باب غیرۃ النساء وجدھن بحوالہ اسوۂ انسان کامل صفحہ 651-652)

بے تکلفی کا اظہار

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دوستوں سے بھی بے تکلفی کا معاملہ فرماتے تھے۔ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپؐ کے ایرانی ہمسائے نے دعوت پر بلایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلاتکلف فرمایا کہ کیا میری اہلیہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی ساتھ دعوت ہے؟ اس نے کہا 'نہیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''پھر میں بھی نہیں آتا۔'' دو تین دفعہ کے تکرار کے بعد ایرانی نے آخر کہا کہ ٹھیک ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی آجائیں۔ تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خوش خوش اس کے گھر کی طرف چلے۔ (مسند احمد جلد 3 صفحہ 123 مطبوعہ بیروت بحوالہ ''اسوۂ انسانِ کامل'' صفحہ 776 ایڈیشن 2004)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اتباع رسول کا عملی نمونہ تھے۔ قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا طریق تھا کہ چھوٹی سے چھوٹی بات میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کیا کرتے تھے۔ (سیرت المہدی حصہ دوم صفحہ 492)

کسی شخص کی عائلی زندگی کے حوالہ سے اس کے قریبی رشتہ دار ہی بہتر گواہی دے سکتے ہیں چنانچہ آپ علیہ الصلوٰۃ و السلام کے برادر نسبتی حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''میں نے اپنے ہوش میں نہ کبھی حضور علیہ السلام کو حضرت ام المومنین سے ناراض دیکھا نہ سنا بلکہ ہمیشہ وہ حالت دیکھی جو ایک ideal جوڑے کی ہونی چاہیے۔''

(سیرت حضرت سیدہ نصرت جہان بیگم مرتبہ حضرت شیخ محمود احمد عرفانی و شیخ یعقوب علی عرفانی صفحہ 231)

آپؑ کی حیات طیبہ کا سب سے نمایاں پہلو آپ کا حسن اخلاق اور طرز معاشرت تھا جو سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی بھرپور عکاسی کرتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت اماں جان کی شادی ایک الہامی شادی تھی جو اذن الٰہی کے تابع ہوئی۔ اس بارے میں سیرت حضرت اماں جان میں مذکور ہے ''یہ شادی 1884 میں ہوئی۔ یہی وہ سال ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ اسلام نے اپنے دعویٰ مجددیت کا اعلان فرمایا تھا اور پھر سارے زمانہ ماموریت میں حضرت اماں جانؓ... حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی رفیقہ حیات رہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام انتہادرجہ شفقت کی نظر سے دیکھتے تھے اور ان کی بے حد دلداری فرماتے تھے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ زبردست احساس تھا کہ یہ شادی خدا کے منشا کے ماتحت ہوئی ہے اور یہ کہ حضور کی زندگی کے مبارک دور کے ساتھ حضرت اماں جانؓ کو مخصوص نسبت ہے چنانچہ بعض اوقات حضرت اماں جان بھی محبت اور ناز کے انداز میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کہا کرتی تھیں ''میرے آنے کے ساتھ ہی آپ کی زندگی میں برکتوں کا دور شروع ہوا ہے'' اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسکرا کر فرماتے تھے ''ہاں یہ ٹھیک ہے۔'' (از سیرت و سوانح حضرت اماں جان مصنفہ پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ صفحہ 107)

حضرت اماں جانؓ بیان فرماتی ہیں کہ ''میں پہلے پہل جب دہلی سے آئی تو مجھے معلوم ہوا کہ حضرت (مسیح موعودؑ) کو گُڑ والے چاول بہت پسند ہیں۔ میں نے بڑے شوق سے ان کے پکانے کا انتظام کیا۔ تھوڑے سے چاول منگوائے اور اس میں چار گنا گڑ ڈال دیا۔ وہ بالکل راب بن گئے۔ جب دیگچی چولہے سے اُتاری اور چاول برتن میں نکالے تو دیکھ کر سخت رنج اور صدمہ ہوا کہ یہ تو خراب ہو گئے۔ ادھر کھانے کا وقت ہو گیا تھا۔ حیران تھی کہ اب کیا کروں۔ اتنے میں حضرت صاحب آ گئے۔ میرے چہرے کو دیکھا جو رنج اور صدمہ سے رونے والوں کا سا بنا ہوا تھا۔ آپ دیکھ کر ہنسے اور فرمایا: ''کیا چاول اچھے نہ پکنے کا افسوس ہے؟''

پھر فرمایا:

''نہیں یہ تو بہت مزیدار ہیں۔ میری پسند کے مطابق پکے ہیں۔ ایسے ہی زیادہ گڑ والے تو مجھے پسند ہیں۔ یہ تو بہت ہی اچھے ہیں۔''

اور پھر بہت خوش ہو کر کھائے۔ حضرت اماں جانؓ فرماتی تھیں کہ 'حضرت صاحب نے مجھے خوش کرنے کو اتنی باتیں کیں کہ میرا دل بھی خوش ہو گیا۔''

(سیرت حضرت اماں جانؓ مصنفہ صاحبزادی امۃ الشکور صاحبہ، ص 7،6)

ازواج سے حسن و احسان

بیوی کے ساتھ تعلق کا ذکر کرتے ہوئے بطور نصیحت حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''ہمیں تو کمال بے شرمی معلوم ہوتی ہے کہ مرد ہو کر عورت سے جنگ کریں۔ ہم کو خدا نے مرد بنایا اور یہ درحقیقت ہم پر اتمام نعمت ہے۔ اس کا شکریہ یہ ہے کہ عورتوں سے لطف اور نرمی کا برتاؤ کریں۔'' (سیرت مسیح موعود علیہ السلام از مولانا عبد الکریم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ صفحہ 18)

حضرت مسیح موعودؑ کے آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کے حوالے سے مذکور ہے ''شادی کے کچھ عرصہ بعد حضرت سودہؓ نے اپنے بڑھاپے کے باعث محسوس کیا کہ گھریلو ذمہ داریوں کی ادائیگی ان پر بوجھ ہے۔ اور ازدواجی تعلق کی انہیں حاجت نہیں رہی مگر یہ دلی تمنا ضرور تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بابرکت عقد تادم حیات قائم رہے۔ انہوں نے ازخود نبی کریم کی خدمت میں درخواست کی کہ مجھے دیگر ازواج سے مقابلہ کی کوئی تمنا نہیں صرف اتنی خواہش ہے کہ قیامت کے روز آپ کی بیویوں میں میرا حشر ہو۔ آپؐ سے علیحدگی نہیں چاہتی تاہم اپنے حقوق ازدواج حضرت عائشہؓ کے حق میں چھوڑتی ہوں۔ بے شک میری باری ان کو دے دی جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے ان کی یہ تجویز قبول فرمالی، مگر ان کے جملہ اخراجات حسب سابق ادا ہوتے رہے۔ (شرح المواہب اللدنیہ از علامہ زرقانی جلد 3 صفحہ 922 بحوالہ ''اسوۂ انسان کامل''، صفحہ 630 ایڈیشن 2004)

حضرت مسیح موعود کا اپنی پہلی بیوی سے الگ رہنے کی اجازت لینا

حضرت اماں جانؓ سے شادی کے وقت آپؑ کی پہلی زوجہ صاحبہ بھی موجود تھیں۔ ان کے بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں ''والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ میری شادی کے بعد حضرت صاحب نے انہیں کہلا بھیجا کہ آج تک تو جس طرح ہوتا رہا، ہوتا رہا۔ اب میں نے دوسری شادی کر لی ہے۔ اس لیے اب اگر دونوں بیویوں میں برابری نہیں رکھوں گا میں گناہ گار ہوں گا۔ اس لیے اب دو باتیں ہیں یا تو تم مجھ سے طلاق لے لو اور یا مجھے اپنے حقوق چھوڑ دو۔ میں تم کو خرچ دیے جاؤں گا۔ انہوں نے کہلا بھیجا کہ... بس مجھے خرچ ملتا رہے۔ میں اپنے باقی حقوق چھوڑتی ہوں۔'' (سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 394 مصنف مکرم شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ)

مسیح محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا انداز الفت

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ کسی سفر میں تھے۔ سٹیشن پر پہنچے تو ابھی گاڑی آنے میں دیر تھی۔ آپ بیوی صاحبہ کے ساتھ سٹیشن کے پلیٹ فارم پر ٹہلنے لگے۔ یہ دیکھ کر مولوی عبد الکریم صاحب جن کی طبیعت غیور اور جوشیلی تھی میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ بہت لوگ اور پھر غیر لوگ ادھر ادھر پھرتے ہیں۔ آپ حضرت صاحب سے عرض کریں کہ بیوی صاحبہ کو کہیں الگ بٹھا دیا جاوے۔ مولوی صاحب فرماتے تھے کہ میں نے کہا میں تو نہیں کہتا آپ کہہ کر دیکھ لیں۔ ناچار مولوی عبد الکریم صاحب خود حضرت صاحب کے پاس گئے اور کہا کہ حضور لوگ بہت ہیں بیوی صاحبہ کو الگ ایک جگہ بٹھا دیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا جاؤ جی میں ایسے پردے کا قائل نہیں ہوں۔ (سیرۃ المہدی جلد اول، حصہ اول صفحہ 56)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا کے ساتھ سلوک اس زمانہ کے دستور اور ماحول کے اس قدر مخالف تھا کہ بقول حضرت مولوی عبد الکریم صاحب رضی اللہ عنہ:

اس بات کو اندرون خانہ کی خدمت گار عورتیں جو عوام الناس سے ہیں اور فطری سادگی اور انسانی جامہ کے سوا کوئی تکلف اور تصنع کی زیرکی اور استنباطی قوت نہیں رکھتیں بہت عمدہ طرح سے محسوس کرتی ہیں۔ وہ تعجب سے دیکھتی ہیں اور زمانہ اور اپنے اور اپنے گرد و پیش کی عام عرف اور برتاؤ کے بالکل برخلاف دیکھ کر بڑے تعجب سے کہتی ہیں اور میں نے بارہا انہیں خود حیرت سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ''مرجا بیوی دی گل بڑی مندا ہے'' (یعنی مرزا صاحب اپنی بیوی کی بات بہت مانتے ہیں) (سیرت مسیح موعود علیہ السلام از مولانا عبد الکریم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ صفحہ 18)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: عوام الناس خیال کرتے ہیں کہ خُلق صرف حلیمی اور نرمی اور انکسار ہی کا نام ہے یہ ان کی غلطی ہے بلکہ جو کچھ بمقابلہ ظاہری اعضاء کے باطن میں انسانی کمالات کی کیفیتیں رکھی گئی ہیں ان سب کیفیتوں کا نام خلق ہے... جب انسان ان تمام قوتوں کو موقع اور محل کے لحاظ سے استعمال کرتا ہے تو اس وقت انکا نام خُلق رکھا جاتا ہے۔ اللہ جلشانہٗ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے ''اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ '' یعنی تو ایک بزرگ خُلق پر قائم ہے۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 332-333)

ازواج مطہرات کا احترام

ہمارے آقا و مولیٰ کی زندگی کا ایک نمایاں خلق یہ بھی نظر آتا ہے کہ آپ بیویوں کے نیک اوصاف کی بہت قدر کرتے تھے چنانچہ حضرت خدیجہؓ کے ایثار و فدائیت و وفا کی آپ کی زندگی میں بھی پاسداری کی اور انکی وفات کے بعد بھی کئی سال تک آپ نے دوسری شادی نہیں کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہؓ کی وفاؤں کے تذکرے کرتے تھکتے نہ تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ''مجھے نبی کریم کی کسی دوسرے زندہ بیوی کے ساتھ بھی اس قدر غیرت نہیں ہوئی جس قدر حضرت خدیجہؓ کے ساتھ ہوئی حالانکہ وہ میری شادی سے تین سال قبل وفات پا چکی تھی۔''

(بخاری کتاب الادب باب حسن العھد من الایمان بحوالہ ''اسوۂ انسانِ کامل'' صفحہ 626 ایڈیشن 2004)

فرماتی تھیں کہ کبھی تو میں اُکتا کر کہہ دیتی یارسول اللہ! خدا نے آپ کو اس قدر اچھی اچھی بیویاں عطا فرمائی ہیں اب اس بڑھیا کا ذکر جانے بھی دیں۔

آپؐ فرماتے نہیں نہیں۔ خدیجہ اس وقت میری ساتھی بنی جب میں تنہا تھا۔ وہ اس وقت میری سِپر بنی جب میں بے یارو مددگار تھا۔ وہ اپنے مال کے ساتھ مجھ پر فدا ہو گئیں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے اولاد بھی عطا کی۔ انہوں نے اس وقت میری تصدیق کی جب لوگوں نے جھٹلایا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 6 صفحہ 118 مطبوعہ بیروت بحوالہ ''اسوۂ انسانِ کامل'' صفحہ 626,627 ایڈیشن 2004)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکّی دور میں ہو چکا تھا۔ مسلمان خواتین کی تعلیم و تربیت کے جس اعلیٰ مقصد کے لیے یہ قدم اٹھایا گیا وہ اس شادی کے بعد بڑی شان سے پورا ہوا۔ احادیث نبویہ کا ایک بڑا ذخیرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایات پر مبنی ہے۔ روحانی و جسمانی طہارت کے اعلیٰ مقام اور ذہانت کی وجہ سے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ رضی اللہ عنہا بہت عزیز تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ مجھے سوائے عائشہ کے کسی بیوی کے لحاف میں وحی نازل نہیں ہوئی۔

(بخاری کتاب المناقب باب فضل عائشہ بحوالہ ''اسوۂ انسانِ کامل'' صفحہ 637 ایڈیشن 2004)

حضرت اُمّ المومنین کے احترام کے متعلق ایک روایت

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ لکھتے ہی کہ ''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت اُمّ المومنین سلمہا اللہ تعالیٰ کا اس قدر اکرام و عزاز کرتے تھے آپ کی خاطر داری اس قدر ملحوظ رکھتے تھے کہ عورتوں میں اس بات کا چرچا رہتا تھا۔ جب میں لاہور میں ملازم تھا۔ 1897ء یا اس کے قریب کا واقعہ ہے لاہور کا ایک معزز خاندان قادیان آیا۔ ان میں سے بعض نے بیعت کی اور سب حسنِ عقیدت کے ساتھ واپس گئے۔ واپسی پر اس خاندان کی ایک بوڑھیا نے ایک مجلس میں یہ ذکر کیا کہ میرزا صاحب اپنی بیوی کی کس قدر خاطر اور خدمت کرتے ہیں۔ اتفاقاً اس مجلس میں ایک پرانے طرز کے صوفی بزرگ بھی بیٹھے تھے۔ وہ فرمانے لگے ہر سالک کا ایک معشوق مجازی بھی ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت میرزا صاحبؑ کا معشوق ان کی بیوی ہے۔'' یہ خیال تو ان صوفی بزرگ کا تھا مگر اصل بات یہ ہے کہ اُمّ المومنین کا احترام ان خوبیوں اور نیکیوں کے سبب سے تھا جو اُن میں پائی جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ فضلوں کے باعث تھا جو ہمیشہ ان پر ہوتے رہے۔''

حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت اُمّ المومنین کو شعائر اللہ میں سے سمجھتے تھے۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے ایک روایت لکھی ہے: حضرت مسیح موعود علیہ السلام اندرون خانہ جس دالان میں عموماً سکونت رکھتے تھے، جس کی ایک کھڑکی کوچہ بندی کی طرف

کھلتی ہے اور جس میں سے ہو کر بیت الدعا کو جاتے ہیں۔ اس کمرے کی لمبائی کے برابر اس کے آگے جنوبی جانب ایک فراخ صحن ہوا کرتا تھا۔ گرمی کی راتوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے اہل و عیال سب اس صحن میں سویا کرتے تھے۔ لیکن برسات میں یہ دقت ہوتی کہ اگر رات کو بارش آجائے تو چارپائیاں یا تو دالان کے اندر لے جانی پڑتی تھیں یا نیچے کے کمروں میں۔ اس واسطے حضرت اُمّ المومنینؓ نے یہ تجویز کی کہ اس صحن کے ایک حصہ پر چھت ڈال دی جائے تا کہ برسات کے واسطے چارپائیاں اس کے اندر کی جاسکیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس تبدیلی کے واسطے حکم صادر فرمادیا۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ مرحوم کو جب اس تبدیلی کا حال معلوم ہوا تو وہ اس تجویز کی مخالفت کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت مولوی صاحبؓ نے عرض کی کہ ایسا کرنے سے صحن تنگ ہو جائے گا، ہوا نہ آئے گی، صحن کی خوبصورتی جاتی رہے گی وغیرہ وغیرہ۔ دیگر احباب نے بھی مولوی صاحبؓ کی بات کی تائید کی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی باتوں کا جواب دیا۔ مگر آخری بات جو حضورؑ نے فرمائی اور جس پر سب خاموش ہوئے وہ یہ تھی:

’’کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وعدوں کے فرزند اس بی بی سے عطا کیے ہیں جو شعائر اللہ میں سے ہیں۔ اس واسطے اس کی خاطرداری ضروری ہے اور ایسے امور میں اس کا کہنا ماننا لازمی ہے۔‘‘ یہی روایت حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے اپنی سیرت اور حضرت عرفانی کبیر نے اپنی سیرت حصہ سوم کے صفحہ 368 پر لکھی ہے۔ مگر اس میں کچھ لفظی تغیر ہے۔ جو یوں ہے۔ فرمایا:

’’خدا تعالیٰ نے مجھے لڑکوں کی بشارت دی اور وہ اس بی بی کے بطن سے پیدا ہوئے۔ اس لیے میں اسے شعائر اللہ سے سمجھ کر اس کی خاطر داری رکھتا ہوں اور جو وہ کہے مان لیتا ہوں۔‘‘

نفس روایت یا موضوع کی روح میں کوئی فرق نہیں۔

بہرحال یہ ایک واقعہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نہ اس وفد کی پروا کی نہ ان دلائل کو وزنی قرار دیا بلکہ ان سب چیزوں کے مقابل میں عملی طور پر حضرت اُمّ المومنینؓ کی بات اور منشا کو ترجیح دی۔

ایک دفعہ حضرت اُمّ المومنینؓ نے اس سیڑھی کے بدلنے کی ضرورت محسوس کی جو حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کے مکان کی دیوار کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔ اسے اس بالا خانہ کے ساتھ رکھنا تھا جس میں مولوی محمد علی صاحب رہتے تھے اور نیچے مولوی سیّد محمد احسن صاحب رہتے تھے۔ مولوی محمد احسن صاحب نے اس سیڑھی کے وہاں رکھنے کی مخالفت کی کہ میرے حجرہ کو اندھیرا ہو جائے گا۔ حضرت اُمّ المومنینؓ نے حکم دیا کہ سیڑھی وہیں رکھی جائے۔

حضرت نانا جان میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ انتظام کر رہے تھے اور ان کو اس کے لیے بڑی جدوجہد کرنی پڑی۔ آخر ان کے مزاج میں گرمی تھی اور جہیر الصوت تھے۔ انہوں نے زور زور سے بولنا شروع کیا کہ یہ سیڑھی یہاں ہی رہے گی۔ مولوی محمد احسن صاحب بھی اونچی آواز سے انکار اور تکرار کرتے رہے۔ اتنے میں حضرت صاحبؑ باہر سے تشریف لے آئے۔ اور پوچھا کیا ہے؟ میر صاحبؓ نے کہا کہ مجھ کو اندر سیّدانی (مراد اُمّ المومنینؓ) آرام نہیں لینے دیتی اور باہر سیّد سے پالا پڑ گیا ہے۔ نہ یہ مانتے ہیں نہ وہ مانتی ہیں میں کیا کروں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسکرا کر فرمایا:

’’مولوی صاحب! آپ کیوں جھگڑتے ہیں میر صاحبؓ کو جو حکم دیا گیا ہے ان کو کرنے دیجیے۔ روشنی کا انتظام کر دیا جائے گا۔ آپ کو تکلیف نہیں ہوگی۔‘‘

اس طرح پر حضرت اُمّ المومنینؓ کی خواہش کو پورا کر دیا گیا۔

الغرض کبھی بھی کوئی ایسا موقع نہیں آیا جس میں حضرت اقدسؑ کی طرف سے حضرت اُمّ المومنینؓ کی دل شکنی ہوئی ہو۔

حضرت اماں جان اور حضرت اماں جی اپنے بچوں کو ہمراہ لے کر حضرت میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ عنہ کے ساتھ چند روز کے لیے تبدیلیٔ آب و ہوا کی غرض سے لاہور تشریف لے گئیں۔ 4 جولائی 1907ء کو یہ قافلہ لاہور کی طرف روانہ ہوا اور 14 جولائی 1907ء کو واپس بٹالہ پہنچا۔ حضرت اقدس جو حسن معاشرت کا ایک کامل نمونہ تھے۔ اپنے حرم محترم کے استقبال کے لیے چند خدام سمیت عازم بٹالہ ہوئے۔ حضور پالکی میں سوار تھے اور قرآن کھول کر سورۃ فاتحہ کی تلاوت فرما رہے تھے۔ خدام کا بیان ہے کہ بٹالہ تک حضور سورۃ فاتحہ پر ہی غور وفکر میں مشغول رہے۔ رستہ میں صرف نہر پر اتر کر وضو کیا اور پھر وہی سورۃ فاتحہ پڑھنی شروع کر دی۔ اللہ اللہ! کیا عشق تھا خدا کے مامور کو خدا کی کتاب کے ساتھ کہ گیارہ میل کے لمبے سفر میں قرآن کریم کی ایک چھوٹی سی سورۃ ہی زیر غور رہی۔ سچ فرمایا آپ نے کہ

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

جب بٹالہ پہنچے تو بٹالہ کے تحصیلدار رائے بسمل خاں صاحب نے اپنے مکان کے متصل اسٹیشن کے قریب ہی آپ کے لیے ایک آرام دہ جگہ کا انتظام کر دیا اور خود بھی حضرت اقدس کی ملاقات سے شرف یاب ہوئے۔ حضرت اقدس نے ان کے اس احسان پر ان کا شکریہ ادا کیا۔ دوپہر کا کھانا تناول فرمانے کے بعد حضور اپنے حرم محترم کے استقبال کے لیے اسٹیشن پر تشریف لے گئے۔ آپ کے اسٹیشن پر پہنچنے سے پہلے گاڑی آچکی تھی اور حضرت اماں جان آپ کو تلاش کر رہی تھیں۔ چونکہ ہجوم بہت زیادہ تھا اس لیے تھوڑی دیر تک آپ انہیں نظر نہیں آسکے۔ پھر جب آپ پر نظر پڑی تو ’’محمود کے ابا‘‘ کہہ کر آپ کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ اس پر حضرت اقدس آگے ... اپنی زوجہ محترمہ سے مصافحہ کیا۔ اس کے بعد حضور واپس اپنی فرودگاہ پر تشریف لائے اور دوپہر کا وقت گزار کر پچھلے پہر عازم قادیان ہوئے اور شام کے قریب بخیریت پہنچ گئے۔

بیماری میں اہل خانہ کا خیال

بیویوں میں سے کوئی بیمار پڑ جاتی تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود اس کی تیمارداری فرماتے۔ تیمارداری کا یہ سلوک کس قدر نمایاں اور ناقابل فراموش ہوتا تھا اس کا اندازہ حضرت عائشہؓ کی ایک روایت سے ہوتا ہے۔ آپؓ فرماتی ہیں کہ واقعہ اِفک میں الزام لگنے کے زمانہ میں، میں اتفاق سے بیمار پڑ گئی۔ تو اس وقت تک مجھے اپنے خلاف لگنے والے الزامات کی کوئی خبر نہ تھی۔ البتہ ایک بات مجھے ضرور کھٹکتی تھی کہ ان دنوں میں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے محبت اور شفقت بھرا تیمارداری کا وہ کریمانہ سلوک محسوس نہیں کرتی تھی جو اس سے پہلے بیماری میں آپ فرمایا کرتے تھے۔ واقعہ افک کے زمانہ میں تو بس اتنا تھا کہ آپؐ میرے پاس آتے، سلام کرتے اور یہ کہہ کر کہ کیسی ہو واپس تشریف لے جاتے۔ اس سے مجھے سخت تکلیف ہوتی تھی کہ پہلے تو بیماری میں بڑے ناز اٹھاتے تھے اب ان کو کیا ہو گیا ہے؟ (بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ النبی المتعلق بحوالہ اسوہ انسان کامل صفحہ 637 ایڈیشن 2004)

حضرت ام ناصر صاحبہؓ نے ایک دفعہ ذکر کیا کہ ’’حضرت اماں جانؓ ایک بار بیمار تھیں اور حضرت اقدسؑ تیمارداری فرما رہے تھے، کھڑے دوائی پلا رہے تھے اور حالت اضطراب میں حضرت اماں جانؓ کہہ رہی تھیں ہائے میں مر جاؤں گی آپ کا کیا ہے، بس اب میں مر چلی ہوں تو حضرت صاحبؑ نے آہستہ سے فرمایا تو تمہارے بعد ہم زندہ رہ کر کیا کریں گے؟‘‘

(سیرت حضرت اماں جانؓ مصنفہ پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ ص 117)

گھریلو کام کاج میں مدد

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جتنا وقت آپؐ گھر پر ہوتے تھے گھر والوں کی مدد اور خدمت میں مصروف رہتے تھے یہاں تک کہ آپ کو نماز کا بلاوا آتا اور آپ مسجد تشریف لے جاتے (بخاری کتاب الادب باب کیف یکون الرجل فی اھلہ بحوالہ ’’اسوۂ انسانِ کامل‘‘ صفحہ 633 ایڈیشن 2004)

کسی نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیا کیا کرتے تھے۔ فرمانے لگیں آپ تمام انسانوں کی طرح ایک انسان تھے۔ کپڑے کو خود پیوند لگا لیتے تھے، بکری خود دوہ لیتے تھے اور ذاتی کام خود کر لیا کرتے تھے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 6 صفحہ 397، 242 بحوالہ ’’اسوۂ انسانِ کامل‘‘ صفحہ 633 ایڈیشن 2004)

اسی طرح بیان کیا کہ آپؐ اپنے کپڑے خود سی لیتے تھے، جوتے ٹانک لیا کرتے تھے اور گھر کا ڈول وغیرہ خود مرمت کر لیتے تھے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 5 صفحہ 285 بحوالہ ’’اسوۂ انسانِ کامل‘‘ صفحہ 633 ایڈیشن 2004)

رات کو دیر سے گھر لوٹتے تو کسی کو زحمت دیے یا جگائے بغیر کھانا یا دودھ خود تناول فرما لیتے۔ (مسلم کتاب الشربہ باب اکرام الضیف بحوالہ ’’اسوۂ انسانِ کامل‘‘ صفحہ 633 ایڈیشن 2004)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی گھریلو کام کاج میں مدد

اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی عکس ہمیں مسیح محمدی کی معاشرت میں بھی دکھائی دیتا ہے۔ سیرت المہدی میں مذکور ہے: ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ حضر

ت مسیح موعود علیہ السلام کو گھر کا کوئی کام کرنے سے کبھی عار نہ تھی۔ چار پائیاں خود بچھا لیتے تھے۔ فرش کر لیتے تھے۔ بستر ا کرلیا کرتے تھے۔ کبھی یکدم بارش آجاتی تو چھوٹے بچے تو چار پائیوں پر سوتے رہتے۔ حضور ایک طرف سے خود اُن کی چار پائیاں پکڑتے دوسری طرف سے کوئی اور شخص پکڑتا اور اندر برآمدہ میں کروا لیتے۔ اگر کوئی شخص ایسے موقع پر یا صبح کے وقت بچوں کو جھنجھوڑ کر جگانا چاہتا تو حضور منع کرتے اور فرماتے کہ اس طرح یکدم ہلانے اور چیخنے سے بچہ ڈر جاتا ہے۔ آہستہ سے آواز دے کر اُٹھاؤ۔

(سیرت المہدی جلد اوّل حصہ سوم صفحہ 543 ایڈیشن جولائی 2008ء)

سکینہ بیگم اہلیہ ماسٹر احمد حسین صاحب فرید آبادی مرحوم نے بذریعہ تحریر ماسٹر صاحب سے مجھ سے بیان کیا کہ ”حضرت صاحب مردوں کو نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ مرد اپنی بیویوں کا گھر کے کام میں ہاتھ بٹایا کریں ثواب کا کام ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی گھر کے کام میں اپنی بیویوں کا ہاتھ بٹاتے تھے۔ اور ساتھ ہی یہ لفظ کہتے ”ہمیں تو لکھنے سے فرصت ہی نہیں ہوتی۔“ (سیرت المہدی جلد دوم حصہ پنجم روایت 1577 صفحہ 318 ایڈیشن اگست 2008)

ایک اور روایت ہے کہ مراد خاتون صاحبہ اہلیہ محترمہ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب ؓ مرحوم و مغفور نے بواسطہ لجنہ اماء اللہ قادیان بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ”ایک دفعہ حضرت ام المومنین ؓ اور سب نے مل کر آم کھائے۔ صحن میں چھلکوں اور گٹھلیوں کے دو، تین ڈھیر لگ گئے جن پر بہت سی مکھیاں آگئیں۔ اس وقت میں بھی وہاں بیٹھی تھی۔ کچھ خادمات بھی موجود تھیں مگر حضرت اقدسؑ نے خود ایک لوٹے میں فینائل ڈال کر سب صحن میں چھلکوں کے ڈھیروں پر اپنے ہاتھ سے ڈالی۔“ (سیرت المہدی جلد دوم روایت 1470 ص 261)

حسن سلوک کا ارشاد

(آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے) عہد رسالت میں جب بعض مردوں کی یہ شکایت ملی کہ وہ ”فَاضۡرِبُوۡهُنَّ“ (یعنی ان کو مارو) کی قرآنی رخصت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے عورتوں کو ناواجب زدو کوب کرتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو سمجھایا اور فرمایا کہ جو لوگ بیویوں پر ہاتھ اٹھاتے ہیں وہ اچھے لوگ نہیں ہیں۔

(ابو داؤد کتاب النکاح باب فی ضرب النساء بحوالہ ”اسوۂ انسانِ کامل“ صفحہ ۴۰۸ ایڈیشن 2004)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑی خیانت یہ شمار ہو گی کہ ایک آدمی اپنی بیوی سے تعلقات قائم کرے، پھر وہ بیوی کے پوشیدہ راز لوگوں میں بیان کرتا پھرے۔

(سنن ابی داؤدُ کتاب الاَدبُباب فی ن قل الحدیث)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب کشتی نوح میں نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”جو شخص اپنی اہلیہ اور اس کے اقارب سے حسن سلوک نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔“

سکینہ بیگم اہلیہ ماسٹر احمد حسین فرید آبادی نے ماسٹر صاحب سے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ حضور اپنی مجلس میں یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ مردوں کو چاہیے کہ عورتوں کے ساتھ نرمی اور محبت سے پیش آیا کریں۔ اور عورتوں کو فرمایا کرتے کہ عورتوں کو اپنے گھر کو جنت بنا کر رکھنا چاہیے اور مردوں کے ساتھ کبھی اونچی آواز سے پیش نہیں آنا چاہیے اور میں جب کبھی حضرت صاحب کے گھر آتی تو میں دیکھا کرتی کہ حضور ہمیشہ ام المومنین کو بڑی نرمی کے ساتھ آواز دیتے ”محمود کی والدہ“ یا کبھی ”محمود کی اماں! یہ بات اس طرح سے ہے“ اور اپنے نوکروں کے ساتھ بھی نہایت نرمی سے پیش آتے۔ مجھے یاد نہیں آتا کہ حضور کبھی کسی کے ساتھ سختی سے گفتگو کرتے، ہمیشہ خندہ پیشانی کے ساتھ بولتے۔

(سیرت المہدی جلد دوم حصہ پنجم روایت 1576 صفحہ 319 ایڈیشن اگست 2008)

خواتین کی تربیت کا خیال

عیدین پر تمام خواتین کی حاضری رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ضروری قرار دی اور فرمایا جن عورتوں نے بوجہ عذر شرعی نماز نہیں پڑھنی وہ مسلمانوں کی دعا میں شریک ہو جائیں۔ اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم مردوں میں خطبہ کے بعد عورتوں کی طرف بھی تشریف لے جاتے اور انہیں وعظ فرماتے تھے۔

(بخاری کتاب العیدین بحوالہ ”اسوۂ انسانِ کامل“ صفحہ 410 ایڈیشن 2004)

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ والہ سلم کے علم میں یہ بات آئی کہ بعض لوگ خواتین کو رات کے وقت نماز باجماعت کے لیے مسجد آنے سے روکتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ والہ سلم نے مردوں کو نصیحت فرمائی کہ اللہ کی لونڈیوں کو خدا کے گھروں میں آنے سے مت روکو۔

(ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ باب ماجاء فی فروج النساء الیٰ المسجد مسند احمد بن بحوالہ ”اسوۂ انسانِ کامل“ صفحہ 408,408 ایڈیشن 2004)

اہلیہ صاحبہ مولوی فضل الدین صاحب زمیندار کھاریاں نے بواسطہ لجنہ اماء اللہ قادیان بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ”میں نے درخواست کی کہ حضرت! مرد آپ کی تقریریں سنتے رہتے ہیں۔ ہم میں بھی کوئی وعظ و نصیحت کریں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ ”اچھا ہم تقریر کریں گے۔“ پھر رات کو سب مستورات کو حضور علیہ السلام نے بلا بھیجا۔ کئی بہنوں کو اس وقت بچے پیدا ہوئے ہوئے تھے اور چلوں میں تھیں۔ جب ان کو معلوم ہوا تو وہ ڈولیوں میں بیٹھ کر آگئیں۔ ساری تقریر تو مجھے یاد نہیں رہی یہ یاد ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ”عورتوں میں یہ مرض حد سے بڑھا ہوا ہے کہ شرک کرتی ہیں اور پیر دستگیر کی منتیں مانتی ہیں اور ایک دوسری کی شکایت کرنا ان کا رات دن کا کام ہے۔ اور عورتیں یہ دیکھنے آتی ہیں کہ یہ نماز پڑھتے ہیں یا نہیں؟ روزے رکھتے ہیں یا نہیں؟ ان کو یہ چاہیے کہ یہ خیال کر کے آئیں کہ ہم مسلمان بننے آئے ہیں۔ اور نماز کے متعلق یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ عورتوں پر کچھ دن ایسے بھی آتے ہیں کہ ان میں وہ نماز اور روزے نہیں ادا کر سکتیں۔“ (سیرت المہدی جلد دوم حصہ پنجم روایت 1394 صفحہ 232 ایڈیشن اگست 2008)

مائی امیر بی بی عرف مائی کاکو ہمشیرہ میاں امام الدین صاحب سیکھوانی نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیشتر طور پر عورتوں کو یہ نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ نماز باقاعدہ پڑھیں۔ قرآن شریف کا ترجمہ سیکھیں اور خاوندوں کے حقوق ادا کریں۔ جب کبھی کوئی عورت بیعت کرتی تو آپ عموماً یہ پوچھا کرتے تھے کہ تم قرآن شریف پڑھی ہوئی ہو یا نہیں۔ اگر وہ نہ پڑھی ہوئی ہوتی تو نصیحت فرماتے کہ قرآن شریف پڑھنا سیکھو۔ اور اگر صرف ناظرہ پڑھی ہوتی تو فرماتے کہ ترجمہ بھی سیکھو۔ تا کہ قرآن شریف کے احکام سے اطلاع ہو اور ان پر عمل کرنے کی توفیق ملے۔ (سیرت المہدی جلد اول حصہ سوم روایت 849 صفحہ 759 ایڈیشن اگست 2008)

سکینہ بیگم اہلیہ ماسٹر احمد حسین صاحب فرید آبادی نے ماسٹر صاحب سے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ حضور فرمایا کرتے تھے کہ عوتوں میں یہ بری عادت ہے کہ ذرا سی بات میں گالیاں اور کوسنوں پر اتر آتی ہیں بجائے اس کے اگر وہ اپنے بچوں کو نرمی سے پیش آئیں اور بجائے گالی کے ”نیک ہو“ کہہ دیا کریں تو کیا حرج ہے۔ عورتیں ہی اپنے بچوں کو گالیاں سکھاتی ہیں اور بُرے اخلاق پیدا کرتی ہیں۔ اگر یہ چھٹے تو بچوں کی بہت اچھی تربیت ہو سکتی ہے۔ اگر میاں بیوی میں ناراضگی ہو جاوے تو چاہیے کہ دونوں میں سے ایک خاموش ہو جائے تو لڑائی نہ بڑھے اور نہ بچے ماں باپ کو تُو تُو مَیں مَیں کرتے سنیں۔ بچہ تو وہی کام کرے گا جو اس کے ماں باپ کرتے ہیں اور پھر یہ عادت اس کی چھوٹے گی نہیں۔ بڑا ہو گا ماں باپ کے آگے جواب دے گا پھر رفتہ رفتہ باہر بھی اسی طرح کرے گا اس لیے عورتوں کو اپنی زبان قابو میں رکھنی چاہیے۔ آپ بیعت کرنے والوں کو ضرور کچھ روز اپنے گھر ٹھہراتے تھے۔

(سیرت المہدی جلد دوم حصہ پنجم روایت 1580 صفحہ 319 ایڈیشن اگست 2008)

مائی کاکو نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ میرے بھائی خیر دین کی بیوی نے مجھ سے کہا کہ شام کا وقت گھر میں بڑے کام کا وقت ہوتا ہے اور مغرب کی نماز عموماً قضا ہو جاتی ہے۔ تم حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دریافت کرو کہ ہم کیا کیا کریں۔ میں نے حضرت صاحب سے دریافت کیا کہ گھر میں کھانے وغیرہ کے انتظام میں مغرب کی نماز قضا ہو جاتی ہے۔ اس کے متعلق کیا حکم ہے۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ میں اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔ اور فرمایا کہ صبح اور شام کا وقت خاص طور پر برکات کے نزول کا وقت ہوتا ہے۔ اس میں فرشتوں کا پہرہ بدلتا ہے۔ ایسے وقت کی برکات سے اپنے آپ کو محروم نہیں کرنا چاہیے۔ ہاں کبھی مجبوری ہو تو عشاء کی نماز سے ملا کر مغرب کی نماز جمع کی جا سکتی ہے۔ مائی کاکو نے بیان کیا کہ اس وقت سے ہمارے گھر میں کسی نے مغرب کی نماز قضا نہیں کی اور ہمارے گھروں میں یہ طریق عام طور پر رائج ہو گیا ہے کہ شام کا کھانا مغرب سے پہلے ہی کھا لیتے ہیں تا کہ مغرب کی نماز کو صحیح وقت پر ادا کر سکیں۔ (سیرت المہدی جلد اول حصہ سوم روایت 851 صفحہ 761 ایڈیشن اگست 2008)

عورتیں نماز باجماعت پڑھا سکتی ہیں

ایک دفعہ حضرت ام سلمہ ؓ کے گھر میں کچھ عورتیں جمع تھیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دیکھا کہ سب اکیلی اکیلی نماز پڑھ رہی ہیں۔ اُم سلمہ ؓ کو فرمایا تم نے ان کو نماز باجماعت کیوں نہ پڑھا دی؟ ام سلمہ ؓ نے پوچھا کیا یہ جائز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہاں جب تم زیادہ عورتیں ہو تو ایک درمیان میں کھڑی ہو کر امامت کروا لیا کرے۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے نماز باجماعت اور عبادت الٰہی کا شوق ان میں پیدا کیا۔ (مجموعہ الفقہ بروایت زید بن علی صفحہ 43 بحوالہ اسوہ انسان کامل صفحہ 645)

قصر نماز

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ؓ ایک روایت میں قصر نماز کی بابت حضور ؑ کے ارشاد کا ذکر کر کے فرماتے ہیں: ننگل کے متعلق جو حضور نے قصر کی اجازت فرمائی ہے۔ اس سے یہ مراد معلوم ہوتی ہے کہ جب انسان سفر کے ارادہ سے قادیان سے نکلے تو خواہ ابھی ننگل تک ہی گیا ہو اس کے لیے قصر جائز ہو جائے گا یہ مراد نہیں کہ کسی کام کے لیے صرف ننگل تک آنے جانے میں قصر جائز ہو جاتا ہے۔ یا یہ بھی ممکن ہے کہ ننگل تک آنے جانے کو صرف عورت کے لیے سفر قرار دیا ہو کیونکہ عورت کمزور جنس ہے۔ واللہ اعلم

(سیرت المہدی جلد اول حصہ سوم صفحہ 552,551 ایڈیشن 2008)

”قوام“ اور ”راعی“ یعنی سر پرست اور نگران ہونے کے ناطے بیویوں کی تربیت کی ذمہ داری بھی ایک اہم اور نازک مسئلہ ہے اپنی تمام تر دلداریوں اور شفقتوں کے ساتھ تربیت کی ذمہ داری ادا کرنے کا حق ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے خوب ادا فرمایا۔ حسب ارشاد خداوندی جب بیویوں نے آیت تخییر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس رہنا پسند فرمایا تو آپ کا ازواج مطہرات کو یہی درس ہوتا ہے کہ آپ دنیا کی عام عورتوں کی طرح نہیں ہیں۔ اس لیے تقویٰ اختیار کریں۔ اور لوچ دار آواز سے بات نہ کریں کہ منافق کوئی بد خیال دل میں لائے اور زیادہ وقت گھروں میں ہی ٹھہری رہا کریں۔ اور جاہلیت کے طریق کے مطابق زینت و آرائش کے اظہار سے باز رہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور خدا اور اس کی اطاعت میں کمر بستہ رہیں۔ جب کسی غیر مرد سے بات کرنی ہو تو برعایت پردہ ایسا کریں اور جب باہر نکلیں تو اوڑھنیاں اس طرح لیا کریں کہ پہچانی نہ جائیں۔ یہ سب احکام وہ تھے جن پر عمل درآمد کے نتیجہ میں اہل بیت اور ازواج مطہرات نے مدینہ میں ایک پاکیزہ معاشرہ قائم کر دیا۔

(اسوہ انسان کامل صفحہ 644,643 ایڈیشن 2004)

مغلانی نور جان صاحبہ بھاوجہ مرزا غلام اللہ صاحب نے بواسطہ لجنہ اماء اللہ قادیان بذریعہ تحریر بیان کیا کہ بیواؤں کے نکاح ثانی کے متعلق جب پشاور سے چار عورتیں آئی تھیں دو ان میں سے بیوہ، جوان اور مالدار تھیں۔ مَیں ان کو حضرت علیہ السلام کے پاس لے گئی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ”جوان عورتوں کو نکاح کر لینا چاہیے۔“ میں نے کہا جن کا دل نہ چاہے وہ کیا کریں؟ یا بچوں والی ہوں ان کی پرورش کا کون ذمہ دار ہو؟ آپ نے فرمایا ”اگر عورت کو یقین ہو کہ وہ ایمانداری اور تقویٰ سے گزار سکتی ہے اس کو اجازت ہے کہ وہ نکاح نہ کرے مگر بہتر یہی ہے کہ وہ نکاح کر لے۔“ (سیرت المہدی جلد دوم حصہ پنجم روایت 1392 صفحہ 231 ایڈیشن اگست 2008)

عورتوں کی تربیت کا ہر پہلو سے خیال رکھنا اسوۂ محمدی کی پیروی میں حضرت اقدس کا وطیرہ تھا چنانچہ روایت ہے: مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دن حضرت صاحب کی مجلس میں عورتوں کے لباس کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ ایسا تنگ پاجامہ جو بالکل بدن کے ساتھ لگا ہوا ہو اچھا نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس سے عورت کے بدن کا نقشہ ظاہر ہو جاتا ہے جو ستر کے منافی ہے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ صوبہ سرحد میں اور اس کے اثر کے ماتحت پنجاب میں بھی عورتوں کا عام لباس شلوار ہے۔ لیکن ہندوستان میں تنگ پاجامہ کا دستور ہے اور ہندوستان کے اثر کے ماتحت پنجاب کے بعض خاندانوں میں بھی تنگ پاجامے کا رواج قائم ہو گیا ہے۔ چنانچہ ہمارے گھروں میں بھی بوجہ حضرت والدہ صاحبہ کے اثر کے جو دلّی کی ہیں، زیادہ تر تنگ پاجامے کا رواج ہے۔ لیکن شلوار بھی استعمال ہوتی رہتی ہے۔ مگر اس میں شک نہیں کہ ستر کے نکتہ نگاہ سے تنگ پاجامہ ضرور ایک حد تک قابلِ اعتراض ہے اور شلوار کا مقابلہ نہیں کرتا۔ ہاں زینت کے لحاظ سے دونوں اپنی اپنی جگہ اچھے ہیں بعض بدنوں پر

تنگ پاجامہ سجتا ہے اور بعض پر شلوار۔ اندریں حالات اگر بحیثیت مجموعی شلوار کو رواج دیا جاوے تو بہتر ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ عورت نے تو اپنے گھر کی چار دیواری میں ہی رہنا ہے اور اگر باہر جانا ہے تو عورتوں میں ہی ملنا جلنا ہے تو اس صورت میں تنگ پاجامہ اگر ایک حد تک ستر کے خلاف بھی ہو تو قابلِ اعتراض نہیں لیکن یہ خیال درست نہیں کیونکہ اول تو اس قسم کا ستر شریعت نے عورتوں کا خود عورتوں سے بھی رکھا ہے اور اپنے بدن کے حسن کو بیجا طور پر برملا ظاہر کرنے سے مستورات میں بھی منع فرمایا ہے۔ علاوہ ازیں گھروں میں علاوہ خاوند کے بعض ایسے مردوں کا بھی آنا جانا ہوتا ہے جس سے مستورات کا پردہ تو نہیں ہوتا لیکن یہ بھی نہایت معیوب بلکہ ناجائز ہوتا ہے کہ عورت ان کے سامنے اپنے بدن کے نقشہ اور ساخت کو برملا ظاہر کرے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایسے تنگ پاجامہ کا جس سے بدن کا نقشہ اور ساخت ظاہر ہو جاوے ناپسند کرنا نہایت حکیمانہ دانشمندی پر مبنی اور عین شریعت اسلامی کے منشا کے مطابق ہے۔ ہاں خاوند کے سامنے عورت بیشک جس قسم کا لباس وہ چاہے یا اس کا خاوند پسند کرے پہنے۔ اس میں حرج نہیں۔ لیکن ایسے موقعوں پر جبکہ گھر کے دوسرے مردوں کے سامنے آنا جانا ہو یا غیر عورتوں سے ملنا ہو، شلوار ہی بہتر معلوم ہوتی ہے۔ ہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ایک تنگ پاجامہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ جو بدن کے ساتھ بالکل پیوست نہیں ہوتا۔ بلکہ کسی قدر ڈھیلا رہتا ہے اور اس سے عورت کے بدن کی ساخت پوری ظاہر نہیں ہوتی۔ ایسا تنگ پاجامہ گو شلوار کا مقابلہ نہ کر سکے مگر چنداں قابل اعتراض بھی نہیں اور ہمارے گھروں میں زیادہ تر اسی قسم کے پاجامہ کا رواج ہے۔ قابل اعتراض وہ پاجامہ ہے کہ جو بہت تنگ ہو یا جسے عورت ٹانک کر اپنے بدن کے ساتھ پیوست کرے۔ (سیرت المہدی حصہ دوم روایت 391 صفحہ 353,352 ایڈیشن اگست 2008)

اہلیہ محترم قاضی عبد الرحیم صاحب بھٹی قادیان نے بواسطہ لجنہ اماء اللہ قادیان بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ چند ہندو عورتیں گلگلے لے کر آئیں۔ کوئی شادی تھی۔ ان عورتوں نے ماتھا ٹیکا۔ آپ نے فرمایا کہ ''انسان کو سجدہ کرنا منع ہے۔'' گھر میں جو عورتیں تھیں ان کو کہا کہ ''ان کو سمجھا دو اور خوب ذہن نشین کرا دو کہ سجدہ صرف خدا کے لیے ہے کسی انسان کو نہیں کرنا چاہیے۔'' (سیرت المہدی جلد دوم حصہ پنجم روایت 1377 صفحہ 226 ایڈیشن اگست 2008)

حضرت ام ناصر صاحبہ حرم اول حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ... و بنتِ خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم نے بواسطہ لجنہ اماء اللہ قادیان بذریعہ تحریر بیان کیا ہے کہ میں اور سرور سلطان بیگم صاحبہ اہلیہ مرزا بشیر احمد صاحب، اہلیہ مولوی محمد علی صاحب اور اہلیہ پیر منظور محمد صاحب، حضرت مولوی صاحب خلیفہ اوّل سے قرآن مجید کا ترجمہ پڑھنے جایا کرتی تھیں۔ اس وقت مولوی صاحب اس مکان میں رہتے تھے جہاں اب اُمّ وسیم سلمہا اللہ رہتی ہیں۔ پیر جی کی اہلیہ صاحبہ کو ماہواری تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور امّاں جان کے سامنے سے جب ہم قرآن مجید لے کر گزریں تو حضرت امّاں جان نے دریافت کیا کہ ''اس حالت میں قرآن مجید کو ہاتھ لگانا جائز ہے؟'' آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ ''جب خدا تعالیٰ نے ان دنوں چھٹی دے دی تو ہم کیوں نہ دیں۔ ان سے کہہ دو کہ ان دنوں میں قرآن مجید نہ پڑھیں۔'' (سیرت المہدی جلد دوم حصہ پنجم روایت 1419 صفحہ 243 ایڈیشن اگست 2008)

اُس کا آنا تو معجز نما ہو گیا

ہم کو مہدی و عیسیٰ عطا ہو گیا
پیارے آقاؐ کا وعدہ وفا ہو گیا

ہر طرف تھا اندھیرا ، فضا خوف کی
اُس کا آنا تو معجز نما ہو گیا

کوئی بھی تو نہیں جو فلک پر بسا
بند عقدہ جو تھا برملا ہو گیا

واں جو دیکھا تو رُخ پر عجب نور تھا
اُس کے ہر روپ پر دل فدا ہو گیا

اُس کو دیکھو ثریا سے وہ جا ملا
سوچ سے دشمنوں کی وراء ہو گیا

اُس کے شمسِ صداقت کو بھی دیکھ کر
ایک عالم کا عالم خفا ہو گیا

تو نے کلمے مٹائے تھے اے او لئیم
بس اُسی دن سے تو رُوسیا ہو گیا

ہم حُسینی علَمْ کو اٹھا کر چلے
قریہ قریہ یہاں کربلا ہو گیا

اس کی باتیں بھلائی کی ہر سُو گئیں
اُس کا حامی و ناصر خدا ہو گیا

اُس کے آیا مقابل پہ جو بھی دجل
بس دعاؤں سے ہی وہ فنا ہو گیا

مسئلہ جب عدو سے نہ حل ہو سکا
تو اُسی دم وہ ہم سے خفا ہو گیا

اُس نے خلعت خلافت کی جس کو بھی دی
دلبر و دل ستاں دلربا ہو گیا

اس کی شاخیں سما تک اُٹھائی گئیں
اب تو شجرہ بہت ہی بڑا ہو گیا

جو بھی عقدہ تھا مشکل یہاں دین کا
اُس کے نُورِ بصیرت سے وا ہو گیا

وہ تو ہر سُو معارف لُٹاتا گیا
الحکمؒ بھی دوبارہ ندا ہو گیا

اہلِ ربوہ ہیں سجدوں میں گریہ کناں
شورِ محشر یہاں پر بپا ہو گیا

عاجزی اور اطاعت سے ہر دم حلیمؔ
جو جُھکاتا ہے سر باخدا ہو گیا

(ابن کریمؔ)

اہل خانہ کی تربیت

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:

ترجمہ...: اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس میں سے جوڑے بنائے تا کہ تم ان کی طرف تسکین (حاصل کرنے) کے لیے جاؤ اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی۔ (سورۃ الروم آیت 22 ترجمہ بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

شوہر کی اطاعت اور فرمانبرداری کی اہمیت بیان کرتے ہوئے ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہترین رفیقہ حیات وہ ہے ''جس کی طرف دیکھنے سے طبیعت خوش ہو۔ مرد جس کام کے کرنے کے لیے کہے اُسے بجالائے اور جس بات کو اُس کا خاوند ناپسند کرے اُس سے بچے۔

(نسائی بیہقی فی شعب الایمان۔ مشکوٰۃ ''حدیقۃ الصالحین'' حدیث 354 صفحہ 390-391 ایڈیشن 2006ء)

اس بات کی وضاحت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس طرح فرمائی ہے کہ ''عورت پر اپنے خاوند کی فرمانبرداری فرض ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر عورت کو اس کا خاوند کہے کہ یہ ڈھیر اینٹوں کا اٹھا کر وہاں رکھ دے اور جب وہ عورت اس بڑے اینٹوں کے انبار کو دوسری جگہ پر رکھ دے تو پھر اس کا خاوند اس کو کہے کہ پھر اس کو اصل جگہ پر رکھ دے تو اس عورت کو چاہیے کہ چون و چرا نہ کرے بلکہ اپنے خاوند کی فرمانبرداری کرے۔'' (ملفوظات جلد پنجم صفحہ 30 ایڈیشن 2003ء)

مریض کا خیال

حضرت یعلی بن مروہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھا۔ راستہ میں ایک عورت ملی جس کے ساتھ اس کا بچہ بھی تھا۔ اس نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول! اس بچے کو نیند کی حالت میں نا معلوم کتنی مرتبہ دورہ پڑتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ بچہ مجھے پکڑاؤ۔ میں نے بچہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اسے اپنے پالان پر بھٹایا اور اس کا منہ کھول کر اس میں تین پھونکیں ماریں اور اسے اپنا لعاب دھن دیا اور فرمایا ''اللہ کے نام کے ساتھ اے اللہ کے بندے اے اللہ کے دشمن دور ہو جا'' پھر حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وہ بچہ واپس پکڑا دیا اور اس عورت سے فرمایا کہ واپسی سفر میں اسی جگہ آ کر ملنا اور بچے کا حال بتانا۔ سفر سے واپسی پر وہ عورت وہاں موجود تھی۔ اس کے ساتھ تین بکریاں بھی تھیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بچے کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا خدا کی قسم اس گھڑی تک اُسے کوئی دورہ نہیں پڑا۔ پھر اس نے تین بکریاں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ سواری سے نیچے اترو اور ایک بکری لے کر باقی واپس کر دو۔ (مسند احمد بن حبل جلد 4 صفحہ 170 مطبوعہ بیروت بحوالہ ''اسوۂ انسانِ کامل'' صفحہ 146 ایڈیشن 2004)

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت اپنے بچے کو لے کر آئی اور عرض کیا کہ اسے کھانے کے وقت جنون کا دورہ ہوتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ والسلم نے اس کے سینہ پر ہاتھ پھیرا اور دعا کی۔ اچانک اسے کھل کر ایک قے ہوئی اور اس کے پیٹ سے سیاہ رنگ کا چھوٹا سا سانپ نکل کر بھاگ گیا۔

(مسند احمد بن جبل جلد 1 صفحہ 254 مطبوعہ بیروت بحوالہ ''اسوۂ انسانِ کامل'' صفحہ 147 ایڈیشن 2004)

.......................(باقی آئندہ)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ایک عظیم الشان نشان

1882ء میں ظاہر ہونے والا ستارہ 'ذُوالسِّنِین'

(سیّد طاہر احمد (ایڈیشنل ناظر اشاعت برائے ایم ٹی اے)، حسیب احمد (مربی سلسلہ)۔ ربوہ)

اٹھارہویں صدی کے آغاز سے ہی اسلام نہایت کسمپرسی کی حالت میں تھا اور مسلمان زبوں حال۔ کہیں عیسائیت کا زور تو کہیں لامذہبیت کا شور اور کہیں آریہ سماج اور برہمو سماج کا اسلام اور بانی اسلام پر پے در پے حملے کر کے آفتاب اسلام کو گہنانے کی کوششیں پورے زور و شور سے جاری تھیں۔

اسلام کے لیے فکروں رنجوں اور پریشانیوں کا یہ وہ زمانہ تھا جس میں احمدیت کا سورج طلوع ہوا اور ایک عظیم الشان تحریک حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کے ذریعہ منصّۂ شہود پر ابھری اور آنحضور ﷺ کی پیشگوئیوں اور بیان کردہ نشانات کی روشنی میں وہ ستارہ طلوع ہوا جس کے وجود کا ذرہ ذرہ اس بات کا گواہ تھا کہ اس نے جو کچھ پایا حضرت رسول اللہ ﷺ کے فیض سے ہی پایا۔ وہ آنحضور ﷺ کی مدح اور عشق کے گیت گاتا ہوا آیا اور فضا اس نغمۂ عشق اور اس جیسے سینکڑوں نغماتِ عشق سے مخمور و معطر ہو گئی۔

اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے

وَ سَخَّرَ لَکُمُ الَّیۡلَ وَ النَّہَارَ ۙ وَ الشَّمۡسَ وَ الۡقَمَرَ ؕ وَ النُّجُوۡمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمۡرِہٖ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ ۙ (النحل:13)

ترجمہ: اور اس نے تمہارے لیے رات کو اور دن کو اور سورج اور چاند کو مسخر کیا۔ اور ستارے بھی اسی کے حکم سے مسخر ہیں۔ یقیناً اس میں ایسی قوم کے لیے جو عقل رکھتی ہے، بہت بڑے نشانات ہیں۔ (ترجمہ بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

ان اجرام فلکی کی خدمت کا ثبوت یہ ہے کہ انسان کی بقا کے لیے انسان سورج اور چاند وغیرہ کا محتاج ہے۔ اور ان کے بغیر کرۂ ارض پر اس کی حیات ممکن نہیں۔ اور اس کے علاوہ زمانے کی ابتدا سے ہی انسان وقت اور زمانے کی تعیین اور شمار کے لیے سورج اور چاند وغیرہ پر منحصر رہا ہے۔ اسی طرح ستاروں کے ذریعے رات کے اندھیروں میں اور سمندروں میں راہ تلاش کرنے کا کام لیا جاتا ہے۔ پس یہ اجرام جسمانی امور میں مکمل طور پر انسان کی ہی خدمت پر مامور ہیں۔ بعینہٖ اسی طرح یہ تمام اجرام روحانی امور میں بھی اللہ تعالیٰ کے نشانات بن کر انسان کی راہنمائی اور ہدایت کا کام سرانجام دیتے ہیں۔ اور یہ بھی ایک عظیم الشان خدمت ہے جو ان اجرام کے سپرد کی گئی ہے۔ اس حوالے سے قرآن کریم نے خاص طور پر ستاروں کا ذکر فرمایا ہے کہ ستارے انسان کے لیے راہنمائی اور ہدایت کا موجب ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَ عَلٰمٰتٍ ؕ وَ بِالنَّجۡمِ ہُمۡ یَہۡتَدُوۡنَ (النحل:17)

ترجمہ: اور بہت سے رہنمائی کرنے والے نشان، اور وہ ستاروں سے بھی راہنمائی لیتے ہیں۔

اسی طرح ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا کہ

وَ ہُوَ الَّذِیۡ جَعَلَ لَکُمُ النُّجُوۡمَ لِتَہۡتَدُوۡا بِہَا فِیۡ ظُلُمٰتِ الۡبَرِّ وَ الۡبَحۡرِ (الانعام: 98)

ترجمہ: اور وہی ہے جس نے تمہارے لیے ستاروں کو بنایا تاکہ تم ان کے ذریعے خشکی اور تری کے اندھیروں میں ہدایت پاؤ۔

پس اللہ تعالیٰ نے ان اجرام کو بنی نوع انسان کے لیے ہدایت کا باعث قرار دیا ہے۔ اپنی قدیم سنت کے مطابق اللہ تعالیٰ اپنے مامورین کی بعثت کے وقت میں ان اجرام میں نشانات ظاہر فرماتا ہے۔ اور بعض حوادث ایسے ظاہر فرماتا ہے جس سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ خدا کی خاص تقدیر حرکت میں ہے۔ مذاہب کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے بھی اس بات کا علم ہوتا ہے کہ ہر زمانے میں انبیاء علیہم السلام کی تائید کے لیے خدا تعالیٰ نے آسمانی نشانات بھی ظاہر فرمائے۔ اور سورج، چاند ستاروں نے بھی اپنے اپنے رنگ میں ان مامورین کی صداقت کی گواہی دی۔ آنے والے مسیح موعود کے لیے آنحضور ﷺ نے مختلف نشانات کے ظہور کی پیشگوئی کی تھی جن میں سورج اور چاند کو ماہ رمضان کی مقررہ تاریخوں میں گرہن لگنے کی پیشگوئی، طاعون کے ظاہر ہونے کی پیشگوئی دجال کے ظہور کی پیشگوئی اور دیگر نشانات کے ظہور کی پیشگوئیاں ہیں جن میں سے ایک پیشگوئی ستارہ ذُوالسِّنِین کے ظہور کی بھی ہے جو کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے آنے والے مسیح موعود کے لیے ایک نشان کے طور پر ظاہر ہونا تھا۔ چنانچہ یہ تمام نشانات بشمول حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ایک عظیم الشان نشان 1882ء کا ذُوالسِّنِین ستارہ نہایت عظیم الشان رنگ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام مسیح موعود و مہدی موعود کی صداقت کے طور پر اپنے وقت مقررہ پر پورے ہوئے۔

ستارہ ذُوالسِّنِین جسے انگریزی زبان میں The Great Comet of 1882 بھی کہا جاتا ہے عربی زبان میں اس کو درج ذیل مختلف نام دیے جاتے ہیں جو کہ اس کی PHYSICAL APPEARANCE یعنی جسمانی ساخت کے متفرق اجزاء کو واضح کرتے ہیں:

ذُوالسِّنِین	مدتوں بعد نکلنے والا ستارہ
ذُوالسِّنَّیۡن	دو دانتوں والا ستارہ
ذُواللِّحۡیَیۡن	دو داڑھیوں والا ستارہ
ذُوذَنَبۡ	دُمدار ستارہ
ذُوقَرۡنٍ	دوسینگوں والا

دُمدار ستارے میں اکثر حصہ برف پر مشتمل ہوتا ہے نیز خاک اور پتھر وغیرہ کا ملبہ بھی ہوتا ہے اس کے علاوہ گیسیں مثلاً methane+ammonia+carbon mono oxide+carbon dioxide وغیرہ بھی موجود ہوتی ہیں اور سورج سے دور یہ گیسیں جمی ہوئی حالت میں ہوتی ہیں۔ دُمدار ستارے چند سو میٹر سے لے کر 40 کلومیٹر سے کچھ اوپر سائز کے ہوتے ہیں۔ دُمدار ستارے بہت بڑی تعداد میں نظام شمسی میں پائے جاتے ہیں۔ یہ سورج کے گرد بیضوی مدار (ELLIPTIC ORBIT) میں گھومتے ہیں۔ زیادہ وقت سورج سے دور ہوتے ہیں اور نظر نہیں آتے۔ جب سورج کے قریب آتے ہیں تو دُمدار ستارے کی شکل میں نظر آتے ہیں۔ اس چکر کے ایک سرے پر یہ سورج کے بالکل قریب سے گزرتے ہیں اور دوسری انتہا پر یہ سورج سے بہت دور نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ ان میں سے بعض سورج کے گرد موجود تمام سیاروں سے بھی دور نکل جاتے ہیں اور پھر دوبارہ سورج کے بالکل قریب سے گزرتے ہیں۔ جن دُمدار ستاروں کا محور چھوٹا ہوتا ہے وہ یہ محور بیس سال سے کم عرصہ میں مکمل کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض ایسے ہیں جو کہ یہ محور دو سو سال کے عرصہ میں پورا کرتے ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ سورج کے گرد اپنا چکر ہزاروں سالوں میں مکمل کرتے ہیں۔ جن دُمدار ستاروں کے درمیانی دور دو سو سال سے کم ہوتے ہیں ان کو SHORT PERIOD COMETS کہتے ہیں اور جن کے درمیانی دور دو سو سال سے زیادہ ہوتے ہیں ان کو LONG PERIOD COMETS کہتے ہیں۔ نظام شمسی میں موجود بے شمار دُمدار ستاروں میں سے بہت تھوڑی تعداد ہوتی ہے جسے ہم زمین سے بغیر دوربین یا دیگر آلات کی مدد سے دیکھ سکتے ہیں۔ بعض دُمدار ستارے سورج سے اتنا دور نکل آتے ہیں کہ وہ ہمارے نظام شمسی سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو جاتے ہیں اور بعض سورج کے قریب سے گزرتے ہوئے ختم ہو جاتے ہیں۔ جب یہ دُمدار ستارے نظام شمسی کے اندر کے حصہ سے گزرتے ہیں تو سورج کی شعاعوں کے اثر سے ان سے بخارات اٹھتے ہیں جو کہ دُمدار ستارے کے اردگرد ایک روشن ہالہ بناتے ہیں جسے COMA کہا جاتا ہے۔ یہ ہالہ بہت بڑے حجم کا بھی ہو سکتا ہے۔ اور چونکہ یہ دُمدار ستارے مستقل حرکت میں ہوتے ہیں اس لیے ان دُمدار ستاروں کے پیچھے ایک دم بن جاتی ہے جو کئی لاکھ کلومیٹر لمبی بھی ہو سکتی ہے۔ بسا اوقات ایک دُمدار ستارے کی دو دُمیں بھی نظر آتی ہیں۔ ایک دم اٹھنے والی گیس سے بنتی ہے اور دوسری دم دُمدار ستارے سے اٹھنے والی گرد سے بنتی ہے۔

دنیا کے ہر خطے میں آسمانی اجرام سے متعلق مختلف اعتقادات پائے جاتے ہیں۔ ان اعتقادات میں بہت تضاد پایا جاتا ہے۔ لیکن دُمدار ستارے کے حوالے سے یہ بات نہایت حیران کن ہے کہ تقریباً دنیا کے ہر حصے میں ان کے متعلق پایا جانے والا اعتقاد ایک ہی جیسا تھا۔ خواہ وہ چین کے علم پسند لوگ ہوں، یا صحرائے عرب کے بادیہ نشین (NOMADS)۔ یورپ کی مہذب قومیں ہوں یا جزائر کے رہنے والے توہم پرست۔ ان سب نے دُمدار ستارے کو ایک ہی نظر سے دیکھا اور سمجھا۔ یعنی ''تباہی، بربادی، ہلاکت!!!''۔

اس خیال کا اثر ایسا گہرا تھا کہ دُمدار ستارے کے طلوع کے لیے آج بھی جو لفظ انگلش میں استعمال کیا جاتا ہے Apparition[àppə rísh`n] ہے۔ اس کا مطلب کسی بد روح کی آمد یا کسی ماوراءُ الطّبعیاتی چیز کا ظاہر ہونا ہے۔

اسی طرح عرب کی تاریخ دیکھنے سے بھی علم ہوتا ہے کہ دُمدار ستاروں کے متعلق ان کا اعتقاد بھی کچھ الگ نہیں تھا۔ آنحضرت ﷺ کی آمد تک بھی ان کا اعتقاد یہی تھا کہ دُمدار ستارے کسی بڑے شخص کی وفات یا پیدائش کا نشان ہوتے ہیں۔

حدیث کی ایک مستند کتاب ''مُسۡنَدُ احمد بن حنبل'' میں یہ روایت مذکور ہے کہ رسول کریم ﷺ اپنے صحابہؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ (عبدالرزاق بیان کرتے ہیں کہ یہ انصار صحابہؓ تھے۔) تو اسی اثناء میں ایک عظیم ستارہ جھڑا جو بہت روشن ہو گیا۔ تو رسول کریم ﷺ نے دریافت فرمایا کہ جب زمانہ جاہلیت میں ایسا ہوتا تھا تو تم لوگ اس بارے میں کیا کہتے تھے؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم کہا کرتے تھے کہ کوئی عظیم شخص پیدا ہوا ہے یا کوئی عظیم شخص فوت ہوا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ کسی کی موت یا زندگی کے لیے نہیں نکلتے بلکہ جب ہمارا رب کسی بات کا فیصلہ فرماتا ہے تب ان کا ظہور ہوتا ہے۔

دُمدار ستارے کی تاریخ کا ایک اہم حصہ یہ بھی ہے کہ اسے ہر زمانے میں مختلف واقعات سے جوڑا جاتا رہا ہے۔

ایک یورپی مصنف و محقق نے اسے یوں بیان کیا کہ:

(دُمدار ستارہ) دنیا کے لیے قحط، طاعون اور جنگ کی علامت، بادشاہوں کے لیے موت کا نشان، مملکتوں کے لیے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کا پیش خیمہ، ریاستوں کے لیے یقینی نقصان، مویشی بان کے لیے مویشیوں کی ہلاکت، کسان کے لیے غیر مفید موسم، کشتی رانی کرنے والوں کے لیے سمندری طوفان اور شہروں کے لیے خانہ جنگی کا پیغام!!!

آنے والے مسیح اور مہدی کے لیے آنحضور ﷺ نے متعدد احادیث میں ستارہ ذُوالسِّنِین کے طلوع ہونے کو نشان قرار دیا۔

اسی طرح ایک اور روایت میں بھی اس نشان کے ظاہر ہونے کا ذکر ان الفاظ میں درج ہے:

اَلَا وَ اِنَّ لِخُرُوۡجِہٖ عَلَامَاتٍ عَشَرَۃً اَوَّلُھَا طُلُوۡعُ الۡکَوۡکَبِ ذِی الذَّنَبِ.

ترجمہ: اور اس کے (مہدیؑ کے) ظہور کی دس علامات ہیں جن میں سے پہلی علامت دُمدار ستارے کا طلوع ہونا ہے۔

(بحارُ الانوار مؤلفہ حضرت شیخ باقر مجلسیؒ۔ مطبوعہ دار احیاء التُّراث بَیروت لبنان، جزء الثانی والخمسون (52)، ص 268، تاریخ الامام الثانی عشر، باب علامات ظهورہ من السفیانی والدجال)

احادیث میں مذکور اس نشان کا تذکرہ گاہے گاہے مختلف زمانے کے جید اور محقق علمائے کرام نے بھی کیا ہے اور اس کو مہدیؑ کے لیے ایک اہم نشان قرار دیا ہے۔ اور ان کا اس نشان کو بیان کرنا انہیں احادیث کی روشنی میں ہے۔

چنانچہ ایک روایت میں مذکور ہے کہ:

اور ان (آخری زمانے کے علامات) میں سے یہ بھی ہے کہ دُمدار ستارہ ظاہر ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے سلمان! جب بادشاہ دکھاوے کے لیے حج کریں گے۔ اور امیر لوگ تجارت کے لیے، اور مساکین صلح جوئی کی خاطر اور عالم لوگ دکھاوے کے لیے اور اس لیے حج کریں گے کہ لوگ ان کی باتیں کریں تو اس وقت دُمدار ستارہ ظاہر ہوگا۔

اس روایت میں بھی آنحضرت ﷺ کی زبانی مہدی و مسیحؑ کے زمانے میں اس نشان کے ظاہر ہونے کا بعض دیگر علامات کے ساتھ ذکر ہے۔

اس کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے کے علماء نے بھی اس علامت کا ذکر اپنی کتب میں کیا ہے۔ ان میں سے قابل ذکر کتاب ''حججُ الکِرَامہ'' ہے جو کہ نواب صدیق حسن خان صاحب کی تصنیف ہے۔ اور اس کتاب میں انہوں نے اس علامت کا ذکر کرنے کے بعد اسلامی تاریخ کے حوالے سے مختلف سالوں میں طلوع ہونے والے دُمدار ستاروں پر تفصیلی بحث کی ہے۔

اس کے علاوہ نواب صدیق حسن خان صاحب کے صاحبزادے اور اپنے زمانے کے جید عالم جناب نور الحسن خان صاحب نے بھی اپنی کتاب ''اِقْتِرَابُ السَّاعَة'' میں اس نشان کا ذکر بایں الفاظ کیا ہے کہ

قَرْن ذِی السِّنِیْن نکلے گا۔

(اِقْتِرَابُ السَّاعَة۔ مطبوعہ مطبع مفید عام، آگرہ۔ ص 67)

مندرجہ بالا حوالہ جات سے بات بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ اس نشان کو ہمیشہ سے ہی حضرت مسیح و مہدیؑ کے لیے ایک اہم نشان مانا جاتا رہا ہے۔ اور ہر زمانے کے علماء نے اس نشان کا ذکر کر کے اس بات کا ثبوت دیا ہے کہ یہ دراصل آنحضرت ﷺ کا بتایا ہوا نشان ہی ہے۔ بعض علماء نے اس نشان کو بہت تفصیل سے اور کھول کر بھی بیان کیا ہے۔ ان بزرگان دین میں حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کا نام بھی ہے۔ انہوں نے اپنے ایک مرید کے استفسار پر اس نشان کی تفصیل اس کو لکھ کر بھیجی۔ جو کہ ان کے مطبوعہ مکتوبات میں موجود ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

''جاننا چاہیے کہ جب عباسی بادشاہ جو کہ حضرت مہدیؑ کے ظہور کے مقدمات میں سے ہوگا خراسان پہنچے گا تو مشرق کی جانب سے دو دانتوں والی ایک شاخ طلوع ہوگی۔ اور حاشیہ میں لکھا ہے کہ یعنی نورانی ستون کہ جس کے دو سر ہوں گے۔ اور اس کا پہلا طلوع حضرت نوحؑ کی قوم کے ہلاک ہونے کے وقت ہوا تھا۔ پھر حضرت ابراہیمؑ کے زمانے میں طلوع ہوا تھا۔ جب کہ ان کو کافروں نے آگ میں پھینکا تھا۔ پھر فرعون اور اس کی قوم کی غرقابی کے وقت ظاہر ہوا تھا۔ پھر جب حضرت یحییٰؑ قتل ہوئے اس وقت ظاہر ہوا۔

ستارہ ذُوالسِّنِیْن قرآن کریم اور آنحضور ﷺ کی پیشگوئیوں کے عین مطابق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوة والسلام کے ظہور اور آپ کی صداقت کے لیے 1882ء میں طلوع ہوا۔ 1882ء ہی وہ سال ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مجددیت اور ماموریت کا پہلا الہام ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے الہاماً فرمایا:

یَا أَحْمَدُ، بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكَ، مَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَ اللّٰهَ رَمٰى. اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآن، لِتُنْذِرَ قَوْماً مَا أُنْذِرَ آبَاؤُهُمْ، وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلَ الْمُجْرِمِيْنَ

(تذکرہ صفحہ 56 الہام در سال 1882ء)

اے احمد خدا نے تجھ میں برکت رکھ دی ہے۔ جو کچھ تو نے چلایا وہ تو نے نہیں چلایا بلکہ خدا نے چلایا۔ خدا نے تجھے قرآن سکھلایا یعنی اس کے صحیح معنی تجھ پر ظاہر کئے۔ تا کہ تو ان لوگوں کو ڈراوے جن کے باپ دادے ڈرائے نہیں گئے اور تا کہ مجرموں کی راہ کھل جائے یعنی معلوم ہو جائے کہ کون تجھ سے برگشتہ ہوتا ہے۔

حیرت انگیز طور پر اس الہام میں خدا تعالیٰ نے اس COMET کے نشان اپنی ذات کی طرف منسوب کیا ہے کہ یہ نشان خدا تعالیٰ نے بذات خود اے احمد علیہ السلام آپ کے لیے تمام دنیا پر ظاہر فرمایا ہے اور مزید برآں اس کی تخصیص مَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى کے الفاظ سے فرمائی ہے کہ یہ پے در پے آسمان پر جو تم شہب ثاقبہ کی بوچھاڑ کا نظارہ دیکھ رہے ہو یہ تمہاری صداقت کے لیے وعدوں کے موافق خدا تعالیٰ نے آسمان پر ظاہر فرمایا ہے۔ گویا خدا خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصدیق اور تائید کے لیے آسمان سے زمین پر اتر آیا تھا اور آپ کے لیے نشانات کا ایک سلسلہ خود خدا نے جاری فرما دیا تا کہ مجرموں کی راہ کھل جائے یعنی معلوم ہو جائے کہ کون تجھ سے برگشتہ ہوتا ہے اور حق اور باطل میں واضح فرق ہو جائے۔ کیا یہ انسان کے بس کی بات ہے کہ وہ دعویٰ کرے اور اس کے دعوی کی تائید میں آسمان بھی نشان دکھائے اور زمین بھی۔ کیا ایسا شخص نعوذ باللہ جھوٹا ہو سکتا ہے؟

چنانچہ یہ ستارہ ایک عظیم الشان نشان کی صورت میں جس سال حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعویٰ کیا آپ کے دعویٰ کی تائید اور آپ کی صداقت کے لیے ظہور پذیر ہوا اور اسے The Great Comet of 1882 کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ یہ ایک نہایت غیر معمولی دُمدار ستارہ تھا جو اپنی چمک دمک میں اپنی مثال آپ تھا۔ Great Comet ایک اصطلاح ہے۔ اور یہ ہر ایسے دُمدار ستارے کو کہا جاتا ہے جو غیر معمولی روشن ہو جائے، اور ماہرین فلکیات کے حلقے سے نکل کر عام عوام میں بھی پذیرائی اور مقبولیت حاصل کر لے۔

Great Comet of 1882 ستمبر 1882ء کے آغاز میں ہی نظر آنا شروع ہو گیا تھا۔ یکم ستمبر کو اس ستارے کو Gulf Of Guinea میں Cape of Good Hope نامی مقام پر دیکھا گیا۔ 3/ستمبر 1882ء کو نیوزی لینڈ میں بھی یہ دُمدار ستارہ نظر آیا۔ اس کے بعد جلد ہی یہ ستارہ دنیا بھر کی رسد گاہوں سے دیکھا جانے لگا۔ اور ماہرین فلکیات کی توجہ کا مرکز بن گیا۔ اور اس وقت کے علم فلکیات کے تمام جریدے اس پر تحقیق اور نوٹس شائع کرنے لگے۔ اس وقت یہ ستارہ سورج کی سمت میں اپنے محور کی انتہا کی جانب بڑھ رہا تھا۔ شروع کے دنوں میں اس کی چمک میں اضافہ ہونے لگا۔ شروع کے دنوں میں اسے انگلستان کی رسد گاہوں سے بادلوں کی وجہ سے دیکھنا مشکل ہو گیا تھا۔ لیکن جنوبی یورپ یعنی اٹلی اور سپین وغیرہ اور الجزائر میں اسے آسانی سے دیکھا جا سکتا تھا۔ اس دُمدار ستارے میں ماہرین فلکیات کی دلچسپی کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب انگلینڈ میں گھنے بادلوں کے باعث اسے دیکھنا مشکل ہو گیا تھا تو ایک ماہر فلکیات Maurice Mallet غبارے کے ذریعے سے بادلوں سے اوپر گئے تا کہ وہ اس دُمدار ستارے کا مشاہدہ کر سکیں۔ پہلے تو یہ دُمدار ستارہ صرف طلوع آفتاب سے قبل نظر آتا تھا اور دن کی روشنی میں غائب ہو جاتا تھا۔ لیکن جلد ہی اس کی چمک اتنی بڑھ گئی اور یہ اتنا نمایاں ہو گیا کہ دن کے وقت جب سورج پوری طرح چمک رہا ہوتا تھا تو بھی اس کو زمین سے با آسانی دیکھا جا سکتا تھا اور اس کی چمکدار دم بھی نہایت نمایاں تھی۔ 17 ستمبر کو سپین میں Reus کے مقام پر لوگ یہ دیکھ کر حیران ہو گئے کہ یہ دُمدار ستارہ اتنا روشن اور نمایاں ہو چکا تھا کہ سورج کی روشنی میں بادلوں کے پیچھے سے بھی دکھائی دے رہا تھا۔

جب یہ ستارہ اپنے محور کی انتہا یعنی سورج سے اپنے نزدیک ترین مقام کو عبور کر چکا تھا تو اس کی چمک میں کمی آنے لگی لیکن اس کے باوجود فروری 1883ء تک اس کو بغیر کسی آلے کی مدد سے دیکھا جاتا رہا۔ آخری مرتبہ اسے قرطبہ، سپین میں یکم جون 1883ء کو دیکھا گیا اور اس کے بعد یہ تاریخی دُمدار ستارہ نظر آنا بند ہو گیا۔

1882ء میں طلوع ہونے والا یہ دُمدار ستارہ اتنا غیر معمولی روشن تھا کہ اس کی چمک منفی 17 Magnitude تھی۔ یاد رہے کہ چودھویں کے چاند کا Magnitude منفی 14 ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ دُمدار ستارے بدر یعنی چودھویں کے چاند سے بھی زیادہ روشن تھا۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے حدیث میں مذکور الفاظ ''هُوَ نَجْمٌ يَطْلَعُ مِنَ الْمَشْرِقِ وَيُضِيءُ لِأَهْلِ الْأَرْضِ كَإِضَاءَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ'' کی طرف دھیان جاتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ستارہ ایسا روشن ہوگا جیسا چودھویں کا چاند۔ پس مخبر صادق آنحضرت ﷺ کی شان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گویا آپ کو مکمل طور سے اس نشان کا علم دیا اور آپ نے اس کو اس رنگ میں بیان فرما دیا کہ اس نشان کے پورے ہونے پر فوراً آپ ﷺ کے قول کی طرف انسانی ذہن منتقل ہو جاتا ہے۔

اسی طرح انٹرنیٹ پر موجود ایک مقالے The Bright Comet Chronicles جو کہ John E. Bortle کی تالیف ہے، اس دُمدار ستارے کا ذکر بایں الفاظ موجود ہے۔

"Brightest, most extraordinary comet in over 1,000 years."

ترجمہ: پچھلے ہزار سال میں نظر آنے والا سب سے روشن اور غیر معمولی دُمدار ستارہ۔

9/ستمبر 1882ء کو W.L.ELKIN جن کا تعلق ROYAL OBSERVATORY, CAPE OF GOOD HOPE, SOUTH AFRICA سے تھا نے خبر دی کہ جلد ہی یہ دُمدار ستارہ بغیر کسی دوربین آلے کی مدد کے نظر آسکے گا۔ اسی طرح B.A.GOULD نے CORDOBA, ARGENTINA سے 18 ستمبر کو خبر دی کہ شہب ثاقب کی خارق عادت چمک اور روشنی عام توجہ کا مرکز بنی رہی اور سورج کے قریب سے گزرتا ہوا چمکدار ستارہ ملک میں ہر خاص و عام کی گفتگو کا محور تھا۔

پس ثابت ہوا کہ یہ دُمدار ستارہ ضرور ایک نشان ہی تھا اور اس کی غیر معمولی چمک اور اہمیت اس کے نشان ہونے پر گواہ ہے۔ جس کو خاص طور پر پہلے سے احادیث میں بیان کر دیا گیا تھا۔

حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی تحریرات میں جابجا اس نشان کا تذکرہ فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''اسی طرح نواب صدیق حسن خان صاحب حجج الکرامہ میں اور حضرت مجدد الف ثانی صاحب نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ستارہ دنبالہ دار یعنی ذُوالسِّنِیْن مہدی معہود کے ظہور کے وقت نمودار ہوگا۔ چنانچہ وہ ستارہ 1882ء میں نکلا۔''

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن، جلد 23، صفحہ 330)

''ایک اور نشان یہ بھی تھا کہ اس وقت ستارہ ذُوالسِّنِیْن طلوع کرے گا۔ یعنی ان برسوں کا ستارہ جو پہلے گزر چکے ہیں۔ یعنی وہ ستارہ جو مسیح ناصری کے ایام میں طلوع ہوا تھا۔ اب وہ ستارہ بھی طلوع ہو گیا ہے جس نے یہودیوں کے مسیح کی اطلاع آسمانی طور سے دی تھی۔'' (ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ، جلد اول، صفحہ 31)

اسی طرح ایک اور مقام پر آپؑ نے فرمایا کہ

''ایک یہ بھی پیشگوئی تھی کہ اُن دنوں میں ذُوالسِّنِیْن ستارہ بھی نکلے گا۔ جو مسیح کے وقت اور اُس سے پہلے نوح کے وقت میں نکلا تھا۔ اب سب کو معلوم ہے کہ وہ ستارہ نکل آیا اور انگریزی اور اردو اخباروں میں اُس کا نکلنا شائع کیا گیا۔''

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14، صفحہ 281)

پھر مزید ایک مقام پر فرمایا کہ

''تیسرا نشان ذُوالسِّنِیْن کا نکلنا ہے جس کے طلوع ہونے کا زمانہ مسیح موعود کا وقت مقرر تھا۔ اور مدت ہوئی کہ وہ طلوع ہو چکا ہے۔ اسی کو دیکھ کر عیسائیوں کے بعض انگریزی اخبارات میں شائع ہوا تھا کہ اب مسیح کے آنے کا وقت آ گیا ہے۔ (حقیقة الوحی، روحانی خزائن جلد 22، صفحہ 205)

حضرت سیدہ خیر النساء صاحبہ بنت حضرت سید ڈاکٹر عبد الستار شاہ صاحبؓ بیان کرتی ہیں کہ

''ایک دن فجر کے وقت حضورؑ شہ نشین پر ٹہل رہے تھے۔ میں اور ہمشیرہ زینب اور والدہ صاحبہ نماز پڑھنے کے لیے گئیں تو آپ نے فرمایا۔ آؤ! تمہیں ایک چیز دکھائیں یہ دیکھو یہ دُمدار تارا ہماری صداقت کا نشان ہے۔ اس کے بعد بہت سی بیماریاں آئیں گی۔ چنانچہ طاعون اس قدر پھیلا کہ کوئی حد نہیں رہی''۔

(سیرة المہدی حصہ پنجم روایت 1512)(حضرت ڈاکٹر سید عبد الحئی شاہ صاحب شائع کردہ مجلس خدام الاحمدیہ)

پھر فرمایا:

جو علامات مسیح موعود مقرر تھیں ان میں سے بہت سی پوری ہو چکیں جیسے کسوف خسوف کا رمضان میں ہونا جو دو مرتبہ ہو چکا۔ حج کا بند ہونا۔ ذُوالسِّنِیْن ستارہ کا نکلنا۔ طاعون کا پھوٹنا۔ ریلوں کا اجرا۔ اونٹوں کا بیکار ہونا وغیرہ۔

(ملفوظات جلد 2 ص 337 نیا ایڈیشن)

پھر فرمایا:

یہ خود کہتے تھے کہ صدی کے سر پر آنے والا ہے۔ پھر انہیں کی کتابوں میں لکھا ہوا تھا کہ کسوف و خسوف ہوگا۔ طاعون پڑے گی۔ حج بند ہوگا۔ ایک ستارہ جو مسیح کے وقت نکلا تھا نکل چکا ہے۔ اونٹوں کی سواری بیکار ہو گئی ہے۔ اسی طرح سب علامتیں پوری ہو گئی ہیں، مگر ان لوگوں کا یہ کہنا کہ ابھی مسیح نہیں آیا یہ معنے رکھتا ہے کہ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی کوئی پیشگوئی

پوری نہ ہو۔ (ملفوظات جلد 3ص129)

آج کل دُمدار ستارہ طلوع ہوتا ہے۔ اس کے متعلق ایک شخص سے حضرت اقدس نے دریافت فرمایا کہ کیا آپ نے بھی دُمدار ستارے دیکھے ہیں پھر فرمایا ضرور دیکھنا۔ آج ہی دیکھنا وہ ایک نہیں ہے دو ہیں۔ میں نے بھی دیکھے تھے۔ ایک چھوٹا ہے اور ایک بڑا ہے تین بجے سے دکھائی دینا شروع ہوتا ہے۔ مفسروں نے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے وقت میں جب بہت ستارے ٹوٹے تھے تو اس سے کچھ عرصہ بعد آنحضرت ﷺ نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ یہ جو ستارے وغیرہ ہوتے ہیں ان کا اثر زمین پر ضرور ہوتا ہے۔ میرے دعویٰ سے پہلے اس قدر ستارے ٹوٹے تھے کہ ایسی کثرت آگے کبھی نہیں ہوتی تھی۔ میں اس وقت دیکھ رہا تھا کہ ستاروں کی آپس میں ایک قسم کی لڑائی ہوتی تھی۔ کوئی سو دو سو ایک طرف تھے اور سو دو سو ایک طرف تھے۔ ہمارے لیے گویا وہ ایک پیش خیمہ تھے۔ اس طرف سے اس طرف نکل جاتے تھے اور اس طرف سے اس طرف نکل جاتے تھے۔ میرے خیال میں تو کسوف خسوف کا بھی خاص اثر زمین پر ہوتا ہے۔ دُمدار ستارے کا پیدا ہونا ایک خارق عادت امر ہے۔ آسمان پر اس کا ظاہر ہونا ظاہر کرتا ہے کہ زمین پر بھی ضرور کوئی خارق عادت امر ظاہر ہوگا۔ یہ زمین کے لیے شہادتیں ہوتی ہیں۔ آئندہ زمین پر جو خارق عادت نشان ظاہر ہونے والے ہوتے ہیں ان کے لیے یہ پیش خیمہ ہوتے ہیں۔ اس طرف ہمیں الہام بھی ہو رہے ہیں کہ آئندہ خارقِ عادت نشان ظاہر ہونے والے ہیں اور کل جو میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ ایک ستارہ ٹوٹا ہے اور سر پر آ گیا ہے۔ میں نے خیال کیا تھا کہ ضرور اس کی کوئی تعبیر ہوگی۔ ذُوالسِّنِیْن ستارہ کی نسبت جب نکلا تھا تو انگریزی اخبار والوں نے لکھا تھا کہ یہ وہی ستارہ ہے جو حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ میں طلوع ہوا تھا۔

(ملفوظات جلد 5 ص213 نیا ایڈیشن)

- ذُوالسِّنِیْن ستارہ جس کا نکلنا مہدی اور مسیح موعود کے وقت میں بیان کیا گیا تھا۔ ہزاروں انسانوں نے نکلتا ہوا دیکھا۔ (ایام الصلح صفحہ نمبر 306)
- بھلا بتلائیں کہ میرے بغیر کس کے لیے بموجب حدیث دارقطنی کے کسوف وخسوف ہوا کس کے لیے بموجب حدیث صحیحہ کے طاعون پڑی۔ کس کے لیے ستارہ ذُوالسِّنِیْن نکلا۔ (تحفہ الندوہ صفحہ 100)
- بموجب حدیث کے ستارہ ذُوالسِّنِیْن بھی مدت ہوئی کہ نکل چکا۔ (نزول المسیح صفحہ 406)
- یہ بھی حدیثوں میں تھا کہ مسیح موعود کے وقت میں ستارہ ذُوالسِّنِیْن نکلے گا۔ اب انگریزوں سے پوچھ لیجیے کہ مدت ہوئی کہ وہ ستارہ نکل چکا ہے۔ (اربعین نمبر 3 صفحہ 399)
- وَ طَلَعَ ذُوالسِّنِیْن (اور ذُوالسِّنِیْن ستارہ نے طلوع کیا) (خطبہ الہامیہ صفحہ 64)

اور وہ حوادث عرضی اور سماوی جو مسیح موعود کے ظہور کی علامات ہیں وہ سب میرے وقت میں ظہور پذیر ہو گئی ہیں۔ مدت ہوئی کہ خسوف و کسوف رمضان کے مہینے میں ہو چکا ہے اور ستارہ ذُوالسِّنِیْن بھی نکل چکا ہے۔

سورۃ النجم میں مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کے لیے یہ پیشگوئی مذکور ہے کہ ایک ستارہ گرے گا اور دین کی عظمت دنیا پر ظاہر ہوگی۔ چنانچہ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے وَالنَّجْمِ اِذَا ھَوٰی۔ ھَوٰی کے معنی ہیں گرنا اور ہلاک ہو جانا۔ چنانچہ یہ ذُوالسِّنِیْن ستارہ سورج کے اتنا قریب آیا کہ وہ سورج کو چھونے لگا اور اس نے SUNGRAZING COMET کا بھی لقب پایا۔ نیز سورج سے اس قدر قریب ہونے کے نتیجہ میں اس کے ٹکڑے ہو گئے۔ جماعت کے ایک معروف سکالر ڈاکٹر صالح محمد الہ دین صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں یہ نکتہ پیش کیا تھا کہ وَالنَّجْمِ اِذَا ھَوٰی کی پیشگوئی دُمدار ستارے کے نشان کے ذریعہ پوری ہوئی تو حضور نے ان کے استنباط سے اتفاق فرماتے ہوئے فرمایا تھا:

''قرآن مجید میں دُمدار ستارے کی پیشگوئی کے متعلق ایک آیت سے آپ نے جو استدلال کیا ہے وہ بالکل درست ہے خود میرا بھی یہی خیال ہے۔''

اور جیسے ظاہری طور پر یہ ستارہ سورج میں گر کر سورج کا ایک حصہ بن گیا اسی طرح روحانی طور پر بھی ظہور میں آیا کہ جس مسیح اور مہدی کے لیے یہ نشان ظاہر ہوا وہ بھی آقائے دو جہاں حضرت محمد مصطفی ﷺ جن کو خدا تعالیٰ نے سراجًا منیرًا یعنی نہایت روشن سورج کا خطاب دیا آپ علیہ السلام نے انہیں کی محبت میں کلیۃً فنا ہو کر مسیح موعود و مہدی موعود کا مقام و مرتبہ پایا۔ آپ اس کا اظہار اپنے ایک شعر میں یوں کرتے ہیں:

جان و دِلَم فِدائے جمالِ محمد اَست
خَاکَمْ نِثَار کُوچۂ آلِ محمد است

ترجمہ: میری جان اور دل محمّد مصطفی ﷺ کے جمال پر فدا ہیں اور میری خاک آل محمد ﷺ کے کوچے پر قربان ہے۔

اس نشان کے بیان کرنے کے بعد یہ بتانا نہایت ضروری ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیدائش، دوران زندگی اور وفات پر جس کثرت سے دُمدار ستاروں اور شہب ثاقبہ کا ظہور رہا اس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی چنانچہ ستارہ ذُوالسِّنِیْن کے نشان کے علاوہ مندرجہ ذیل دُمدار ستاروں کا ظہور ہوا:

Halley`s Comet1835

یہ دُمدار ستارہ موجودہ مشاہدات کی رو سے 1835ء میں ظاہر ہوا تھا۔ اور یہی سن حضرت مسیح موعودؑ کی پیدائش کا ہے۔ یہ ستارہ دنیا کے مشہور ترین دُمدار ستاروں میں سے ہے۔

پس اس موقع پر اس دُمدار ستارے کا ظاہر ہونا اس بات کی علامت تھا کہ مسیح کے آنے کا وقت اب نزدیک آ گیا ہے۔ اور خود بڑی تعداد میں عیسائیوں نے اس خیال کو ظاہر کیا کہ شاید یہ مسیح کی آمد ثانی کا ہی وقت ہے۔

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کا ایک اہم موڑ وہ تھا جب آپ کو ذہنی طور پر ایک جماعت کی تیاری کے لیے تیار کیا گیا۔ اور آپ کو یہ خوشخبری دی گئی کہ عنقریب تجھے ایک جماعت دی جائے گی۔

حضورؑ کو 1874ء میں الہام ہوا تھا کہ آپ کو جماعت دی جائے گی۔ آپ فرماتے ہیں:

''میں نے خواب میں ایک فرشتہ ایک لڑکے کی صورت میں دیکھا جو ایک اونچے چبوترے پر بیٹھا ہوا تھا۔ اور اس کے ہاتھ میں ایک پاکیزہ نان تھا جو نہایت چمکیلا تھا۔ وہ نان اس نے مجھے دیا اور کہا کہ یہ تیرے لیے اور تیرے ساتھ کے درویشوں کے لیے ہے۔ یہ اس زمانے کی خواب ہے جبکہ میں نہ کوئی شہرت اور نہ کوئی دعویٰ رکھتا تھا۔ اور نہ میرے ساتھ درویشوں کی کوئی جماعت تھی مگر اب میرے ساتھ بہت سی وہ جماعت ہے جنہوں نے خود دین کو دنیا پر مقدم رکھ کر اپنے تئیں درویش بنا لیا ہے۔'' (تذکرہ، ص 14)

1879ء میں ایک عظیم الشان دُمدار ستارہ دیکھا گیا تھا جس کا ذکر THE NEW YORK TIMES نے 19/ جولائی 1874ء کے شمارہ میں کیا ہے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک نہایت شاندار کارنامہ براہین احمدیہ کی تصنیف تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب ہر جانب سے اسلام پر حملے ہو رہے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک غیرت مند پہلوان کی طرح میدان میں اترے اور ہر مقابل کو پسپا کیا۔ اور اسلام کا ایسا شاندار دفاع کیا کہ اپنے اور پرائے اس کی داد دیے بغیر نہ رہ سکے۔ بڑے بڑے اخبارات میں اس پر ریویو لکھے گئے اور اس کتاب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گوشہ عدم سے نکال کر اسلام کے محبوں کی آنکھوں کا تارا بنا دیا۔ یہ ایک ایسا عظیم الشان کارنامہ تھا کہ مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے اپنے رسالے ''اشاعۃ السنۃ'' میں چیلنج کیا کہ گزشتہ 13 صدیوں میں کوئی ایسی کتاب تصنیف نہیں ہوئی جس نے اس قدر شاندار دفاعی خدمت سرانجام دی ہو۔

چنانچہ نومبر 1885ء میں ایک اور خارق العادت واقعہ پیش آیا۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:

ان الہامات کے بعد کئی طور کے نشان ظاہر ہونے شروع ہوئے چنانچہ منجملہ ان نشانوں کے ایک یہ کہ 28 نومبر 1885ء کی رات کو یعنی اس رات کو جو 28 نومبر 1885ء کے دن سے پہلے آئی ہے اس قدرت شہب کا تماشا آسمان پر تھا جو میں نے اپنی تمام عمر میں اس کی نظیر کبھی نہیں دیکھی اور آسمان کی فضا میں اس قدر ہزارہا شعلے ہر طرف چل رہے تھے جو اس رنگ کا دنیا میں کوئی بھی نمونہ نہیں تا میں اس کو بیان کرسکوں۔ مجھ کو یاد ہے کہ یہ الہام بکثرت ہوا تھا کہ ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی۔ سو اس رمی کو رمی شہب سے بہت مناسبت تھی۔ یہ شہب ثاقبہ کا تماشا جو 28 نومبر 1885ء کی رات کو ایسا وسیع طور پر ہوا جو یورپ اور امریکہ اور ایشیا کے عام اخباروں میں بڑی حیرت کے ساتھ چھپ گیا لوگ خیال کرتے ہوں گے کہ یہ بے فائدہ تھا۔

لیکن خداوند کریم جانتا ہے کہ کہ سب سے زیادہ غور اس تماشے کے دیکھنے والا اور پھر اس سے حظ اور لذت اٹھانے والا میں ہی تھا۔ میری آنکھیں بہت دیر تک اس تماشا کے دیکھنے کی طرف لگی رہیں اور وہ سلسلہ رمی شہب کا شام سے ہی شروع ہو گیا تھا۔ جس کو میں الہامی بشارتوں کی وجہ سے بڑے سرور کے ساتھ دیکھتا رہا کیونکہ میرے دل میں الہاماً ڈالا گیا تھا کہ یہ تیرے لیے نشان ظاہر ہوا ہے۔

اور پھر اس کے بعد یورپ کے لوگوں کو وہ ستارہ دکھائی دیا جو حضرت مسیح کے ظہور کے وقت میں نکلا تھا میرے دل میں ڈالا گیا تھا کہ یہ ستارہ بھی تیری صداقت کے لیے ایک دوسرا نشان ہے۔

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد نمبر 5 صفحہ نمبر 110-111)

یہ شہب ثاقبہ آگرا ہندوستان میں بھی 27 نومبر 1885ء کو دیکھے گئے چنانچہ ان کی گواہی میجر جی ستراہن جو بیان کرتے ہیں ایک منٹ میں پچاس کے قریب شہب ثاقبہ گر رہے تھے یا شاید اس سے بھی زیادہ۔

G.E.STRAHAN, METEOR SHOWER OF NOV27,1885,MONTHLY NOTICES OF THE ROYAL ASTRONOMICAL SOCIETY.VOL 46ISSUE3,(11JANUARY1886)

اسی طرح ایک اور گواہ میجر اے سی بگ بیان کرتے ہیں کہ کوئٹہ، بلوچستان میں بھی یہ نظارہ دیکھا گیا جہاں چھ سے آٹھ meteor ہر سیکنڈ گر رہے تھے۔ اسی طرح 27 نومبر 1885 کی شب کو W.WICKHAM نے بھی گواہی دی کہ REDCLIFF OBSERVATORY میں ہزاروں شہب ثاقبہ جو نہایت روشن تھے ان کی بوچھاڑ آسمان پر دیکھی گئی۔

A.C.BIGG METEOR SHOWER OF NOV27, 1885.MONTHLY NOTICES OF THE ROYAL ASTRONOMICAL SOCIETY,VOL46

حضرت مولانا محمد احسن امروہی صاحبؓ نے اپنی کتاب ''مِسْکُ العَارِف'' کے صفحہ 18 پر ایک دُمدار ستارے کا تذکرہ کیا ہے جو کہ 1896ء میں طلوع ہوا تھا۔ یاد رہے کہ یہ وہ سال تھا جب حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی دو معرکۃ الآراء کتب ''مسیح ہندوستان میں'' اور ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' تصنیف فرمائیں۔ اور یہ اسلام اور محمد رسول اللہ ﷺ کی اور آپؐ کے غلام صادق کی عظیم الشان فتح کا سال تھا۔ اس سال میں بھی دُمدار ستارے کا طلوع ہونا غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔

یوں تو دُمدار ستاروں نے حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں آسمان کو زینت بخشی ہی تھی۔ لیکن اس کے علاوہ آپؑ کی وفات کے معاً بعد دُمدار ستارے سے ہونے والا معلوم انسانی تاریخ کا سب سے بڑا Impact Event پیش آیا۔ جسے Tunguska Event کے نام سے جانا جاتا ہے۔

اس کی تفصیل اس طرح پر ہے کہ 30 جون 1908ء کو روس میں Podkamennaya Tunguska نامی دریا کے پاس (جسے اب Krasnoyarsk Krai کہا جاتا ہے) صبح سات بج کر چودہ منٹ پر ایک دھماکہ سنا گیا جو کہ ایک دُمدار ستارے کے باقیات کے زمین کے اوپر پھٹنے سے ہوا۔ بہت ساری تحقیقات میں اس دُمدار ستارے کا سائز تقریباً 100 میٹر بیان کیا گیا ہے۔ یہ زمین سے تقریباً 5 سے 10 کلومیٹر کی بلندی پر فضا میں ہی دھماکے سے پھٹ گیا تھا۔ یہ معلوم انسانی تاریخ میں کسی دُمدار ستارے کے ذریعے سے زمین پر ہونے والا سب سے بڑا دھماکہ تھا۔ اور اس کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اس پر تقریباً ایک ہزار کے قریب تحریرات لکھی گئیں جن کے لکھنے والوں میں نامور سائنسدان اور ماہرین فلکیات وارضیات بھی شامل تھے۔

گو کہ یہ دُمدار ستارہ فضا میں کچھ بلندی پر ہی پھٹ گیا تھا لیکن اس کے باوجود اس سے ہونے والے دھماکے کا اثر اس قدر شدید تھا کہ کئی سو کلومیٹر دور تک بھی کھڑکیوں کے شیشے ٹوٹ گئے اور لوگ گر پڑے۔ یہ دھماکہ کس شدید نوعیت کا تھا اس کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جاتا ہے کہ اس کی شدت کا اندازہ ہیروشیما پر گرائے جانے والے ایٹم بم سے تقریباً ایک ہزار گنا زیادہ ہے۔ اس کے گرنے سے تقریباً 2,150 مربع کلومیٹر کے رقبے سے درختوں کا صفایا ہو گیا۔ اور ایک اندازے کے مطابق اس دھماکے سے بعض علاقوں میں 5.0 ریکٹر سکیل شدت کا زلزلہ بھی پیدا ہوا ہوگا۔ یہ حادثہ انسانی آبادی سے دور ایک دریا کے کنارے جنگل میں پیش آیا تھا۔ اگر یہی حادثہ کسی بڑے گنجان آباد شہر میں پیش آتا تو اس شہر کے تباہ کرنے کے لیے کافی ہو

جاتا۔اس حادثے سے قبل گرد و نواح کے مقامی باشندوں نے آسمان پر ایک نہایت روشن چیز دیکھی جو اپنی شدت میں سورج کے برابر روشن تھی۔اور پھر دس منٹ بعد وہ دھماکہ سنائی دیا جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔

اب قابل غور امر یہ ہے کہ کس طرح یہ تمام اہم واقعات اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں اکٹھے فرمائے، گزشتہ ہزار سال میں نظر آنے والا سب سے روشن دُمدار ستارہ اور اسی طرح آپ کی وفات پر انسانی معلوم تاریخ میں دُمدار ستارے سے ہونے والا سب سے بڑا حادثہ۔حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش اور آنحضرت ﷺ کی خلعت نبوت سے سرفرازی کے وقت نکلنے والا دُمدار ستارہ آپ کی پیدائش اور وفات کے بعد نکلنا۔پس یہ اتفاقی امور نہیں بلکہ خدائے حکیم وعلیم کی اعلیٰ ترین حکمت کا مظہر ہیں۔اور اس بات کی دلیل ہیں کہ یہ نشانات اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے مسیحؑ کی صداقت کے لیے ظاہر فرمائے۔اور انہی آسمانی اور زمینی نشانات کا تذکرہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے اپنے منظوم فارسی کلام میں یوں فرمایا کہ

اِسْمَعُوْا صَوْتَ السَّمَاءِ جَاءَ الْمَسِیح جَاءَ الْمَسِیح
نِیز بِشنَو اَزْ زَمِیں آمَدْ اِمَامِ کامگار
آسماں بارَدْ نِشَاں الوقت مِی گُویَد زمیں
اِیں دو شاہِد اَز پئے مَنْ نعرہ زَن چُوں بے قرار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 ،صفحہ 132)

یعنی اے لوگو! آسمان کی آواز سنو کہ ’’مسیح آ گیا مسیح آ گیا!‘‘ نیز زمین سے بھی کامیاب امام کی آمد کا ذکر سنو۔آسمان نشان ’برسا‘ رہا ہے۔اور اس وقت زمین بھی بول رہی ہے۔یہ دونوں میری تائید میں گواہ بنتے ہوئے نعرہ زن ہیں۔

نیز ایک اور مقام پر مخالفین احمدیت کو یوں مخاطب فرمایا کہ:

’’اے نادان کیا تو خدا سے مقابلہ کرے گا۔کیا تیری طاقت میں ہے کہ تو اُس سے لڑائی کر سکے۔اگر یہ کاروبار انسان کا ہوتا تو تیرے مقابلہ کی کیا حاجت تھی اس کے تباہ کرنے کے لیے خدا کافی تھا۔مگر قریباً پچیس 25 برس سے یہ سلسلہ چلا آتا ہے اور ہر روز ترقی پر ہے۔اور خدا نے اپنے پاک وعدوں کے موافق اس کو فوق العادت ترقی دی ہے اور ضرور ہے کہ قبل اس کے جو یہ دنیا ختم ہو جائے خدا کامل درجہ پر اس سلسلہ کو ترقی دے خدا نے میری تصدیق کے لیے ہزارہا نشان دکھائے جن کے لاکھوں انسان گواہ ہیں۔زمین سے بھی نشان ظاہر ہوئے۔اور آسمان سے بھی اور دوستوں میں بھی اور دشمنوں میں بھی اور کوئی مہینہ شاذ و نادر اس سے خالی جاتا ہو گا کہ کوئی نشان ظاہر نہ ہو۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 ،صفحہ 178)

پس انہیں نشانات میں سے ایک نشان ’’دُمدار ستارہ‘‘ بھی تھا۔جسے اللہ تعالیٰ نے پیشگوئیوں کے مطابق اپنے پیارے مسیح کی تائید میں طلوع فرمایا۔وھٰذا ھوالمقصود

NOTES

النحل:13)،(النحل:17)، (الانعام: 98)، (سورۃ الاحزاب :47)،)
قادیان کے آریہ اور ہم۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 449تا456
Publications of Astronomical Society of the Pacific
Spectrum of the Comet Daniel,NASA Astrophysics Data System,by O.C.Wendell
Lisan Ul Arab,Published in Dar us Sadir,Beruit, Lebanon
Bahman Yast,Sacred Books of The East
Comet,by Carl Sagan and Ann Druyan, Ballantime Books,New York
Comet,by Carl Sagan and Ann Druyan, Ballantime Books,New York
Comet,by Carl Sagan and Ann Druyan, Ballantime Books,New York
Musnad Ahmad Bin Hunbal,Published in Dar ul Ahya at Turas al Islami Beirut,Lebanon,Part1, Musnad Abdullah bin Abbas Page360
(De cometis by John Gadbury,London,1665)
Bihar ul Anwar By Hazrat Sheikh Bakir Majlisi Published Published in Dar ul Ahya at Turas al Islami Beirut,Lebanon,Part52page268,Tareekh Al Imam12,Chapter Signs for the Advent of Dajjal
Al Ishaat il Ishrat ul Sa'ah,Published by Dar ul Kutb il Ilmiyyah Beirut Lebanon
Hijaj ul Kiramah by Nawab Siddique Hassan Khan Sahib Page250-255
Iqterab us Saah by Noor ul Hassan Khan Sahib Published at Mufeed e Aaam,Aagrah Page67
Maktoob Imam Rabbani Translated by Muhammad Saeed Ahmad Naqsh bandi Published by Madina Publishing Committee Bund Road Karachi,Volume2,Part2Letter Number68
Tadhkirah,2009edition page Number57,Islam International Publications Ltd,Translated by:Hadrat Chaudhry Muhammad Zafrullah Khanra,Revised by:Munawar Ahmed Saeed
Tadhkirah,2009edition page Number57,Islam International Publications Ltd,Translated by:Hadrat Chaudhry Muhammad Zafrullah Khanra,Revised by:Munawar Ahmed Saeed
Plummer,William Edward(March1889),«The great comet of September1882»,The Observatory
Tebbutt,John(March1904),«The great comet of 1882»,The Observatory
Kreutz,Heinrich(October1883),«Ephemeris of the Great Comet,b1882»,The Observatory
HE BRIGHT-COMET CHRONICLES by John E. Bortle,W.R.Brooks Observatory Copyright1998, John E.Bortle
(چشمہ معرفت، روحانی خزائن، جلد 23، صفحہ 330)، (ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ، جلد اول، صفحہ 31)، (ایّام الصلح، روحانی خزائن جلد 14، صفحہ 281)، (حقیقۃ الوحی ، روحانی خزائن جلد 22، صفحہ 205)، (سیرۃ المہدی حصہ پنجم روایت 1512)، (ملفوظات جلد 2ص 337نیا ایڈیشن)، (ملفوظات جلد 3ص 129)، (ملفوظات جلد 5 ص 213نیا ایڈیشن)، (ایام الصلح صفحہ نمبر 306)، (تحفہ الندوہ صفحہ 100)، (نزول المسیح صفحہ 406)، (خطبہ الہامیہ صفحہ 64)
What Have We Learned About Halley›s Comet?». Astronomical Society of the Pacific(No.6 – Fall 1986). 1986
The Spectre of The Skies,19 JULY 1874 The New York Times
Tadhkirah, 2009 Edition Page No. 23, Islam International Publications Ltd, Translated by: Hadrat Chaudhry Muhammad Zafrullah Khanra,Revised by:Munawar Ahmed Saeed
The Spectre of The Skies,19 JULY 1874 The New York Times
Ishaat us Sunnah by Maulvi Muhammad Hussain Batalvi, Review on Braheene Ahmadiyya by Hazrat Mirza Ghulam Ahmad as.Part6Volume7
مسک العارف از مولانا احسن امروہی
«Perplexities of the Tunguska meteorite». The Observatory.
Whipple,F.J.W.(1934).«On Phenomena related to the great Siberian meteor».Quarterly Journal of the Royal Meteorological Society
(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 ،صفحہ 178)

☆...☆...☆

’’یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا‘‘

(نصیر احمد حبیب۔لندن)

ہر چند کہ فلسفی اور مؤرخ وِل ڈیوراں Will Durant نے یہ وسوسہ ڈالا کہ ایک سہمے ہوئے شخص کے جینیاتی نظام میں ذہانت کے کیا امکانات پوشیدہ ہو سکتے ہیں لیکن دل پندار کا صنم کدہ ویران کیے ہوئے سیرِ کوہِ طور پر آمادہ ہوگیا۔ہم نے اس کاروبارِ شوق میں مکالماتِ فلاطون کو حسبِ توفیق کھنگالا نیز تھوڑی دُور ارسطو کے ساتھ بھی گئے لیکن یہ خبر نہ ہو سکی

’’پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے‘‘

عالم تنزیہ کا عالم تشبیہ سے کیا رشتہ ہے؟ کیا انسان کے وجود میں ان کا ظہور ایک حادثہ ہے؟ کیا ان کی بنیاد حقیقت و مجاز کے تعلق پر استوار ہے؟ روح و مادہ بعد مشرقین ہیں یا ایک ہی سکّہ کے دو رُخ۔دل کے خوش رکھنے کو یہ خیال آرائیاں تو خوب تھیں لیکن زندگی کے غبارِ وحشت میں کب تک کوئی خیالِ طرّہ لیلیٰ کرتا مغربی کلچر کی فاؤسٹین (Faustian) روح نے زندگی کا لحظہ لحظہ دگرگوں کر دیا۔ہم درد و سوز و آرزومندی کی متاع لیے اس کوچے میں جا نکلے لیکن زندگی کے پیچاک کو سلجھانے کی کوشش میں فلسفیوں نے اس کے تارِ وجود میں ایسی گرہوں کا اضافہ کر دیا کہ گرہ کشا ہاتھ بھی عاجز آ گئے۔ہم اس مجلس سے نمناک اُٹھے اور مجذوب فرنگی نٹشے (Nietzsche) کے حضور دو زانو ہو کر بیٹھ گئے جو رزم اور بزم میں فولاد ہی فولاد تھا۔جس نے راہ حیات میں لطفِ خرام کو دائرہ در دائرہ قرار دیا۔لیکن ان دائروں میں سفر کرتے ہوئے دل یہ پوچھے بغیر نہ رہ سکا

’’شکنِ زُلفِ عنبریں کیوں ہے‘‘

اسی اثناء میں سُرخ آندھی چلی اور ہم اس کی زد میں آ گئے۔ہم کوئی خواجہ بلند بام تو نہیں تھے لیکن حساب دیے بغیر نہ بچ سکے۔وہ تو خدا خیر کرے وقت کے ساتھ ساتھ طرّہ پر پیچ وخم کے جب خم نکلے تو قامت کی درازی کا بھرم کھل گیا۔

سچ پوچھئے تو اس موقع پر سارتر (Sartre) کے دام ہمہ رنگ کا اسیر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔بھلا انسان کوئی ایسی شے تو ہے نہیں جسے ڈاکخانہ کی مہریں لگا کر مخصوص خانوں میں رکھا جائے۔اس موقع پر جوہر و عرض کی بحث چلی اور پہلی مرتبہ جُز کو کُل پر برتری ظاہر ہوئی اور ذرّہ ذرّہ اپنی خود نمائی کی شہادت دیتے ہوئے روکشِ خورشید عالم تاب نظر آنے لگا۔اور ہمیں Deter-ministic کی بجائے Accidental حوالہ راز و نیازِ آشنائی کے لیے زیادہ معتبر لگا۔اور ایک مشہور فلسفی کی بات یاد آئی:

Great Tao is like aboat that drifts. It can go this way, it can go that.

لیکن مَیں نامراد دل کی تسلی کا کیا کروں۔حقیقت تو یہ ہے کہ جوہر پر عرض کی فضیلت سے The Man کی بجائے A Man کو مرکزِ نگاہ بنانے سے گلشن کا کاروبار تو چل نکلتا ہے لیکن اس کا کیا کریں کہ زمین اپنی ہزار رنگارنگی کے باوجود سورج کے گرد گھومنے پر مجبور ہے۔اب یہ ہمارا حجاب تھا یا سیماب آسا طبیعت کہ ہمیں کوئی تو پابستہ گیسوئے سنبل نظر آیا اور کوئی سرگشتہ خمارِ رسوم و قیود۔

اب سوچتے ہیں کہ ہوریس (Horace) نے آوڈس (Odes) سنانے سے قبل جو فرومایہ اور کم نظر ہجوم کو اپنے حلقہ سخن سے اٹھا دیا تھا وہ شاید اتنا غلط بھی نہیں تھا۔کیونکہ وہ بھی نٹشے (Nietzsche) کی طرح اپنے سخن کے موتی معذوروں کی نذر نہیں کرنا چاہتا تھا۔لیکن عالم یاس کی اِس نیم شبی میں یہ الفاظ بادِ صبح گاہی کی صورت ایک نیا پیغام دے گئے:

’’اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔مَیں کیا ---------- کروں اور کس طرح اس خوش خبری کو دلوں میں بٹھادوں۔کس دف سے مَیں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے۔‘‘

ہم کشاں کشاں اس جادہ راہِ لقا پر ہو لیے اور دیکھتے ہی دیکھتے اس سرمدی نغمے کی لَے پر سارا مجمع عالم وجد میں آ گیا۔لیکن اس سفر جنوں میں ؎

جنیاں تن میرے تے لگیاں
تینوں اِک لگے تے تُو جانے

☆...☆...☆

بقیہ: ''زار بھی ہوگا تو ہوگا اُس گھڑی باحالِ زار''

ازصفحہ نمبر 32.......................................

دوران 1914ء میں پہلی عالمی جنگ چھڑ گئی۔ روس کو اس جنگ میں داخل ہونے کی ضرورت نہ تھی مگر فرانس اور برطانیہ کے اتحادی ہونے کے باعث جرمنی، ہنگری اور آسٹریا کے خلاف روس نے اپنی فوجوں کو حملے کے لیے تیار کر دیا۔

زار اور اُس کے خاندان کا المناک انجام

30 جولائی 1914ء کو نکولس دوم زارِ روس نے فوجی کمان سنبھال لی اور اپنی فوجوں کو کوچ کا حکم دے دیا۔ فوج اس اچانک حملہ کے لیے تیار نہ تھی اور اُن کے پاس مناسب راشن اور سامانِ جنگ بھی میسر نہ تھا۔ نتیجۃً جرمنی کے خلاف پہلے ہی حملے میں Tannenberg کی لڑائی میں روسی فوج کا مکمل صفایا ہوگیا اور بدقسمتی سے زار روس کے وہ تمام وفادار افسر مارے گئے جو اُس کی بادشاہت کو بچا سکتے تھے۔ اور اُسے مارل سپورٹ فراہم کر سکتے تھے۔ اب اُسے درست مشورے دینے والا کوئی نہ تھا مؤرخین کا خیال ہے کہ زارِ روس کے ایک ناتجربہ کار فوجی جرنیل ہونے کے ناتے اُس کے بہت سے احکامات نہ صرف غلط ثابت ہوئے بلکہ لاکھوں فوجیوں اور عوام کی موت سے خون کی ندیاں بہ گئیں۔ دوسری جانب خوراک کی کمی اور انتہائی سردی کے باعث بے شمار خلقت اور فوجی سسک سسک کر مر گئے۔ روس اور اردگرد کے ممالک میں بہت بڑی تباہی قیامت کا نظارہ پیش کر رہی تھی۔ ''مضمحل ہو جائیں گے اس خوف سے سب جنّ و انس''۔ عوام اور حکومت کے سرکردہ افراد جرمنوں کے خلاف روس کی عبرت ناک شکست کا ذمہ دار زار کو ہی ٹھہراتے تھے اور اس کی مقبولیت میں مزید کمی واقع ہوگئی۔ چنانچہ حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس دوران لینن کی پارٹی Bolsheviks نے زار کو ختم کرنے کا منصوبہ تیار کرلیا۔

ان ایام میں زار روس کی ''حالتِ زار'' کو مختلف کتب میں بیان کیا گیا ہے جو کہ دارالحکومت سے دُور، اپنے خاندان سے جُدا، اپنے عوام سے لاتعلق کسمپرسی کی حالت میں پریشانی میں مبتلا اپنے ملک کی تباہی پر غمگین اور اپنے اقتدار کو رخصت ہوتا دیکھ رہا تھا۔ اُس بے چارے کو خبر نہ تھی کہ اس کے اپنے دارالحکومت میں اس کا اور اُس کے خاندان کا کیا انجام ہوگا۔ اس کو شاید اس بات کا بھی اندازہ نہ تھا کہ اُس کے اور اُس کی بیوی کے خلاف Rasputin کی وجہ سے کون سی آگ لگائی جا رہی ہے۔ یہاں تک کہ ایک دن خبر آئی کہ Rasputin کو شاہی خاندان کے افراد نے ہی موت کے گھاٹ اُتار دیا ہے۔

2 مارچ 1917ء کو نکولس دوم زارِ روس نے فیصلہ کیا کہ وہ تختِ شاہی سے دستبردار ہو جائے گا۔ وہ جانتا تھا کہ Alexei کو بادشاہت کے لیے نامزد نہیں کیا جاسکتا کیونکہ haemophilia کا مریض ہونے کی وجہ سے اُس کی زندگی کا بالکل بھروسہ نہ تھا۔ چنانچہ اُس نے ایک فرمان جاری کیا جس کے مطابق وہ ان حالات میں اپنے آپ کو روس کا نظم و نسق چلانے کے قابل نہیں سمجھتا اور تخت و تاج روس سے دستبردار ہونے کا اعلان کرتا ہے۔ نیز اس نے اپنے چچازاد بھائی ڈیوک مائیکل کو بادشاہ کے طور پر نامزد کیا۔۔۔۔۔۔ مگر افسوس کہ باغیوں نے اس بیان کو منظرعام پر نہ آنے دیا جو پہلے سے ہی اس خاندان کو صفحہ ہستی سے مٹانے کا منصوبہ تیار کرچکے تھے۔ زار کی ڈائری کا وہ صفحہ بھی لندن میوزیم میں رکھا گیا ہے جس میں لکھا ہے:

«All around are treachery,cowardice deceit»

(Diary of Nicholas II on the day of abdiction2March1917)

ترجمہ: ہر طرف غداری، دھوکہ اور بزدلی ہے۔

ان حالات کے پیش نظر زار نے درخواست کی کہ اُسے سیاسی پناہ لینے کے لیے برطانیہ بھیج دیا جائے مگر جنگ کے حالات کے پیش نظر یہ ممکن نہ ہوسکا۔ زار نے اَور ممالک میں سیاسی پناہ

Tsarevich Alexei Nikolaievich

لینا چاہی مگر نہ تو کسی ملک نے اس پر آمادگی ظاہر کی اور نہ ہی روس کی باغی قوتوں نے اس بات کی اجازت دی۔

چند سال قبل دنیا کے سب سے بڑے ملک کی عوام، اس کی سلطنت اور اس کے مذہبی حلقوں کا مطلق العنان سربراہ زار روس کبھی اتنا بے بس اور بے یار و مددگار ہو جائے گا دنیا اس کا تصوّر بھی نہ کرسکتی تھی۔ جنگ کے پیش نظر دنیا روس کے اندرونی حالات اور زار کی ''حالت زار'' سے واقف نہ تھی۔ لیکن عالم الغیب خدا نے اپنے سچے مسیح اور مہدی کو اس وقت سے بہت پہلے نہ صرف اس عظیم جنگ کی تباہ کاریوں اور قیامت خیز حالات کی خبر دے رکھی تھی بلکہ زار کی ''حالتِ زار'' سے بھی مطلع کیا ہوا تھا۔

اکتوبر 1917ء میں اشتراکیت (Bolsheviks) کے آنے سے قبل ہی 22 مارچ 1917ء کو زار روس اور اُس کے بیوی بچوں کو گرفتار کرکے الیگزینڈر محل میں قید کر دیا گیا اور اس کے بعد Tobolk شہر میں منتقل کر دیا گیا جہاں وہ اگست 1917ء سے اپریل 1918ء تک ایک گھر میں محصور رکھے گئے۔ اس بات سے زار اور اُس کے بیوی بچوں کی لاچاری اور بے بسی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس دوران فوجی اُن کو مسلسل ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتے رہے۔ کہا جاتا ہے کہ زار اور اُس کے خاندان کو کم از کم آٹھ جگہوں میں لے جایا گیا جن میں یہ شہر شامل ہیں: Perm,Tiumen-Mosc,Osmk اور Chelyabinsk وغیرہ۔

مئی 1918ء میں نکولس زار، اُس کی بیوی الیگزینڈرا اور بیٹی ماریا کو Yekaterinburg منتقل کر دیا گیا جبکہ Alexei کو شدید بیماری کی وجہ سے اُس کی تین بہنوں کے ساتھ Tobolsk میں ہی رہنے دیا۔ اپنے لاڈلے بیٹے کی بیماری میں اس سے دور رہتے ہوئے زار اور اُس کی بیوی کس اذیت سے گزر رہے ہوں گے اس کا اندازہ لگانا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ زار کو اب Ipatiev House میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ ایک منصوبہ کے تحت مئی میں Alexei اور اُس کی تینوں بہنوں کو بھی یہاں لایا گیا۔ اکتوبر 1917ء کے انقلاب کے بعد Bolsheviks یعنی روس کی اشتراکی سیاسی پارٹی (Marxist Russian Social Democratic Labour Party) نے حکومت پر قبضہ کرلیا اور ان کا اوّلین مقصد لینن کے مطابق رومانو و خاندان (Romanovs) کا فیصلہ کرنا تھا۔ چونکہ لینن مارکس کے نظریہ کا حامی تھا اور مذہب کے خاتمہ کا خواب لے کر اُٹھا تھا اس لیے بادشاہت کا مکمل طور پر خاتمہ ضروری سمجھتا تھا۔

16/ جولائی 1918ء کو زار اور اُس کا خاندان Bolsheviks کے قبضہ میں تھے جو کہ پہلے ہی اس ''گھر'' Ipatiev House کے تہ خانہ میں بند تھے اور کئی مہینوں سے اذیت ناک زندگی گزار رہے تھے۔

25/ جولائی 1918ء کو جب Bolsheviks کی مخالف پارٹی نے شہر پر کنٹرول حاصل کرلیا تو ''گھر'' خالی تھا! زار کے حامی حیران تھے اور پریشان بھی کہ زار اور اُس کا خاندان آخر کدھر گیا؟ اُن کو کہاں لے جایا گیا؟ وہ زندہ بھی ہیں یا مارے گئے۔ کیا سب لوگوں کو قتل کر دیا گیا؟ اگر ایسا ہے تو اُن کے مردہ جسم کہاں دفن کر دیے گئے؟ ان سب سوالوں کے جواب میں ان کے ہاتھ چند مفروضوں اور شکوک و شبہات کے علاوہ اور کچھ نہ آیا۔

Ural صوبہ کی حکومت نے اس معمہ کو حل کرنے کے لیے ایک تحقیقاتی ٹیم کو مقرر کیا۔ ''گھر'' سے شواہد اور ثبوت اکٹھے کیے گئے۔ تصاویر لی گئیں (جن میں سے بہت سی تصاویر لندن میوزیم میں نمائش کے لیے رکھی گئی ہیں)

آخر کار تحقیق کا کام Nikolai Sokolov کے سپرد کیا گیا جس نے اپنی رپورٹ کو مکمل کیا اور فرانس جاکر 1920ء میں اس پر کتاب The Murder of the Tsar Family (زار خاندان کا قتل) لکھی۔ یہ کتاب Sokolov کی وفات کے ایک سال بعد شائع کی گئی۔

روس کی حکومت نے 1926ء میں یہ اعلان تو کر دیا کہ زار اور اُس کے سارے خاندان کو قتل کر دیا گیا تھا لیکن اس بارہ میں کچھ نہ بتایا کہ یہ سب کس نے کیا یا کس کے ایما پر ہوا اور نہ ہی اُن کی قبروں کے بارہ میں کوئی معلومات دی گئیں۔ کسی کو اس بارہ میں سوالات پوچھنے کی بھی جرأت نہ ہوئی۔ چنانچہ ان تفصیلات کے بارہ میں صرف Sokolov کی تحقیقاتی رپورٹ ہی جوابات پیش کرسکتی تھی۔

زار اور اُس کے خاندان کے قتل کی واردات اور تفصیل ہمیشہ کے لیے ماضی کے اندھیروں میں دفن کر دی گئی۔ جب 1991ء میں روس کے ٹکڑے ہو گئے تو برطانوی حکومت کے مطالبے پر پھر سے تحقیقات کا آغاز کیا گیا اور معلوم ہوا کہ زار اور اس کے خاندان کو نہایت بے دردی اور سفّاکی سے 17/ جولائی 1918ء کو Ipatiev House کے تہ خانے میں قتل کر دیا گیا تھا جہاں اُن کو 30/ اپریل سے قید کر کے رکھا گیا تھا۔ اُسی دن زار کے قریبی ساتھیوں بشمول ڈاکٹر Eugene اور شاہی خاندان کے 65/ افراد کو موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ ان کی قیمتی اشیاء چوری کر لی گئیں اور ان کے مردہ جسموں کو ضائع کرنے کے لیے 750 لٹر مٹی کا تیل اور 180 کلوگرام تیزاب استعمال کیا گیا تا کہ ان کا کوئی نشان بھی باقی نہ رہے۔ لندن سائنس میوزیم میں آجکل (مارچ 2019ء میں) بہت سی تصاویر اور تاریخی حقائق و شواہد پر مبنی ایک نمائش لگائی گئی ہے جہاں یہ سب معلومات موجود ہیں۔

بعض لوگوں کے مطابق 1979ء میں اور بعض کے مطابق جولائی 1991ء میں بہت تلاش کے بعد ایک متروکہ کان کے قریب جنگل میں زمین کی کھدائی کے دوران بعض ہڈیاں تلاش کر لی گئیں جن کے سائنسی جائزہ اور DNA identification کے بعد معلوم ہوا کہ یہ ہڈیاں زار، زارینہ اور اس کی تین بیٹیوں کی ہیں جن کو پھر وہاں سے سینٹ پیٹرز برگ شہر کے پیٹر اور پال چرچ کے قریب واقع سینٹ کیتھرین چرچ میں منتقل کر دیا گیا۔ 2007ء میں Alexei اور اُس کی بہن کی ہڈیاں بھی مل گئیں۔

18/ جولائی 1998ء کو صدر بورس ایلسن (Boris Yelsin) نے کہا تھا کہ زار اور اُس کے خاندان کا قتل روس کی تاریخ کا شرمناک ترین واقعہ ہے۔

24/ دسمبر 2015ء کو BBC نے خبر دی کہ روسی عدالت زار اور اُس کے خاندان کے سفاکانہ قتل کے ذمہ دار افراد کے خلاف پھر سے تحقیق کرے گی اور مزید حقائق منظر عام پر لائے جائیں گے۔

یہ حقیقت ہے کہ زار اور اس کے خاندان کا قتل ایک بہت المناک قصہ ہے جس کو تاریخ یاد رکھے گی اور دہراتی رہے گی۔ جو لوگ لندن میوزیم میں اس تاریخ کو پڑھتے ہیں وہ افسوس کرتے ہوئے غمزدہ کیفیت میں باہر آتے ہیں۔

مگر ہم اس کو ایک اَور نقطۂ نظر سے بھی دیکھتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے ذکر گزر چکا ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح و مہدی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے اطلاع پا کر اپنی کتاب براہین احمدیہ حصہ پنجم کے آخر پر منظوم مناجات کی صورت میں دنیا کے آئندہ حالات و واقعات کی بابت پیشگوئیاں کر رکھی تھیں۔ ایسی پیشگوئیوں کا ایک مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ جس خدا نے اپنے پیارے کو مستقبل کی خبریں اس قدر واضح رنگ میں دے دیں، اسی خدا نے اس بندے کو اپنی تائیدات کے ساتھ بھیجا ہے۔ پس دنیا کو چاہیے کہ اس کی باتوں کو توجہ سے سنیں، اس پر ایمان لائیں اور اپنی نجات کے سامان کریں۔ یقیناً جنگِ عظیم کا ہونا اور پھر اس کے بعد زارِ روس کی حالتِ زار بھی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر ایک مہر تصدیق ہے۔

اِک نشاں کافی ہے گر دل میں ہو خوفِ کردگار

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

یک بیک اک زلزلہ سے سخت جنبش کھائیں گے
کیا بشر اور کیا شجر اور کیا حجر اور کیا بحار
اک جھپک میں یہ زمیں ہو جائے گی زیر و زبر
نالیاں خوں کی چلیں گی جیسے آبِ رُود بار
ہوش اڑ جائیں گے انساں کے پرندوں کے حواس
بھولیں گے نغموں کو اپنے سب کبوتر اور ہزار
ہر مسافر پر وہ ساعت سخت ہے اور وہ گھڑی
راہ کو بھولیں گے ہو کر مست و بیخود راہوار
مضمحل ہو جائیں گے اس خوف سے سب جنّ و انس
زار بھی ہوگا تو ہوگا اُس گھڑی باحالِ زار

☆☆☆☆☆

بقیہ: خطاب جلسہ سالانہ یوکے 2018ء

(دوسرا دن بعد دوپہر)..............از صفحہ 64

گاؤں آنے کی دعوت دی۔ بعد میں پروگرام بنا کر وہاں جا کر پیغام حق پہنچایا اور ان تین گاؤں کے تمام افراد بھی جماعت میں شامل ہوئے۔ خدا تعالیٰ نے 27 مئی کے بابرکت دن چار گاؤں حقیقی اسلام کی روشنی سے منور کر دیئے۔

بوسنیا کے مبلغ لکھتے ہیں کہ رافت صاحب کا تعلق سربیا کے شہر نَووی پزار (Novi Pazar) سے ہے۔ موصوف اپنے والد صاحب سے بعض امور میں ناراضگی کی وجہ سے گھر چھوڑ کر جرمنی جانا چاہتے تھے۔ اس خبر کی اطلاع ملنے پر ان کی خالہ جو کہ ایک مخلص احمدی خاتون ہیں انہوں نے مشورہ دیا کہ تم جرمنی جانے کے بعد سرائیوو چلے جاؤ اور وہاں جماعت احمدیہ کے سینٹر میں کچھ عرصہ قیام کرو اور پھر حالات بہتر ہونے پر گھر واپس آجانا۔ رافت صاحب کی خالہ کہتی ہیں کہ اس مشورہ کے پیچھے میرا مقصد یہ تھا کہ اس نوجوان کو جماعت کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا موقع مل جائے گا۔ بہرحال موصوف کچھ عرصہ کے لیے خاکسار کے پاس بوسنیا آئے۔ مربی صاحب کہتے ہیں جہاں ان کے ذاتی مسائل کے ساتھ ساتھ جماعتی امور کے متعلق بھی گفتگو ہوتی رہی۔ بعض اوقات رات بھر مختلف دینی معاملات پر گفتگو ہوتی۔ دوران گفتگو خلفائے احمدیت کی قبولیت دعا کے واقعات بھی انہیں سنائے گئے۔ ان روح پرور واقعات کا ان پر بہت اثر ہوا۔ چنانچہ چند روز قیام کے دوران بیعت کر کے جماعت میں شامل ہو گئے اور اپنے گھر واپس چلے گئے ہیں اور اپنے علاقے میں بڑی دلچسپی سے تبلیغ کا کام کر رہے ہیں اور چندے کے نظام میں بھی شامل ہو گئے ہیں۔ اسی طرح اور بہت ساری جگہوں کے واقعات ہیں۔

مثلاً قزاخستان میں آرمینیا سے تعلق رکھنے والے ایک دوست بدَایان اِڈوَرڈ (Badayan Edward) رشیا میں مقیم ہیں۔ انہوں نے 2008ء میں اسلام قبول کر لیا تھا اور اسلام کے بارے میں کافی مطالعہ بھی کیا۔ نماز روزے کی پابندی بھی کرتے تھے۔ اس وجہ سے مقامی طور پر بعض مشکلات کا بھی شکار رہے۔ کچھ عرصہ قبل پہلی دفعہ لندن آئے۔ نماز کا وقت ہوا تو مسجد کی تلاش کے لیے نکل گئے۔ کہتے ہیں کہ میں تقریباً ایک گھنٹہ سڑکوں پر پیدل چلتا رہا لیکن کوئی مسجد نہیں ملی۔ بالآخر انہیں سبز گنبد نظر آیا اور یہ مسجد فضل تھی۔ سیکیورٹی پر موجود خدام نے ایک رشین احمدی نُورم صاحب کے ساتھ ان کا رابطہ کروایا۔ انہوں نے مسجد فضل میں نماز ادا کی۔ پھر انہیں جماعت کا تعارف کروایا۔ جماعت کے عقائد اور حالات کا علم ہونے کے بعد انہیں یقین ہو گیا کہ لندن میں اس طرح نماز کے لیے اتنی دیر تک گھومتے رہنا اور آخر کار جماعت احمدیہ ہی کی مسجد کا ملنا اور جماعت سے اس طرح تعارف ہونا کوئی اتفاق نہیں بلکہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ اس کے بعد جماعت کے ساتھ رابطہ میں رہے اور چند ماہ کے بعد گزشتہ سال اکتوبر میں بیعت کرنے کی توفیق پائی۔

اس طرح اور بہت سارے واقعات رشیا کے بھی اور دوسری جگہوں کے بھی ہیں۔

کانگو برازاویل کے مبلغ لکھتے ہیں کہ ایک ایف اے کا طالبعلم ہمارے ٹی وی پروگرام باقاعدگی سے دیکھتا تھا۔ اس نے بتایا کہ ایک دن میں اپنے قریبی مسجد کے امام سے ملنے گیا کہ میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔ امام نے مجھے قرآن کریم پڑھانا شروع کر دیا اور دو ماہ کے بعد کہنے لگا کہ تم نئے مسلمان ہوئے ہو جتنا میں نے تمہیں پڑھا دیا ہے اتنا ہی کافی ہے۔ مجھے پڑھنے کا بڑا شوق تھا۔ لیکن امام نے مزید پڑھانے سے انکار کر دیا۔ ایک دن وہ جمعہ کے وقت جماعت احمدیہ کے مشن کے سامنے سے گزر رہا تھا تو اس نے سوچا کہ آج جمعہ یہیں پڑھ لیتا ہوں۔ چنانچہ جمعہ کے بعد اس نے خواہش کا اظہار کیا کہ میں قرآن کریم پڑھنا چاہتا ہوں۔ اس پر اسے قاعدہ یسرنا القرآن پڑھایا گیا اور باقاعدگی کے ساتھ قرآن کریم پڑھ رہا ہے۔ اس پر وہ خوش ہوا اور بیعت کر کے جماعت میں شامل ہو گیا۔

اس طرح کے چھوٹے چھوٹے بہت سارے واقعات ہیں۔

خوابوں کے ذریعہ سے قبول احمدیت

خوابوں کے ذریعہ سے بھی اللہ تعالیٰ رہنمائی کرتا ہے لوگ بیعتیں کر رہے ہیں۔

بینن سے مبلغ سلسلہ لکھتے ہیں کہ کوتونو شہر کے قریبی علاقہ ہوِیدُو پُوسِیجا (Houedo Kpossidja) سے ایک عیسائی دوست جن کا تعلق عیسائیت کے فرقہ سیلیست (Celeste) سے ہے وہ ہماری مسجد میں آئے اور اسلام کے متعلق بعض سوالات کیے۔ انہیں اسلامی تعلیم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کے حوالے سے سمجھایا گیا تو کہنے لگے کہ مَیں جماعت احمدیہ میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔ پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ دراصل اللہ تعالیٰ نے خود میری رہنمائی کی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ چند دن قبل میں نے خواب میں دو بزرگوں کو دیکھا تھا ان میں سے ایک بزرگ نے مجھے اشارہ کر کے کہا کہ جس مذہب پر تم قائم ہو وہ ہدایت کا راستہ نہیں ہے اور دوسرے بزرگ خواب میں مستقل اللہ اکبر اللہ اکبر کا ورد کر رہے تھے۔ اس لیے خواب کے بعد مجھے یہ اشارہ مل گیا کہ اسلام ہی سچا مذہب ہے۔ اس کے بعد انہیں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور میری تصاویر دکھائیں تو بڑی حیرت کے ساتھ کہنے لگے کہ یہی دونوں تھے جنہوں نے خواب میں میری رہنمائی کی تھی۔ چنانچہ یہ اپنے سارے خاندان سمیت عیسائی مذہب چھوڑ کر اسلام میں داخل ہو گئے اور اپنے گھر کے ساتھ تعمیر کردہ چھوٹے سے چرچ کو مسجد میں تبدیل کر دیا جہاں اب باقاعدگی سے نمازیں ادا کی جاتی ہیں۔

انڈیا سے ایک مربی صاحب لکھتے ہیں کہ ایک دوست شیخ محمد جانب صاحب سے جو ہسٹری کے ایم۔اے آنرز ہیں تبلیغی رابطہ ہوا۔ دوران گفتگو ان کی نظر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر پر پڑی تو کہنے لگے یہ کون شخص ہے۔ انہیں بتایا گیا کہ یہی وہ امام مہدی اور مسیح موعود ہیں جن کا یہ اُمّت مسلمہ انتظار کر رہی تھی۔ اس پر کہنے لگے کہ میں نے ان کو خواب میں دیکھا تھا اور خدا تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ اب راہ نجات اسی وجود سے وابستہ ہے۔ چنانچہ اس کے بعد فوراً وہ بیعت کر کے جماعت میں شامل ہو گئے۔

کیرالہ کے سیکرٹری دعوۃ الی اللہ لکھتے ہیں کہ ایک دوست بنشاد صاحب نے جماعت کے متعلق ایک ڈاکومنٹری دیکھی اس کے بعد جمعہ ادا کرنے کے لیے احمدیہ مسجد میں گئے جہاں انہوں نے میرا خطبہ بھی سنا۔ کچھ عرصہ کے بعد انہوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ چند دوستوں کے ساتھ صراط مستقیم کی تلاش میں نکلے ہیں اور ایک جگہ بڑا ہجوم نظر آ رہا ہے۔ دوستوں کو چھوڑ کر ہجوم کی طرف چلے گئے جہاں ایک شخص صفیں درست کر رہا ہے۔ اس کے بعد مجھے دیکھا کہ امامت مَیں نے کروائی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ پھر آپ مجھے آسمان کی طرف لے گئے جس سے مجھے بے انتہا لذت محسوس ہوئی۔ چنانچہ اس خواب کے بعد انہوں نے بیعت کرنے کی سعادت حاصل کر لی۔ اس طرح اور بھی بہت سارے واقعات ہیں مختلف ملکوں کے۔

احمدیوں کا نمونہ دیکھ کر بیعتیں اور غیروں کے رویّہ میں تبدیلی

احمدیوں کا نمونہ دیکھ کر بھی بیعتیں ہوتی ہیں۔ جو خطبوں میں اکثر میں کہا کرتا ہوں کہ اپنے نمونے قائم کریں۔

ہنڈورس کے مبلغ لکھتے ہیں کہ ایک تبلیغی سفر کے دوران ایک دوست میکس (Mr Max) کے ساتھ رابطہ ہوا جو ایک ٹانگ سے معذور تھے۔ انہوں نے سوال پوچھا کہ اگر خدا ایک ہے تو بہت سارے مذہب اور ان میں اختلاف کیوں ہے؟ اس پر جب انہیں جواب دیا گیا تو موصوف رات کو اپنے دوست کو لے کر ہماری رہائشگاہ پر ملنے کے لیے آئے۔ ان کے دوست نے اس ملاقات میں نہایت بدتمیزی کی اور اٹھ کر چلا گیا۔ مگر موصوف خود بیٹھے رہے اور اسلام کے متعلق گفتگو سنتے رہے۔ اگلے دن انہوں نے بیعت کر لی۔ ان سے بیعت کرنے کی وجہ پوچھی تو کہنے لگے کہ جب میرے دوست نے بدتمیزی کی تھی تو آپ لوگوں نے بالکل بھی سخت جواب نہیں دیا تھا اور اس کی بات سنتے رہے۔ میں اس وجہ سے بہت متاثر ہوا ہوں اور دوسرا مجھے مذہب کے آپس میں اختلاف کی وجہ کا اب پتہ چل گیا ہے۔ اس لیے میں نے بیعت کر لی ہے۔

اسی طرح امیر صاحب نائیجیریا لکھتے ہیں کہ جماعت کے ایک ممبر بشیر اکیلاَپا صاحب (Bashir Akilapa) کا بیٹا بیمار تھا اور احمدیہ ہسپتال میں داخل تھا۔ ایک اور مریض سراجو (Suraju) صاحب جو پہلے مسلمان تھے لیکن اب عیسائی ہو چکے ہیں وہ بھی اسی وارڈ میں داخل تھے۔ ان کی دیکھ بھال ان کے ایک غیر احمدی مسلمان دوست حکیم صاحب کر رہے تھے۔ غیر احمدی دوست حکیم صاحب نے دیکھا کہ بشیر اکیلاپا صاحب ہر روز رات کو تین بجے کہیں چلے جاتے ہیں اور پھر صبح چھ بجے آتے ہیں۔ پوچھنے پر بشیر صاحب نے بتایا کہ وہ روزانہ تہجد ادا کرتے ہیں۔ اس پر غیر احمدی دوست بہت متاثر ہوا۔ انہوں نے بھی بشیر صاحب کے ساتھ تہجد ادا کرنی شروع کر دی۔ چند دن بعد ان کا عیسائی دوست ٹھیک ہو گیا۔ اس کے بعد حکیم صاحب اور ان کے عیسائی دوست نے بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں شمولیت اختیار کر لی۔ کہنے لگے کہ ہم احمدیوں کے رویّے سے بہت متاثر ہوئے ہیں۔ یہ حقیقی اسلام پر عمل کرنے والے ہیں۔

کاٹھمنڈو سے تعلق رکھنے والے ایک دوست کو مشن ہاؤس میں مدعو کیا گیا۔ انہیں پہلے اسلام کے بارے میں معلومات بالکل نہیں تھیں۔ ان کو اسلامی اصول کی فلاسفی اور جو میرے مختلف لیکچر ورلڈ کرائسس (World Crisis) پہ ہیں وہ دیئے۔ انہوں نے بتایا کہ میں ایک مرتبہ اسلام کے بارے میں جاننے کے لیے چند غیر احمدی مسلمانوں کے پاس گیا تھا مگر ان کے کردار کی وجہ سے میرے دل میں مسلمانوں کے خلاف شدید نفرت پیدا ہو گئی تھی۔ لیکن آج احمدیوں سے ملاقات اور گفتگو کے بعد مجھے جتنی زیادہ نفرت تھی اس سے کئی گنا زیادہ اسلام سے محبت ہو گئی ہے۔ جماعت احمدیہ حقیقی اسلام کا چہرہ پیش کر رہی ہے۔ اس کے بعد یہ مسلسل جماعت سے رابطہ میں ہیں اور اسلام اور احمدیت کے متعلق بہت زیادہ دلچسپی لے رہے ہیں اور کئی کتب کا مطالعہ بھی کر چکے ہیں۔

مخالفین کے پراپیگنڈہ کے نتیجہ میں بیعتیں

مخالفین کے پراپیگنڈہ کے نتیجہ میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے بیعتیں ہوتی ہیں۔ خود ہماری تبلیغ کا کردار ادا کر رہے ہیں، مددگار بن رہے ہیں۔

یبنن میں 'لوکوسا' ریجن کے معلم لکھتے ہیں کہ خاکسار کے زیر تبلیغ ایک گاؤں تھا۔ انہیں تبلیغ کر رہے تھے لیکن وہاں سے کوئی پھل نہیں مل رہا تھا۔ چنانچہ کچھ عرصہ قبل جب میں اس گاؤں میں گیا تو گاؤں کا چیف کہنے لگا کہ میں اور میرے کچھ ساتھی جماعت احمدیہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔ پوچھنے پر گاؤں کے چیف نے بتایا کہ آج غیر احمدی مسجد کا امام یہاں آیا تھا اور اس نے ہم سے کہا تھا کہ ہم احمدیوں کی بات نہ سنیں کیونکہ احمدی لوگوں کو بیوقوف بناتے ہیں اور ان پر جادو کر دیتے ہیں۔ اس پر میں نے مولوی صاحب کو یہ جواب دیا کہ جماعت احمدیہ کا معلم ہمارے پاس دو ماہ سے آ رہا ہے اور آج تک اس نے کسی مذہب یا کسی مسلمان فرقے کے متعلق کوئی نفرت والی بات نہیں کی اور نہ ہی ہمیں کبھی یہ کہا ہے کہ فلاں کی بات نہ سننا یا فلاں کافر ہے بلکہ وہ ہمیشہ امن کی تعلیم دیتا ہے۔ تمہاری باتوں سے ہمیں پتہ چل گیا ہے کہ جو سچا ہوتا ہے اس کو کسی کا خوف نہیں ہوتا اس لیے وہ کسی کے بارے میں جھوٹی باتیں نہیں کرتا۔ چنانچہ چیف نے اور اس کے ساتھ گاؤں کے دیگر 35 افراد نے بیعت کر کے جماعت میں شمولیت اختیار کر لی۔

امیر صاحب گھانا لکھتے ہیں کہ ٹیما (Tema) کے علاقے میں ایک غیر احمدی سُنّی امام احمدیت کی بہت مخالفت کرتے ہیں اور ان کا سارے علاقہ میں اثر و رسوخ ہے۔ گاؤں گاؤں جا کر لوگوں کو احمدیت میں شامل ہونے سے روکتے ہیں۔ انہوں نے اعلان کر رکھا ہے کہ میرے مرنے کے بعد ہی احمدیت میرے علاقے میں آسکے گی۔ جب تک میں زندہ ہوں یہ ممکن نہیں ہونے دوں گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا کرنا ہوا کہ ان کا اپنا بیٹا جس نے سینئر ہائی سکول کی تعلیم مکمل کر لی ہے اس نے احمدیت قبول کر لی ہے۔ جو کہتا تھا کہ میری زندگی میں یہاں احمدیت نہیں آئے گی اللہ تعالیٰ نے اس کی زندگی میں اس کے گھر میں احمدیت کا پودا لگا لیا۔

نشان دیکھ کر بیعتیں

بعض بیعتیں نشان دیکھ کر بھی ہوئیں۔

ویسٹ بنک فلسطین کے عبد القادر صاحب کہتے ہیں کہ زیر تبلیغ دوست کے گھر میں بعض ایسے تکلیف دہ مسائل تھے جن کا حل ناممکنات میں سے تھا۔ انہوں نے دعا کے لیے خط بھی مجھے لکھے اور تفصیل کے ساتھ لکھا اور مسائل بیان کیے۔ کچھ عرصہ کے بعد انہوں نے بڑے جذباتی انداز میں کہا کہ یہ دعا کی برکت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حیران کن طور پر میرے تمام مسائل حل فرما دیئے ہیں اور مجھے ایسا شرح صدر اور اطمینان قلب عطا فرمایا ہے کہ اب میں بڑے شوق اور دلچسپی کے ساتھ احمدیت کا مطالعہ کرتا ہوں اور باقاعدگی سے ایم ٹی اے دیکھتا ہوں۔ چنانچہ اس کے بعد جماعت میں شامل ہو گئے اور بیعت کرنے کے بعد کہنے لگے کہ میری عمر اس وقت چھیاسٹھ سال ہے اور اس عمر میں عقیدہ تبدیل کرنا اتنا آسان نہیں ہے مگر احمدیت نے مجھے مجبور کر دیا ہے کہ

میں اپنے سابقہ عقائد کلیۃً ترک کر دوں۔

قبولِ احمدیت کے بعد نومبائعین میں غیر معمولی تبدیلی

احمدیت قبول کرنے کے بعد نومبائعین میں غیر معمولی تبدیلی بھی پیدا ہوتی ہے۔ بینن کے ایک نومبائع عتیق احمد صاحب بتاتے ہیں کہ جماعت احمدیہ میں شامل ہونے کے بعد وہ اپنے اندر بہت زیادہ تبدیلی محسوس کرتے ہیں۔ پہلے تو وہ صرف نام کے مسلمان تھے۔ شراب پیتے تھے۔ نمازیں ادا نہیں کرتے تھے۔ اور بھی کئی برائیاں ان میں موجود تھیں۔ لیکن جب سے وہ اسلام احمدیت میں شامل ہوئے ہیں خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے تمام فضولیات اُن سے دور کر دی ہیں اور اب وہ باقاعدہ نمازی بن گئے ہیں۔

برکینا فاسو کے ایک معلم لکھتے ہیں کہ ایک گاؤں یاڈے (Yade) کی جماعت کے نومبائع ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں ساٹھ سال کا ہوں آپ لوگوں سے قرآن کریم سیکھ رہا ہوں۔ مُلّاں ہمارے گاؤں میں آتے ہیں تبلیغ کرتے ہیں اور زکوۃ اور چندہ وغیرہ لے کر چلے جاتے تھے پھر پورا سال ان کا منہ نہیں دیکھتے تھے۔ مولویوں کی یہ حالت دیکھ کر میں ایک دن اپنے باپ کی قبر پر جا کر بہت رویا اور اپنے باپ سے کہا کہ آپ مسلمان تھے لیکن حقیقی اسلام سے محروم رہے اور ہمیں بھی محروم رکھا۔ آج آپ کے بچے حقیقی مسلمان ہیں۔ میں ساٹھ سال کی عمر میں قرآن سیکھ رہا ہوں۔ میں نے نماز سیکھ لی ہے۔ وضو کا طریقہ بھی آتا ہے۔ اللہ مجھے اور میری اولاد کو احمدی ہونے کی حالت میں ہی موت دے۔

بوسنیا سے مبلغ صاحب لکھتے ہیں کہ ایک دوست فرید صاحب کمیونزم سے بہت متاثر تھے۔ طرح طرح کی معاشرتی برائیاں ان میں سرایت کر گئی تھیں۔ ان میں ایک برائی شراب نوشی کی بھی تھی۔ ان کا جماعت کے ساتھ رابطہ ایک مقامی احمدی نوجوان ایلویڈین (Elvedin) صاحب کے ذریعہ سے ہوا۔ موصوف کا جماعت کے ساتھ رابطہ تو مستقل رہا لیکن جماعت کی تعلیم کے بارے میں یا عقائد کے بارے میں کسی قسم کی گفتگو کرنے سے اعراض کرتے تھے اور کئی سالوں تک اسی طرح رابطے میں رہے۔ دوران سال ایک دن مشن ہاؤس آئے اور کہنے لگے کہ میں بیعت کر کے جماعت میں شامل ہونا چاہتا ہوں اور ساتھ ہی چندہ کے نظام میں بھی شامل ہو گئے۔ فرید صاحب بیعت کرنے کے بعد نہ صرف جماعتی پروگراموں میں باقاعدگی کے ساتھ شامل ہوتے ہیں بلکہ تبلیغ کے میدان میں بھی بہت محنت سے کام کر رہے ہیں۔ بیعت کرنے کے بعد موصوف کے اندر بہت بڑی تبدیلی آئی ہے۔ شراب نوشی جیسی عادت جس میں لمبے عرصہ سے مبتلا تھے وہ بھی ترک کر دی۔

نومبائعین کو احمدیت چھوڑنے کی دھمکیاں اور نومبائعین کی ثابت قدمی

مخالفین احمدیت کی طرف سے جماعت چھوڑنے کی دھمکیاں بھی ملتی ہیں۔ بنگلہ دیش سے ایک صاحب لکھتے ہیں کہ یہاں مخالفین چار احمدیوں کو پکڑ کر لے گئے۔ ایک احمدی دوست کے گھر ان کو پکڑنے گئے تو اس گھر میں ان کی والدہ اور بہنیں تھیں۔ والدہ نے کہا کہ میرا بیٹا کس جماعت میں جاتا ہے اس کا فیصلہ کرنے والے تم لوگ کون ہو؟ ہم احمدیت نہیں چھوڑیں گے۔ تم لوگ یہاں سے چلے جاؤ۔ جاتے وقت مولوی نے کہا کہ ہم دیکھ لیں گے کہ تم اپنی بیٹیوں کو کہاں بیاہتی ہو۔ اس پر بیٹیوں نے اندر سے جواب دیا کہ ہماری شادیاں نہ ہوئیں تو ہم ساری زندگی ایسے ہی گزار دیں گی لیکن احمدیت نہیں چھوڑیں گی۔ مضبوطی ایمان کے واقعات ہیں۔ اسی طرح کے بہت سارے واقعات ہیں جو انشاء اللہ آئندہ کسی وقت بیان کرتا رہوں گا۔

نشان دیکھ کر نومبائعین کے ایمان میں مضبوطی

نشان دیکھ کر نومبائعین کے ایمان میں مضبوطی بھی پیدا ہوتی ہے۔ آئیوری کوسٹ سے تعلق رکھنے والے ایک دوست کارا موگو (Karamogo) صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے اسی سال اپریل 2018ء میں احمدیت قبول کی۔ احمدیت قبول کرنے کے باوجود مخالفین کی باتوں کا کچھ اثر تھا اور دل میں شکوک وشبہات پیدا ہوتے تھے۔ چنانچہ میں نے دعا کی تو خواب میں آسمان پر بہت سارے ستاروں کو چمکتے ہوئے دیکھا اور ان ستاروں نے عربی حروف 'ع ش ش' کی شکل اختیار کر لی۔ یہ منظر دیکھ کر خواب میں ہی میں نے اللہ اکبر کہا۔ مجھے ان عربی حروف کی سمجھ تو نہیں آئی لیکن جب آنکھ کھلی تو میرا دل مطمئن تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے احمدیت کی سچائی کا ایک نشان ہے۔

کانگو سے صوبہ باندوندو کی جماعت کے ایک نوجوان ہیں ان کو احمدیت میں شامل ہونے کی توفیق ملی۔ کہتے ہیں میں پہلے عیسائی تھا اور کئی مرتبہ بورڈ کے امتحان میں فیل ہو چکا تھا۔ جب میں جماعت میں داخل ہوا تو بار بار دعا کرنے کی تلقین سنی۔ اس پر میں نے دعا کی کہ اے اللہ اگر یہ جماعت سچی ہے تو اس دفعہ مجھے امتحان میں کامیابی مل جائے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ اس علاقے سے اس مرتبہ 55 طلباء نے بورڈ کا امتحان دیا جن میں سے 54 فیل ہو گئے اور صرف میں واحد تھا جو پاس ہوا اور احمدی تو پہلے ہی تھا لیکن اس کے بعد میرا ایمان اور مضبوط ہو گیا۔

مخالفین کا بد انجام

مخالفین کا بد انجام۔ اس کے بھی نظارے ہم دیکھتے ہیں۔ دیناج پور بنگال سے مبلغ انچارج کہتے ہیں کہ جماعت احمدیہ 'بانی ہری' میں عبدالرحیم نامی ایک شخص نے جس نے عارضی معلم کے طور پر بھی کام کیا تھا جماعت سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اس سے ملاقات ہوئی تو اسے مشن ہاؤس میں آنے کی دعوت دی۔ اس پر وہ جماعت کے خلاف نہایت غلیظ زبان استعمال کرتے ہوئے گندی گالیاں دینے لگ گیا اور کہنے لگا کہ یہاں سے چلے جاؤ ورنہ جان سے مار دے گا۔ کچھ ہی عرصہ بعد پتہ چلا کہ اس کو فالج کا حملہ ہوا ہے اور بول بھی نہیں سکتا اور اپاہج بن کر بستر پر پڑا ہوا ہے۔

اس طرح کے بہت سارے لوگوں کے واقعات ہیں جنہوں نے مخالفت کی، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گالیاں دیں اور اس دریدہ دہنی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی پکڑ بھی کی۔ اور ضروری نہیں کہ ہر ایک پکڑا جائے۔ بعضوں کو چھوٹ بھی ملتی ہے اور اس لیے تاکہ وہ جو جماعت کی ترقی ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان کی بلندی ہے اس کے نظارے بھی کرتے رہیں۔

قبولیت دعا۔ نصرت الٰہی۔ حفاظت الٰہی کے واقعات

نصرت الٰہی، حفاظت الٰہی کے واقعات۔ بینن سے معلم صاحب لکھتے ہیں کہ ہم ایک گاؤں میں تبلیغ کے لیے گئے۔ یہ مقامی مبلغ ہیں۔ جب تبلیغ شروع کی تو اچانک تیز موسلادھار بارش شروع ہو گئی۔ اس پر لوگ اٹھ کر جانے لگے تو ہم نے کہا کہ آپ لوگ بیٹھ جائیں ہم مسیح محمدی کا پیغام لے کر آئے ہیں اس لیے بارش ہمارے پیغام کے درمیان روک نہیں بن سکتی۔ اس پر لوگ بیٹھ گئے اور ہم نے دعا کی۔ دعا کے تقریباً دو منٹ بعد ہی بارش رک گئی اور قریباً دو گھنٹے تک تبلیغ اور سوال و جواب کا سلسلہ جاری رہا۔ چنانچہ اس دن بہتّر افراد نے احمدیت قبول کی۔ اس کے بعد جب ہم واپسی کے لیے روانہ ہوئے تو تیز موسلادھار بارش شروع ہو گئی جو تقریباً تین گھنٹے تک مسلسل ہوتی رہی۔

اسی طرح انڈیا سے اور جگہوں سے بہت سارے واقعات ہیں۔

ہونڈورَس کے مبلغ لکھتے ہیں کہ ہونڈورَس میں رہنے والے ایک مقامی احمدی 'پرسی موریو' مختلف مسائل کا شکار تھے۔ ان کے حالات کو دیکھتے ہوئے انہیں کہا کہ اپنی پریشانی کے حوالے سے مجھے بھی دعا کے لیے لکھیں۔ چنانچہ انہوں نے مجھے دعا کے لیے لکھا۔ اور اپنے مسائل کا ذکر کیا اور اس کے بعد کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کے مسائل خود بخود حل ہونا شروع ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ پہلے مجھے ایسے لگتا تھا کہ مجھ میں کچھ کرنے کی اور آگے چلنے کی ہمت ہی نہیں رہی۔ کہتے ہیں لیکن خط لکھنے کے بعد اور دعا کے بعد ایک غیبی طریق سے کہتے ہیں آگے چلنے کی ہمت مجھے ملی اور دل کو اطمینان ہوا اور ایک نیا سہارا ملا۔

اسی طرح اور بہت سارے واقعات ہیں۔

جلسہ سالانہ کی برکات

جلسہ سالانہ کی برکات بھی کیا ہوتی ہیں۔ زکریا صاحب لائبیریا سے لکھتے ہیں کہ لائبیریا میں ایک لمبا عرصہ خانہ جنگی کی وجہ سے بہت سارے خاندان ایک دوسرے سے بچھڑ گئے تھے اور کئی سال گزرنے کے باوجود ابھی تک ایسے خاندان ہیں جن کا آپس میں رابطہ نہیں ہو سکا۔ عثمان شریف صاحب نے 2016ء میں احمدیت قبول کی۔ ان کا آبائی گاؤں سیرالیون کے بارڈر پر واقع کیپ ماؤنٹ کاؤنٹی میں ہے لیکن جنگ میں نقل مکانی کی وجہ سے یہ چھ سو کلومیٹر دور نِمبا کاؤنٹی میں سیٹل (Settle) ہو گئے۔ وہاں رہنے لگ گئے۔ خانہ جنگی کے دوران وہ اپنی والدہ بیوی اور چار بچوں سے بچھڑ گئے۔ اس عرصہ کے دوران ان کے بیوی بچوں کو اطلاع ملی کہ عثمان شریف صاحب فوت ہو چکے ہیں جس پر انہوں نے رو دھو کر صبر کر لیا۔ اس سال عثمان صاحب کو جلسہ سالانہ لائبیریا میں شامل ہونے کی توفیق ملی۔ جلسہ میں ان کی بیوی بھی شامل تھیں۔ چنانچہ جلسہ کے موقع پر عثمان صاحب کی بیوی کی نظر اچانک عثمان صاحب پر پڑی۔ ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی گویا ایک مردہ انسان اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہی ہیں۔ پہلے تو ان کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ عثمان شریف ہیں۔ بہرحال جب انہیں یقین ہوا کہ وہ واقعی عثمان صاحب ہیں تو وہاں جذباتی منظر تھا۔ سب خدا کی حمد و شکر کر رہے تھے کہ احمدیت نے ان کو دوبارہ ملا دیا۔ عثمان صاحب کو بتایا گیا کہ آپ کی جدائی کا آپ کی والدہ کو بہت صدمہ تھا اور وہ اس وقت بیمار ہیں۔ چنانچہ جلسہ کے بعد عثمان صاحب نے اپنی والدہ سے فون پر بات کی تو والدہ نے پہلی بات یہی پوچھی کہ کیا تم نے احمدیت قبول کر لی۔ جب انہوں نے بتایا کہ الحمدللہ میں احمدی ہوں تو بڑی خوشی کا اظہار کیا اور کہنے لگیں کہ اب میں الحمدللہ ٹھیک ہوں اور مجھے کوئی بیماری نہیں ہے۔

اسی طرح کے اور کافی واقعات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کا قدم آگے ہی آگے بڑھ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نشانات پہ نشانات دکھا رہا ہے اور جو عقل کے اندھے ہیں ان کو یہ نشانات نظر نہیں آ رہے اور نہ جماعت کی ترقی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی صحیح معنوں میں اپنے ایمان میں بڑھنے کی توفیق عطا فرمائے یقین پیدا کرے اور اپنا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہم زیادہ سے زیادہ مضبوط کرنے والے ہوں۔ آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

☆...☆...☆

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ: محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم و دلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کیے جاتے ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کی خدام سے شفقت

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 28 ستمبر 2012ء میں مکرم فخرالحق شمس صاحب کا ایک مضمون شامل اشاعت ہے جس میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپنے خدام سے غیرمعمولی محبت و شفقت کی تصویرکشی کی گئی ہے۔

☆ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کو اپنے مرید بہت پیارے تھے۔ 1905ء میں حضرت مسیح موعودؑ کی زلزلہ کی پیشگوئیوں کی بنا پر اور آپؑ ہی کے منشاء اور ایماء سے ہم سب لوگ باغ میں چلے گئے۔ باغ کا انتظام حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ کے ہاتھ میں تھا۔ میر صاحب نے چند چھوٹے چھوٹے پودے لگوائے تھے جنہیں لوگوں کے اِدھر اُدھر پھرنے سے کسی قدر نقصان پہنچنے کا احتمال تھا اور میر صاحب اس سے خفا ہوتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ اور مولوی عبدالکریم صاحبؓ چند دیگر دوستوں کے ہمراہ بیٹھے ہوئے تھے کہ میر صاحب آگئے اور فرمانے لگے ہم نے بڑی مشکل اور بڑی احتیاط کے ساتھ یہ پودے لگائے تھے جو لوگوں کی بے احتیاطی سے خراب ہوجائیں گے۔ مولوی نورالدین صاحبؓ نے فرمایا: آپ کو اپنے درخت پیارے ہیں اور مرزا کو اپنے مرید پیارے ہیں۔

☆ حضرت شیخ تیمور صاحبؓ بیان کرتے ہیں: اپنی اولاد کے ساتھ حضورؑ نے وہ سلوک کیا جو کسی کو ہم نے کرتے نہیں دیکھا۔ آپؑ کبھی کسی خوشی پر جھڑکتے نہیں تھے اور کس قدر ضروری دماغی کام میں مصروف ہوں تب بھی بچوں کی حاجتوں کو پورا کر دیتے تھے۔ آپ چھوٹے بچوں کو مارنا بالکل پسند نہیں کرتے تھے اور بعض دفعہ وہ آپ کی دماغی عرق ریزی کے نتائج کو تلف بھی کر دیتے تھے مگر آپ کے ماتھے پر بل بھی نہیں آتا تھا۔ دروازہ بند کر کے اندر لکھ رہے ہوں تو جتنی بار بچہ دروازہ کھٹکھٹائے اتنی بار کھولتے اور پھر جب وہ رخصت ہوجاتا تو بند کر لیتے اور پھر آتا تو پھر کھول دیتے اور ایک دفعہ بھی اس کو نہ کہتے کہ تُو بار بار کیوں تکلیف دیتا ہے۔

☆ حضرت شیخ صاحبؓ مزید بیان فرماتے ہیں: دوستوں کے ساتھ آپؑ کا تعلق بہت ہمدردانہ تھا۔ مولوی عبدالکریم صاحب کی بیماری میں ہم نے دیکھا ہے کہ آپ نے جان مال وقت کسی چیز کی پرواہ نہیں کی اور اس قدر اضطراب سے دعائیں مانگیں کہ شاید کسی نے کم مانگی ہوں گی۔ آپؑ فرمایا کرتے تھے کہ اگر ہمارا دوست شراب پی کر کہیں نالی میں گرا ہوا بھی مل جائے تو ہم اس کو اٹھالیں اور گھر لاکر اس کو رکھیں۔

☆ حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؓ سیالکوٹی فرماتے ہیں: آپؑ کے مزاج میں وہ تواضع اور انکسار اور ہضم نفس ہے کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں۔ زمین پر آپؑ بیٹھے ہوں اور لوگ فرش پر یا نیچے بیٹھے ہوں، آپؑ کا قلب مبارک ان باتوں کو محسوس بھی نہیں کرتا۔ چار برس کا عرصہ گزرتا ہے کہ آپؑ کے گھر کے لوگ لدھیانہ گئے ہوئے تھے، جون کا مہینہ تھا اور اندر مکان نیا نیا بنا تھا۔ وہاں چارپائی بچھی ہوئی تھی، مَیں دوپہر کے وقت اُس پر لیٹ گیا۔ حضرت ٹہل رہے تھے۔ مَیں ایک دفعہ جاگا تو آپؑ فرش پر میری چارپائی کے نیچے لیٹے ہوئے تھے۔ مَیں ادب سے گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔ آپؑ نے بڑی محبت سے پوچھا: آپ کیوں اٹھے ہیں؟ مَیں نے عرض کیا: آپ نیچے لیٹے ہوئے ہیں، مَیں اوپر کیسے سو یا رہوں!۔ مسکرا کر فرمایا: مَیں تو آپ کا پہرہ دے رہا تھا، لڑکے شور کرتے تھے انہیں روکتا تھا کہ آپ کی نیند میں خلل نہ آوے۔

☆ برصغیر کے نامور ادیب جناب شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی کا بیان ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی اپنے خادموں پر جو بے انتہا شفقت تھی اس سلسلہ میں ایک دفعہ ایک بڑا پُرلطف لطیفہ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کے ساتھ پیش آیا۔ مفتی صاحبؓ ابتداء میں لاہور میں ملازم تھے اور ہر اتوار کو یا ہر چھٹی کے موقع پر عموماً قادیان بھاگے آیا کرتے تھے۔ ایک روز اسی طرح کوئی دن کے ایک بجے مفتی صاحب قادیان پہنچے۔ حضرت صاحب کو خبر ہوئی تو فوراً باہر تشریف لے آئے۔ بڑی محبت سے ملے اور مفتی صاحب کو اندر گھر میں لے گئے اور کھانا لاکر مفتی صاحب کے آگے رکھ دیا۔ خود پاس بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ مفتی صاحب نے کھانا شروع ہی کیا تھا کہ ظہر کی اذان کی آواز آئی جسے سُن کر مفتی صاحب نے جلدی جلدی کھانا شروع کیا تا کہ جماعت میں شامل ہوسکیں۔ حضرت اقدس یہ دیکھ کر مسکرانے لگے اور ہنستے ہوئے فرمایا: مفتی صاحب! جلدی جلدی کھانے کی ضرورت نہیں، نہایت اطمینان سے کھائیے، جب تک میں نہیں جاتا نماز نہیں ہوگی اور جب تک آپ کھانا نہیں کھالیتے میں باہر نہیں جاؤں گا۔

☆ حضرت منشی اروڑے خان صاحبؓ کپورتھلوی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت صاحبؑ نے گورداسپور جانا تھا۔ جب مڑھی کے پاس پہنچے تو آپ نے ساتھ چلنے والوں سے مصافحہ فرما کر اُنہیں واپس کر دیا۔ صرف مَیں اور یکّہ والے ساتھ رہے۔ فرمایا: اب یکہ میں سوار ہو جاؤ۔ مَیں نے عرض کی: مجھے اپنی لڑکی کو ملنے جانا تھا یہاں تو دیر ہوگئی اب وہاں جانا واپس آنا پھر آپ کے ساتھ شامل ہونا مشکل ہے۔ آپؑ نے فرمایا: تم یکّہ میں سوار ہو کر چلو اور فارغ ہو کر بٹالہ پہنچو مَیں پیدل آتا ہوں۔ مَیں نے اصرار کیا۔ بڑا اصرار کیا۔ آپؑ نے فرمایا: اَلْاَمْرُ فَوْقَ الْاَدَب۔ چنانچہ مَیں یکّہ پر سوار ہو کر چلا گیا۔ اور لڑکی کو بٹالہ میں مل کر مَیں راستہ پر آیا تو سینکڑوں آدمی منتظر کھڑے تھے۔ کیا دیکھتا ہوں کہ خدا کے محبوب ہاتھ میں چھڑی لے کر تن تنہا پیدل چلے آرہے ہیں۔

☆ حضرت حافظ محمد ابراہیم صاحبؓ روایت کرتے ہیں: میں آنکھوں سے معذور تھا۔ ظاہری وجاہت نہ تھی۔ مگر حضور کی محبت اور اخلاق کے قربان جاؤں۔ مَیں نے آپ کے اخلاق کا جو مقام دیکھا وہ پھر کسی انسان کا نہ دیکھا۔ ایک دفعہ مَیں حضور کی زیارت کے لیے حاضر ہوا۔ کمرہ چھوٹا تھا اور احباب بھرے ہوئے تھے۔ جگہ تنگ تھی اس لیے میں جوتیوں ہی میں بیٹھ جانے لگا۔ حضور نے مجھے دیکھ کر آگے بلوالیا اور اس سے بڑھ کر یہ شفقت کی کہ اپنے پاس بٹھالیا اور فرمایا کہ یہاں جگہ ہے۔ اسی طرح ایک اَور واقعہ ہوا۔ مسجد مبارک تنگ تھی، چھ آدمی کھڑے ہوتے تھے۔ عشاء کی نماز کا وقت تھا۔ جب جماعت کھڑی ہونے لگی تو مَیں تنگی کے خیال سے پیچھے ہٹنے لگا۔ مگر آپؑ نے میرا بازو پکڑ کر پاس کھڑا کرلیا۔ آپ یہ خیال نہ کریں کہ حضورؑ کی شفقت کے یہی ایک دو واقعات ہیں۔ ہر شخص کی ذات کے ساتھ حضور کے وہ احسانات بیکراں ہیں جن کا شمار بھی نہیں کیا جاسکتا۔

مَیں ایک دفعہ عیدالفطر کے موقعہ پر قادیان آیا۔ مَیں ابھی مسجد کے باہر ہی تھا اور حضور مسجد کے اندر تھے۔ مَیں نے اندر جانے کی کوشش کی۔ حضورؑ نے دیکھ کر فرمایا: حافظ صاحب! آپ وہیں ٹھہریں مَیں آتا ہوں۔

☆ حضرت حافظ محمد ابراہیم صاحبؓ روایت کرتے ہیں: گورداسپور کے قیام کے ایام میں ایک روز مہمان زیادہ آگئے، کھانا ختم ہوگیا۔ حافظ حامد علی صاحبؓ نے عرض کی کہ حضور کھانا ختم ہوگیا، اگر ارشاد ہو تو اور تیار کروالیں۔ فرمایا: نہیں اَور پکانے کی ضرورت نہیں دودھ ڈبل روٹی لے آؤ۔ ڈبل روٹی تو مل گئی مگر دودھ نہ ملا۔ جب عرض کی گئی کہ حضور دودھ بھی نہیں ملا تو فرمایا پانی میں بھگو کر کھالیں گے۔ اور ایسا ہی کیا۔

☆ حضرت حافظ حامد علی صاحبؓ حضرت کے پرانے خدام میں سے تھے اور باوجود ایک خادم ہونے کے حضرت صاحب ان سے اس قسم کا برتاؤ کرتے تھے جیسا کسی عزیز سے کیا جاتا ہے اور یہ بات حافظ صاحب ہی پر موقوف نہ تھی حضرت کا ہر ایک خادم اپنی نسبت یہی سمجھتا تھا کہ مجھ سے زیادہ اَور کوئی آپؑ کو عزیز نہیں۔ بہرحال حافظ صاحب کو ایک دفعہ کچھ لفافے اور کارڈ آپؑ نے دیے کہ ڈاک خانہ میں ڈال آؤ۔ حافظ حامد علی صاحب کا حافظہ کچھ ایسا ہی تھا۔ وہ کسی اور کام میں مصروف ہوگئے اور اپنے مفوض کو بھول گئے۔ ایک ہفتہ کے بعد حضرت مرزا محمود احمد صاحب (جو اُن ایام میں ہنوز بچہ ہی تھے) کچھ لفافے اور کارڈ لیے دوڑتے ہوئے آئے کہ ابّا! ہم نے کوڑے کے ڈھیر سے خط نکالے ہیں۔ آپؑ نے دیکھا تو وہی خطوط تھے جن میں بعض رجسٹرڈ خط بھی تھے اور آپ ان کے جواب کے منتظر تھے۔ حامد علی کو بلوایا اور خط دکھا کر بڑی نرمی سے صرف اتنا ہی کہا: ''حامد علی! تمہیں نسیان بہت ہوگیا ہے ذرا فکر سے کام کیا کرو''۔

☆ حضرت شیخ عبدالقادر صاحب سوداگرمل اپنی کتاب ''حیات طیبہ'' میں رقمطراز ہیں: خاکسار نے کئی پرانے صحابہ سے یہ روایت سنی ہے (جن میں حضرت بابو غلام محمد صاحب فورمین لاہوری اور حضرت میاں عبدالعزیز مغل کا نام خاص طور پر یاد ہے) کہ ایک دفعہ جبکہ حضورؑ لاہور تشریف لائے تو ہم چند نوجوانوں نے یہ مشورہ کیا کہ دوسری قوموں کے بڑے بڑے لیڈر جب یہاں آتے ہیں تو ان کی قوموں کے نوجوان گھوڑوں کی بجائے خود اُن کی گاڑیاں کھینچتے ہیں۔ اور ہمیں جو لیڈر اللہ تعالیٰ نے دیا ہے یہ اتنا جلیل القدر ہے کہ بڑے بڑے بادشاہ بھی اس کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے پس آج گھوڑوں کی بجائے ہمیں ان کی گاڑی کھینچنی چاہیے۔ چنانچہ ہم نے گاڑی والے کو کہا کہ اپنے گھوڑے الگ کرلو، آج گاڑی ہم کھینچیں گے۔ کوچ مَین نے ایسا ہی کیا۔ جب حضورؑ باہر تشریف لائے تو فرمایا کہ گھوڑے کہاں ہیں؟ ہم نے عرض کی کہ حضور دوسری قوموں کے لیڈر آتے ہیں تو ان کی قوم کے نوجوان ان کی گاڑیاں کھینچتے ہیں۔ آج حضورؑ کی گاڑی کھینچنے کا شرف ہم حاصل کریں گے۔ فرمایا: فوراً گھوڑے جُوتو۔ ہم انسان کو حیوان بنانے کے لیے دنیا میں نہیں آئے۔ ہم تو حیوان کو انسان بنانے کے لیے آئے ہیں!

☆ حضور علیہ السلام کے خادم مرزا اسماعیل بیگ کی شہادت ہے کہ جب حضرت اقدسؑ اپنے والد بزرگوار کے ارشاد کے ماتحت بعثت سے قبل مقدمات کی پیروی کے لیے جایا کرتے تھے تو سواری کے لیے گھوڑا بھی ساتھ ہوتا تھا اور میں بھی عموماً

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 2 نومبر میں مکرم اطہر حفیظ فراز صاحب کی ایک نظم بعنوان ''یہ رُوحانی خزائن ہیں'' شامل اشاعت ہے۔ اس نظم میں سے انتخاب پیش ہے:

معارف اور دقائق ہیں، یہ روحانی خزائن ہیں
بہت گہرے حقائق ہیں، یہ روحانی خزائن ہیں
زمانے میں کتابیں تو بہت پھیلی پڑی ہیں پر
جو دہرانے کے لائق ہیں، یہ روحانی خزائن ہیں
مسیح پاک نے بڑھ کر خزانے اس طرح بانٹے
گریزاں اب خلائق ہیں، یہ روحانی خزائن ہیں
فلک تک کی رسائی میں یہ ملفوظات رہبر ہیں
تو جنت کے جو سائق ہیں، یہ روحانی خزائن ہیں
جو ان پر دسترس رکھیں فرازؔ ان پر یہ احساں ہیں
وہ ہر میداں میں فائق ہیں، یہ روحانی خزائن ہیں

ماہنامہ ''النور'' امریکہ مارچ 2012ء میں سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوالہ سے کہی گئی مکرم مبارک احمد صدیقی صاحب کی ایک نظم شائع ہوئی ہے۔ اس نظم میں سے انتخاب پیش ہے:

اک نئے دَور کا پاسباں ہوگیا
وہ کڑی دھوپ میں سائباں ہوگیا
اُس کی خاطر زمیں نے دکھائے نشاں
اُس کی خاطر گواہ آسماں ہوگیا
جو کہا اُس نے پورا نشاں ہوگیا

اُس کا دشمن ہوا جو کوئی معتبر
دیکھتے دیکھتے ہوگیا دربدر
جو فضاؤں میں تھا آگیا خاک پر
حکمراں تھا کوئی بے اَماں ہوگیا
جو کہا اُس نے پورا نشاں ہوگیا

اُس کے کوچے سے پھر ریگزاروں تلک
ریگزاروں سے پھر مرغزاروں تلک
اُس کی تبلیغ پہنچی کَناروں تلک
مرجعِ خاص پھر قادیاں ہوگیا
جو کہا اُس نے پورا نشاں ہوگیا

ہمر کاب ہوتا تھا، لیکن جب آپؑ چلنے لگتے تو آپؑ پیدل ہی چلتے اور مجھے گھوڑے پر سوار کرا دیتے۔ مَیں بار بار انکار کرتا اور عرض کرتا: حضور! مجھے شرم آتی ہے۔ آپؑ فرماتے کہ ہم کو پیدل چلتے شرم نہیں آتی تم کو سوار ہوتے کیوں شرم آتی ہے؟ جب حضرت قادیان سے چلتے تو ہمیشہ پہلے مجھے سوار کراتے۔ جب نصف سے کم یا زیادہ راستہ طے ہو جاتا تو مَیں اُتر پڑتا اور آپؑ سوار ہو جاتے اور اسی طرح جب عدالت سے واپس ہونے لگتے تو پہلے مجھے سوار کراتے اور بعد میں آپؑ سوار ہوتے۔ جب آپؑ سوار ہوتے تو گھوڑا جس چال سے چلتا اسی چال سے چلنے دیتے۔

☆ مرزا دین محمد صاحب کا بیان ہے کہ میں اوّلاً حضرت مسیح موعودؑ سے واقف نہ تھا یعنی اُن کی خدمت میں مجھے جانے کی عادت نہ تھی۔ خود حضرت صاحب گوشہ نشینی اور گمنامی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ لیکن چونکہ وہ صوم وصلوٰۃ کے پابند اور شریعت کے دلدادہ تھے، یہ شوق مجھے بھی ان کی طرف لے گیا اور مَیں اُن کی خدمت میں رہنے لگا۔ جب مقدمات کی پیروی کے لیے جاتے تو مجھے گھوڑے پر اپنے پیچھے سوار کر لیتے تھے اور بٹالہ جا کر اسے اپنی حویلی میں باندھ دیتے۔ اس حویلی میں ایک بالاخانہ تھا۔ آپؑ اس میں قیام فرماتے۔ اس مکان کی دیکھ بھال کا کام ایک جولاہے کے سپرد تھا جو ایک غریب آدمی تھا۔ آپؑ وہاں پہنچ کر دو پیسے کی روٹی منگواتے۔ یہ اپنے لیے ہوتی تھی اور اس میں سے ایک روٹی کی چوتھائی کے ریزے پانی کے ساتھ کھا لیتے۔ باقی روٹی اور دال وغیرہ جو ساتھ ہوتی۔ وہ اس جولاہے کو دے دیتے اور مجھے کھانا کھانے کے لیے چار آنہ دیتے تھے۔ آپ بہت ہی کم کھایا کرتے تھے اور کسی قسم کے چسکے کی عادت نہ تھی۔

☆ حضرت شیخ امام بخش صاحبؓ شاہجہانپوری کی ایک روح پرور روایت ہے کہ حضور علیہ السلام مع خدام گول کمرہ میں کھانا کھا رہے تھے۔ ایک شخص درمیان میں ایسا بھی تھا کہ اس کے کپڑے بالکل میلے اور پھٹے ہوئے تھے۔ ایک امیر اور خوش پوش نے اسے ذرا کہنی سے دبایا کہ پیچھے رہو پھر کھا لینا۔ حضرت صاحب کی نظر پڑ گئی۔ آپؑ نے کھڑے ہو کر تقریر فرمائی کہ ہماری جماعت غرباء کی جماعت ہے اور ہر مامور کی جماعت غرباء سے ترقی کرتی رہی ہے۔ فرمایا کہ اگر کسی ذی مقدرت دوست کو کوئی غریب برا معلوم ہو یا اس سے نفرت آوے تو اسے چاہیے خود الگ ہو جائے۔

...*...*...*...

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 24 دسمبر 2012ء میں مکرم عبدالکریم قدسی صاحب کی ایک نظم شامل اشاعت ہے جو سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے یورپین پارلیمنٹ میں ارشاد فرمودہ خطاب کے پس منظر میں کہی گئی ہے۔ اس نظم میں سے انتخاب پیش ہے:

عبقری لوگ تھے اور چنیدہ سبھی
باادب صف بہ صف یورپی یونین
گر رہے تھے خطابت کے دُرِّ عدن
چُن رہی تھی صدف یورپی یونین
اک طرف تھا خطیبِ جہاں بولتا
سنتی تھی اِک طرف یورپی یونین
خوبیاں ان کی ، کوتاہیاں بھی بیاں
گفتگو کا ہدف یورپی یونین
جس کے آہنگ سے قدسی سبھی چُور تھے
سُن رہی تھی وہ دَف یورپی یونین

’نُصِرۡتَ بِالرُّعۡبِ‘ کا شاندار ظہور

ماہنامہ ’’النور‘‘ امریکہ اگست و ستمبر 2012ء میں مکرم عبدالرّب انور محمود خان صاحب کے قلم سے کیپیٹل ہِل (امریکہ) میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے لیکچر کا آنکھوں دیکھا حال شامل اشاعت ہے۔

ایک موقع پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دوسرے انبیاء پر مجھے چھ باتوں میں فضیلت حاصل ہے۔ چنانچہ ان میں سے دوسرے نمبر پر آپؐ نے جس بات کا ذکر فرمایا وہ یہ تھی کہ ’نُصِرۡتُ بِالرُّعۡبِ‘ رُعب سے میری مدد کی گئی ہے۔

آنحضرت ﷺ کے غلام کامل اور عاشق صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی ایک الہام دو مرتبہ کسی قدر مختلف الفاظ میں 1883ء میں اور 1906ء میں ہوا۔ جس میں نُصِرۡتَ بِالرُّعۡبِ کے پُرشوکت الفاظ شامل تھے۔

’’تُو رُعب کے ساتھ مدد دیا گیا‘‘ کا ظہور متعدد بار حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے احمدیت کی زندگیوں میں احمدیوں نے بچشم خود ملاحظہ کیا ہے۔ لیکن اس کا ایک عجیب اظہار 27 جون 2012ء کو عمل میں آیا جب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ Capitol Hill میں تشریف لائے اور پہلی مرتبہ مملکتِ امریکہ کے قانون ساز ادارے کے کئی ارکان کے سامنے قرآن کریم کی تعلیمِ انصاف کے ذریعہ امن عالم کے قیام پر بصیرت افروز روشنی ڈالی۔ آیئے اب نصرت الٰہی کے زندہ جاوید نظارے مشاہدہ کریں۔

*... حضور ایدہ اللہ اپنے خدام کے ہمراہ جب Rayburn بلڈنگ میں داخل ہوئے تو Corridor میں اپنے مشاغل میں مصروف پبلک حضور کو دیکھ کر دورویہ قطار میں کھڑی ہوگئی جیسے وہ حضور کے استقبال کے لیے ہی جمع ہوئے ہوں۔ اور ہر کیمرے نے حضور کی جانب رُخ کر کے حضور کی پُرکشش شخصیت کو اپنے کیمرہ میں محفوظ کیا۔ ان میں سے کسی کو یہ علم نہ تھا کہ یہ کون صاحب ہیں اور کیوں یہاں آئے ہیں۔

*... اس نصرت کی دوسری جھلک اس وقت نظر آئی جب حضور اقدس ایدہ اللہ Gold Room میں داخل ہوئے (جہاں 140 کے قریب ممبرانِ کانگریس، وزراء، مختلف ممالک کے سفراء و مندوبین اور پریس نمائندگان جمع تھے) سب نے یک لخت کھڑے ہو کر اور تالیوں کی گونج میں حضور کا خیر مقدم کیا۔

*... ایک کانگریس مَین نے حضور انور ایدہ اللہ کی خدمت میں امریکہ کا وہ جھنڈا پیش کیا جو اُس دن Capitol HIll پر لہرایا گیا تھا اور ’مرزا مسرور احمد‘ کو معنون کیا گیا تھا۔ ساتھ ہی سرٹیفکیٹ پیش کیا گیا جو اس بات کا تصدیق نامہ تھا کہ یہی جھنڈا آج لہرایا گیا تھا۔

*... ایک اَور کانگریس مَین نے حضور ایدہ اللہ کی خدمت میں ایک تہنیت نامہ پیش کیا جس پر 22 ممبرانِ کانگریس کے دستخط ثبت تھے۔ اس میں حضور ایدہ اللہ کی دنیا بھر میں انسانی بہبود کے لیے خدمات پر ستائش کا اظہار تھا۔

*... ایک مقررہ مکرمہ ڈاکٹر Katrina Lantos Swett صاحبہ (سربراہ امریکی کمیشن برائے عالمگیر مذہبی آزادی) نے دنیا بھر میں احمدیوں پر ہونے والے مظالم اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی امن عالم کے قیام کے لیے عالمگیر کاوشوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا:

’’میرا دل پکار رہا ہے کہ آج مختلف لوگوں سے بھرا ہوا یہ کمرہ خاص الخاص برکات سے معمور ہے۔ کسی حد تک اس کا سبب یہاں پر جمع ہونے والے افراد کے پیار، بہتر مستقبل کی امید، قلوب کی گرمجوشی اور بھلائی کے جذبات بھی ہیں۔ لیکن اے مقدّس ہستی! لاریب یہ ساری برکات اس نور سے پھوٹ رہی ہیں جو آپ کے وجودِ مسعود سے عبارت ہے۔ بلاشبہ آپ کی آج یہاں آمد ہم سب کے لیے باعث صد افتخار ہے اور ہم سب آپ کے انتہائی حد تک تہہ دل سے ممنون ہیں‘‘۔

*... محترمہ Nancy Pelosi نے جو کہ Democratic House کی سربراہ ہیں حضور ایدہ اللہ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ:

’’اگرچہ مرزا مسرور احمد صاحب نے بطور ٹیچر کے اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا لیکن اپنے مضبوط اصولوں پر بڑی مستعدی سے قائم رہے اور عوام الناس کی بہبود میں انہیں ستایا گیا، گالیاں دی گئیں، جیل بھیجا گیا، ملک بدر کیا گیا مگر ان تمام تکالیف نے ایک لحظہ بھی آپ کے قدمِ استقلال میں جنبش نہ ہونے دی اور آپ نے کسی ایسے عمل کا جواب انتہاپسندی یا شدّت سے نہیں دیا بلکہ اپنے اصولوں پر قائم رہے اور آج وہ 175 ملین لوگوں کے سربراہ ہیں اور ان کا ایک ہی اصول ہے ’’محبت سب کے لیے نفرت کسی سے نہیں‘‘۔

*... اس کے بعد حضور ایدہ اللہ اپنے لیکچر کے لیے تشریف لائے تو ایک مرتبہ پھر جملہ حاضرین بیک وقت حضور کے استقبال کے لیے ایستادہ ہوگئے اور پھر ایک مرتبہ یہ الہام ’’نُصِرۡتَ بِالرُّعۡبِ‘‘ عالم شہود میں کارفرما ہوا۔

*... حضور ایدہ اللہ نے اپنے خطاب میں عالمی امن کے قیام کے لیے انصاف پر زور دیا اور اس پہلو سے اسلامی تعلیمات اور قرآنی معارف بیان فرمائے اور وہ جملہ اقدام بیان کیے جن کی نشاندہی قرآن کریم نے بڑی صراحت سے کی ہے۔ تمام حاضرین اس دلکش خطاب کو بڑے غور اور توجہ سے سنتے رہے اور متعدد لوگوں نے اس کو قلمبند کیا۔

*... جب حضور کا خطاب ختم ہوا تو تیسری مرتبہ پھر تمام حاضرین نے ایستادہ ہو کر تالیوں کی گونج میں حضور کو خراج تحسین پیش کیا۔

*... یہ وہ قانون ساز افراد ہیں جو صدر مملکت کے لیے بھی Standing Ovation نہیں دیتے یا شاذونادر ہی ایسا کرتے ہیں۔ یقیناً الٰہی تحریک ان کے قلوب کو مسخر کر رہی تھی:

کس طرح کروں احوال مَیں اس کا بیاں
ہے قلم ساکت سکونِ قلب ہے سیماب وار

*... بعدازاں حضور کو Capitol Hill کا Tour کرایا گیا۔ جب حضور کانگریس کے ہال کی گیلری میں تشریف لائے جہاں کانگریس کی کارروائی جاری تھی تو کانگریس کے Podium پر ایک کانگریس مَین آئے اور حضور ایدہ اللہ کا تعارف کرایا اور اشارہ سے گیلری میں حضور ایدہ اللہ کی جانب سب حاضرین کی توجہ کرائی اور باضابطہ کانگریس کی کارروائی کے رجسٹر میں خیر مقدم اور تعارف ریکارڈ کرایا۔

*... اس تقریب کے اختتام پر کانگریس کے ایک نمائندہ نے کہا کہ حضور کا ایڈریس «Pure Gospel» تھا۔ جب مَیں نے یہ الفاظ سنے تو میرا دماغ 1896ء کی تاریخ میں ڈوب گیا جب ’’اسلامی اصول کی فلاسفی‘‘ کے لیکچر کے بعد جو تبصرے شائع ہوئے تھے ان میں ایک تبصرہ Spiritual Journal Boston نے لکھا اور وہ یہی دو الفاظ تھے 'Pure Gospel'۔ غور کرنے پر یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ فلاسفی کے اس لیکچر اور حضور ایدہ اللہ کے اس خطاب میں قدر مشترک یہ ہے کہ ہر دو لیکچرز میں صرف اسلام کی خوبیاں اور حسین تعلیمات پیش کی گئی ہیں اور کسی مذہب پر کسی اعتراض کا کوئی ذکر نہیں۔

*... کانگریس کے ایک اور نمائندہ سینیٹر Casey نے کہا: ’’مَیں نے کوئی مسلمان لیڈر نہیں دیکھا جو اس قدر Humble ہو اور بیان میں اتنا Masterful‘‘۔

*... حاضرین کے ایک اَور فرد نے کہا کہ: کانگریس کو اس کی شدید ضرورت تھی۔

*... Nancy Pelosi بجائے اسٹیج پر بیٹھنے کے حاضرین میں بیٹھ گئیں تا کہ وہ براہ راست حضور انور کو دیکھ سکیں اور آپ کے خطاب سے لطف اندوز ہو سکیں۔

صاحب بصیرت حضرات نے اس غیرمعمولی کشش اور رُعب کا اثر جو حضور ایدہ اللہ کے مبارک وجود سے چھلک رہا تھا اپنے وجودوں پر محسوس کیا اور وہ ان کو بار بار مجبور کر رہا تھا کہ وہ آپ کے لیے ہر طریقہ سے استقبال اور تکریم کے جذبات پیش کریں۔ الغرض اس تقریب میں زمانے نے دو عظیم الشان الہامات اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیے:

اِنِّیۡ مَعَکَ یَا مَسۡرُوۡر اور نُصِرۡتَ بِالرُّعۡبِ۔

خاکسار نے حضور ایدہ اللہ سے اس کا تذکرہ کیا تو حضور نے فرمایا کہ آج صبح جب مَیں Capital Hill جانے کی تیاری میں مصروف تھا تو میری توجہ اس الہام کی طرف ہوئی۔ تو مَیں نے دعا کی کہ خدایا! یہ الہام میرے حق میں بھی پورا فرما دے۔

فی الحقیقت اللہ تعالیٰ نے حضور کی دعا قبول فرمائی اور نہ صرف کیپٹل ہل کے Gold Room میں موجود افراد نے بلکہ MTA کے ذریعہ ساری دنیا نے اس پُرشوکت نظارہ کو دیکھا اور اس کی صداقت پر گواہ بن گئی۔ فَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ۔

...*...*...*...

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 21 دسمبر 2012ء میں مکرم مبارک احمد ظفرؔ صاحب کی ایک نظم شامل اشاعت ہے جو سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے یورپین پارلیمنٹ میں ارشاد فرمودہ خطاب کے پس منظر میں کہی گئی ہے۔ اس نظم میں سے انتخاب پیش ہے:

رُعب پڑتے دلوں پہ دیکھا ہے
حق اترتے دلوں پہ دیکھا ہے
اے محبت کے بادشاہ تیرا
حُکم چلتے دلوں پہ دیکھا ہے
آج میری نگاہ نے تجھ کو
راج کرتے دلوں پہ دیکھا ہے
تیرے نورِ فراستانہ کی
بجلی گرتے دلوں پہ دیکھا ہے
تیری نظروں کے عین تیروں کو
جا کے لگتے دلوں پہ دیکھا ہے
صبحِ خوش رنگ کی اُمنگوں کو
رقص کرتے دلوں پہ دیکھا ہے
تیرے منشورِ امنِ عالم کو
پاؤں دھرتے دلوں پہ دیکھا ہے

Muslim Television Ahmadiyya
Weekly Programme Guide

March 22, 2019 – April 04, 2019

Please Note that programme and timings may change without prior notice. All times are given in Greenwich Mean Time.
For more information please phone on +44 20 3875 6040

Friday March 22, 2019

00:00	World News
00:20	Tilawat, Dars-e-Malfoozat & Yassarnal Qur'an: Lesson no. 14.
01:25	Humanity First Conference: Rec. Jan. 24, 2015.
02:15	In His Own Words: 'Lecture Ludhiana'.
02:50	Spanish Service & Pushto Muzakarah
04:05	Qur'an Class: Rec. Feb. 24, 1997.
06:00	Tilawat, Dars-e-Hadith & Yassarnal Qur'an: Lesson no. 15.
06:55	Beacon Of Truth & Masih Hindustan Main
09:05	Ahmadiyya Medical Association Address: Rec. January 31, 2015.
10:00	In His Own Words & Deeni-O-Fiqahi Masail
12:05	Tilawat [R]
12:30	Live From Baitul Futuh Mosque
13:00	Live Friday Sermon
14:00	Live From Baitul Futuh Mosque
14:30	Shotter Shondhane: Recorded on July 31, 2016.
16:25	Friday Sermon: Recorded on March 22, 2019.
17:35	The Life Of Holy Prophet Muhammad (SAW)
18:00	World News
18:15	Tilawat & Beacon Of Truth [R]
19:30	Ahmadiyya Medical Association Address 2015 [R]
20:25	Deeni-O-Fiqahi Masail & In His Own Words [R]
21:35	Friday Sermon [R] & Masih Hindustan Main [R]

Saturday March 23, 2019

00:00	World News
00:30	Tilawat & Yassarnal Qur'an
01:35	Ahmadiyya Medical Association Address 2015
02:30	In His Own Words & Beacon Of Truth
04:00	Friday Sermon & Deeni-O-Fiqahi Masail
06:00	Tilawat & Dars-e-Hadith & Al-Tarteel: Lesson no. 17.
07:00	Childhood Of Promised Messiah(as)
07:30	Love For The Promised Messiah(as)
08:05	International Jama'at News
09:00	Friday Sermon: Recorded on March 22, 2019.
10:10	Darul Masih(as) & Masjid-e-Aqsa Qadian
10:45	Prophecies About The Messiah(as) & Indonesian Service
12:05	Tilawat & The First Bai'at
12:30	The Age Of Reform In Muslim India
13:00	Live Intikhab-e-Sukhan
14:05	Bangla Shomprochar & Yaume Masih-e-Maood(as)
15:40	Prophecies Of The Promised Messiah(as)
16:00	Live Rah-e-Huda
17:30	Waqt-e-Masiha
18:00	World News
18:20	Tilawat & Coming of the Messiah(as) - The True Concept
18:55	Zahoor-e-Mahdi-e-Zaman & Photos Of The Promised Messiah(as)
19:45	Majalis Ilm-o-Irfan
20:00	Jalsa Qadian Address: Recorded on December 28, 2011.
21:00	International Jama'at News & Love For Promised Messiah(as) [R]
22:30	Friday Sermon [R] & Coming of the Messiah(as) [R]

Sunday March 24, 2019

00:00	World News
00:15	First Jalsa Salana
00:30	Tilawat & Dars-e-Hadith
01:00	The Timeline Of History: the life of the Promised Messiah (as).
01:15	Majalis Ilm-o-Irfan
01:30	Huzoor's (aba) Jalsa Qadian Address 2011
02:25	Yaume Masih-e-Maood(as) & Seerat Hazrat Masih-e-Ma'ood(as)
03:25	Prophecies About The Messiah(as) & Darul Masih(as)
04:00	Friday Sermon
05:10	Seerat Hazrat Masih-e-Ma'ood(as) & Waqt-e-Masiha(as)
06:00	Tilawat, Dars-e-Hadith & Yassarnal Qur'an: Lesson no. 15.
07:00	Rah-e-Huda: Recorded on March 23, 2019.
09:00	Jamia Class Canada: Rec. October 23, 2016.
11:00	Indonesian Service
12:00	Tilawat, Dars-e-Hadith & Yassarnal Qur'an
13:00	Friday Sermon: Recorded on March 22, 2019.
14:10	Shotter Shondhane: Rec. September 29, 2016.
15:15	Jamia Class Canada 2016 [R]
17:30	Yassarnal Qur'an
18:00	World News
18:15	Tilawat
19:00	Live Beacon Of Truth
20:00	Jamia Class Canada 2016 [R]
21:50	Seekers Of Treasure
22:35	Friday Sermon [R]

Monday March 25, 2019

00:05	World News
00:25	Tilawat, Dars-e-Hadith & Yassarnal Qur'an
01:30	Jamia Class Canada 2016
03:20	Ghazwat-e-Nabi(SAW)
04:15	Friday Sermon
06:00	Tilawat, Dars-e-Hadith & Al-Tarteel: Lesson no. 17.
07:00	Rencontre Avec Les Francophones: Rec. May 4, 1998.
08:00	Seerat Hazrat Masih Ma'ood (as) & Malayalam Service
08:55	Inauguration Of Nasir Hospital: Rec. October 23, 2018.
09:30	In His Own Words & Ashab-e-Ahmad(as)
10:35	Swahili Service
11:05	Friday Sermon: Recorded on October 12, 2018.
12:05	Tilawat & Dars-e-Hadith & Al-Tarteel [R]
13:00	Friday Sermon: Recorded on April 12, 2013.
14:00	Shotter Shondhane: Recorded on July 31, 2016.
15:00	Inauguration Of Nasir Hospital 2018 [R]
15:35	In His Own Words
16:30	International Jama'at News & Al-Tarteel
18:00	World News
18:15	Tilawat & Somali Service: Programme no. 7.
19:05	Malayalam Service & Ashab-e-Ahmad (as)
20:05	Inauguration Of Nasir Hospital 2018 [R]
20:40	In His Own Words
22:25	Rencontre Avec Les Francophones [R]
23:30	Seerat Hazrat Masih Ma'ood (as) [R]

Tuesday March 26, 2019

00:00	World News
00:20	Tilawat, Dars-e-Hadith & Al-Tarteel
01:30	Inauguration Of Nasir Hospital 2018
02:10	In His Own Words & International Jama'at News
03:50	Rencontre Avec Les Francophones
05:00	Seerat Hazrat Masih-e-Ma'ood(as) & Malayalam Service
06:00	Tilawat, Dars-e-Malfoozat & Yassarnal Qur'an
06:55	Liqa Maal Arab: Rec. July 10, 1996.
08:55	Jamia Class Canada: Rec. October 23, 2016.
10:40	In His Own Words & Indonesian Service
12:05	Tilawat, Dars-e-Malfoozat & Yassarnal Qur'an [R]
13:00	Friday Sermon: Recorded on March 22, 2019.
14:00	Bangla Shomprochar
15:05	Jamia Class Canada 2016 [R]
16:55	Beacon Of Truth & Yassarnal Qur'an [R]
18:00	World News
18:20	Tilawat & Rah-e-Huda: Recorded on March 23, 2019.
20:10	Jamia Class Canada 2016 [R] & In His Own Words [R]
22:30	Liqa Maal Arab [R]

Wednesday March 27, 2019

00:00	World News
00:20	Tilawat & Dars-e-Malfoozat & Yassarnal Qur'an
01:15	Jamia Class Canada 2016
03:00	In His Own Words & Beacon Of Truth
04:25	Liqa Maal Arab & Kasre Saleeb: Christianity and its beliefs.
06:00	Tilawat, Aao Husne Yar Ki Baatain Karain & Al-Tarteel
07:10	Question And Answer Session: Rec. November 18, 1995.
08:10	Qisas-ul-Ambiyaa: the life of Hazrat Idrees (as).
09:05	Inauguration Of Baitul Aman Mosque: Recorded on March 4, 2012.
10:20	Deeni-O-Fiqahi Masail & Indonesian Service
12:00	Tilawat & Al-Tarteel [R]
13:00	Friday Sermon: Recorded on March 22, 2019.
14:05	Shotter Shondhane: Rec. February 3, 2019.
15:10	Inauguration Of Baitul Aman Mosque 2012[R]
17:25	Al-Tarteel [R]
18:00	World News
18:20	Tilawat & Hadith 13: Compassion Et Respect
19:25	Deeni-O-Fiqahi Masail [R]
20:00	Inauguration Of Baitul Aman Mosque 2012 & In His Own Words [R]
22:30	Question And Answer Session [R]

Thursday March 28, 2019

00:00	World News
00:20	Tilawat, Aao Husne Yar Ki Baatain Karain & Al-Tarteel
01:30	Inauguration Of Baitul Aman Mosque 2012
02:30	In His Own Words & Qisas-ul-Ambiyaa
04:00	Question And Answer Session
06:00	Tilawat, Dars-e-Malfoozat & Yassarnal Qur'an
07:00	Qur'an Class: explanation of Qur'anic verses.
08:55	Inauguration Of Baitul Afiyat: Rec. October 19, 2018.
09:55	In His Own Words & Japanese Service
11:20	Hazrat Masih Nasiri Ka Asal Pegham
12:00	Tilawat, Dars-e-Malfoozat & Yassarnal Qur'an [R]
12:55	Friday Sermon: Recorded on March 22, 2019.
14:00	Live Shotter Shondhane
16:05	Friday Sermon & Yassarnal Qur'an [R]
18:00	World News
18:15	Tilawat & Qur'an Sab Se Acha
20:00	Friday Sermon: Recorded on March 15, 2019.
21:05	In His Own Words & Ashab-e-Ahmad(as)
22:20	Qur'an Class [R]

Friday March 29, 2019

00:00	World News
00:20	Tilawat, Dars-e-Malfoozat& Yassarnal Qur'an
01:10	Inauguration Of Baitul Afiyat: Rec. October 19, 2018.
02:15	In His Own Words & Spanish Service
03:55	Shotter Shondhane: Rec. March 28, 2019.
06:00	Tilawat, Dars-e-Hadith & Yassarnal Qur'an
06:55	Beacon Of Truth & Masih Hindustan Main: Programme no. 07.
09:10	Inauguration Of Baitus Samad: Rec. October 20, 2018.
10:10	In His Own Words & Deeni-O-Fiqahi Masail
12:10	Tilawat [R]
12:30	Live From Baitul Futuh Mosque
13:00	Live Friday Sermon
14:00	Live From Baitul Futuh Mosque
14:30	Live Shotter Shondhane
16:35	Friday Sermon: Recorded on March 29, 2019.
18:00	World News
18:15	Tilawat & Beacon Of Truth [R]
20:05	Deeni-O-Fiqahi Masail & In His Own Words [R]
21:30	Friday Sermon [R] Masih Hindustan Main [R]

Saturday March 30, 2019

00:00	World News
00:30	Tilawat & Yassarnal Qur'an
01:25	Inauguration Of Baitus Samad 2018
02:45	Friday Sermon: Recorded on March 29, 2019.
04:00	Shotter Shondhane
06:00	Tilawat, Dars-e-Hadith & Al-Tarteel: Lesson no. 18.
08:05	International Jama'at News
09:00	Friday Sermon: Recorded on March 29, 2019.
10:10	In His Own Words & Dua-e-Mustaja'ab: Programme no. 15.
11:05	Indonesian Service
12:05	Tilawat & Al-Tarteel [R]
13:00	Live Intikhab-e-Sukhan
14:00	Live Shotter Shondhane
16:05	Live Rah-e-Huda
17:35	Al-Tarteel [R]
18:05	World News
18:25	Tilawat & Dua-e-Mustaja'ab [R]
20:00	Ijtema Lajna Imaillah UK: Rec. September 24, 2017.
21:00	International Jama'at News & Khazain-ul-Mahdi (as)
22:30	Friday Sermon [R]

Sunday March 31, 2019

00:00	World News
00:25	Tilawat, Dars-e-Hadith &Al-Tarteel
01:30	Ijtema Lajna Imaillah UK 2017
02:15	In His Own Words
02:45	Friday Sermon & Shotter Shondhane
06:00	Tilawat, Dars-e-Hadith & Yassarnal Qur'an: Lesson no. 17.
07:00	Rah-e-Huda: Recorded on March 30, 2019.
09:05	Gulshan-e-Waqfe Nau Khuddam: Rec. February 5, 2017.
10:05	In His Own Words & Aadab-e-Zindagi: 'April Fool's Day'.
11:05	Indonesian Service
12:05	Tilawat, Dars-e-Hadith &Yassarnal Qur'an [R]
12:50	Friday Sermon: Recorded on March 29, 2019.
14:00	Live Shotter Shondhane
16:25	Ghazwat-e-Nabi (SAW) & Yassarnal Qur'an [R]
18:00	World News
18:15	Tilawat & Story Time: Part 66.
19:00	Live Beacon Of Truth
20:00	Gulshan-e-Waqfe Nau Khuddam 2017 [R]
21:30	Ghazwat-e-Nabi (SAW) [R]
22:35	Friday Sermon [R]

Monday April 01, 2019

00:00	World News
00:20	Tilawat, Dars-e-Hadith & Yassarnal Qur'an
01:05	Gulshan-e-Waqfe Nau Khuddam 2017
02:45	Friday Sermon & Shotter Shondhane
06:00	Tilawat, Dars-e-Hadith& Al-Tarteel: Lesson no. 18.
06:55	Rencontre Avec Les Francophones: Rec. May 4, 1998.
07:55	Seerat Hazrat Masih-e-Ma'ood (as)& Malayalam Service
08:50	Humanity First Conference 2015: Rec. January 24, 2015.
09:40	In His Own Words & Swahili Service: Programme no. 34.
11:00	Friday Sermon: Recorded on October 19, 2018.
11:55	Tilawat, Dars-e-Hadith &Al-Tarteel [R]
13:00	Friday Sermon: Recorded on April 19, 2013.
14:05	Shotter Shondhane
15:05	Humanity First Conference 2015 [R] In His Own Words [R]
16:30	International Jama'at News & Al-Tarteel [R]
18:00	World News
18:15	Tilawat & Somali Service: Programme no. 8.
19:10	Malayalam Service & Ashab-e-Ahmad (as)
20:10	Humanity First Conference 2015 & In His Own Words [R]
22:30	Rencontre Avec Les Francophones [R]
23:35	Seerat Hazrat Masih-e-Ma'ood (as) [R]

Tuesday April 02, 2019

00:00	World News
00:20	Tilawat, Dars-e-Hadith & Al-Tarteel
01:30	Humanity First Conference 2015
02:25	In His Own Words & International Jama'at News
03:50	Rencontre Avec Les Francophones
05:00	Seerat Hazrat Masih-e-Ma'ood (as) & Malayalam Service
06:00	Tilawat, Dars-e-Malfoozat & Yassarnal Qur'an
07:00	Liqa Maal Arab: Recorded on July 11, 1996.
09:00	Gulshan-e-Waqfe Nau Khuddam: Rec. February 5, 2017.
10:00	In His Own Words & Kasre Saleeb: Christianity and its beliefs.
11:10	Indonesian Service
12:10	Tilawat, Dars-e-Malfoozat & Yassarnal Qur'an [R]
13:00	Friday Sermon: Recorded on March 29, 2019.
14:00	Bangla Shomprochar
15:05	Gulshan-e-Waqfe Nau Khuddam 2017 [R]
16:05	In His Own Words [R]
16:35	Beacon Of Truth & Yassarnal Qur'an [R]
18:00	World News
18:20	Tilawat & Rah-e-Huda: Recorded on March 30, 2019.
20:00	Gulshan-e-Waqfe Nau Khuddam 2017 [R]
21:05	In His Own Words & Kasre Saleeb [R]
22:15	Liqa Maal Arab [R] & Braheen-e-Ahmadiyya

Wednesday April 03, 2019

00:00	World News
00:20	Tilawat, Dars-e-Malfoozat & Yassarnal Qur'an
01:30	Gulshan-e-Waqfe Nau Khuddam 2017
02:30	In His Own Words & Beacon Of Truth
04:00	Liqa Maal Arab
06:00	Tilawat, Aao Husne Yar Ki Baatain Karain & Al-Tarteel
07:05	Question And Answer Session: Rec. December 3, 1995.
09:00	Jalsa Salana Qadian Address: Rec. December 28, 2011.
10:20	Deeni-O-Fiqahi Masail & Indonesian Service
12:00	Tilawat, Aao Husne Yar Ki Baatain Karain & Al-Tarteel [R]
13:00	Friday Sermon [R] & Bangla Shomprochar
15:10	Huzoor's (aba) Jalsa Qadian Address 2011 [R] & Al-Tarteel [R]
18:00	World News
18:20	Tilawat & French Service
19:20	Deeni-O-Fiqahi Masail [R]
20:00	Jalsa Qadian Address 2011 [R] & In His Own Words [R]
22:30	Question And Answer Session [R]

Thursday April 04, 2019

00:05	World News
00:25	Tilawat, Aao Husne Yar Ki Baatain Karain & Al-Tarteel
01:30	Huzoor's (aba) Jalsa Qadian Address 2011
02:30	In His Own Words
03:55	Question And Answer Session
06:00	Tilawat, Dars-e-Malfoozat & Yassarnal Qur'an
07:00	Qur'an Class: Class no. 175.
08:55	Ijtema Khuddamul Ahmadiyya UK: Rec. June 14, 2015.
10:00	In His Own Words & Japanese Service: Programme no. 06.
11:25	Hazrat Masih Nasiri Ka Asal Pegham
12:00	Tilawat, Dars-e-Malfoozat & Yassarnal Qur'an [R]
13:00	Friday Sermon: Recorded on March 29, 2019.
14:05	Islamic Jurisprudence & In His Own Words [R]
15:30	Persian Service: Programme no. 81.
16:00	Friday Sermon & Yassarnal Qur'an [R]
18:00	Live Al-Hiwar-ul-Mubashir
20:05	World News
20:25	Friday Sermon & n His Own Words & Ashab-e-Ahmad (as)
22:40	Qur'an Class [R]

**Please note MTA2 will be showing French service at 16:00, German service at 17:00 (GMT) & LIVE Turkish Service will be shown at 18:30 (Saturdays only).*

Translations for Huzoor's (may Allah be his Helper) Programmes are available.
Prepared by the MTA Scheduling Department.

Al Fazl International Weekly, London

TAHIR HOUSE - 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:info@alfazlintl.org

Vol 26 | Friday 22 and 29 March 2019 | Issue No. 12,13

2017-2018ء میں اللہ تعالیٰ کے جماعت احمدیہ پر نازل ہونے والے بے انتہا فضلوں اور نصرت و تائید کے عظیم الشان نشانات میں سے بعض کا ایمان افروز تذکرہ

دنیا بھر میں اسلام کے پُر امن اور حقیقی پیغام کی اشاعت کے لیے مختلف جماعتی اداروں اور ذیلی تنظیموں کے تحت منعقد کیے جانے والے پروگرامز کا تذکرہ

نومبائعین کی تعلیم و تربیت کے لیے پروگرامز۔ بیعتوں کے تعلق میں ایمان افروز واقعات کا تذکرہ۔ قبولیت دعا۔ نصرت الٰہی۔ حفاظت الٰہی کے واقعات

جماعت احمدیہ برطانیہ کے جلسہ سالانہ کے موقع پر 04/اگست 2018ء بروز ہفتہ (بعد دوپہر کے اجلاس میں)
امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا حدیقۃ المہدی (آلٹن) میں خطاب

(اس خطاب کا متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

قسط نمبر 3۔ آخری

ہیومینٹی فرسٹ

ہیومینٹی فرسٹ کے ذریعہ سے بھی اللہ کے فضل سے اچھا کام ہو رہا ہے اور جہاں بھی کہیں بھی طوفان یا ہنگامی حالات ہوتے ہیں یہ لوگ پہنچتے ہیں۔ اس کے علاوہ روٹین کی مدد بھی یہ لوگ کر رہے ہیں۔ اس سال بیس ممالک میں قدرتی آفات اور خانہ جنگی میں ایک لاکھ اکہتّر ہزار دو سو پچاس متاثرین کی مدد کی گئی۔ ان کو ضروری اشیاء طبی معاونت وغیرہ دیے گئے۔ واٹر فار لائف کی سکیم کے تحت صاف پانی کی بانوے نئی انسٹالیشن کی گئیں۔ مجموعی طور پر دو ہزار چھ سو بتیس پمپ لگائے گئے جس سے تین اعشاریہ نو ملین افراد استفادہ کر رہے ہیں۔ نالج فار لائف کے تحت نو (9) سکول تعمیر کیے گئے اور افریقہ میں ان کے اکتیس سکول کام کر رہے ہیں۔ میڈیکل کیمپس وغیرہ بھی یہ لگاتے ہیں۔ اسی طرح یتامیٰ کی کفالت بھی کر رہے ہیں۔

چیرٹی واک

چیرٹی واکس کے ذریعہ سے بھی جو مختلف یورپین ممالک میں مغربی ممالک میں یا ترقی یافتہ ممالک میں ہوتی ہے کافی رقم جو چندہ مختلف جگہوں سے آتا ہے لوگ ڈونیشن کرتے ہیں وہ ان جگہوں پہ خرچ ہو رہا ہے۔

قیدیوں سے رابطہ اور ان کی خبر گیری

قیدیوں سے رابطہ اور ان کی خبر گیری کا کام بھی کافی کیا جا رہا ہے خاص طور پہ غریب ممالک میں۔

نومبائعین سے روابط کی بحالی

نومبائعین سے رابطہ اور بحالی کی جو رپورٹ ہے وہ یہ ہے کہ نائیجیریا نے اس سال ستائیس ہزار ایک سو ستائیس نومبائعین سے رابطہ بحال کیا جن سے بڑے عرصے سے رابطہ ٹوٹ گیا تھا۔ مالی نے بائیس ہزار ایک سو انیس۔ سیرالیون نے دس ہزار، سینیگال، کیمرون، آئیوری کوسٹ انہوں نے ہر ایک نے کچھ کچھ ہزار لوگوں سے رابطہ کیا اور یہ اللہ کے فضل سے اس لحاظ سے بھی ان کی نئی نومبائعین سے رابطے کے بعد بھی جماعتیں قائم ہو رہی ہیں۔

نومبائعین کے لیے تربیتی کلاسز/ریفریشر کورسز کا انعقاد

نومبائعین کے لیے تربیتی کورسز کا افتتاح کیا جا رہا ہے۔ تین ہزار سات سو تیس جماعتوں میں ستاسی ہزار آٹھ سو اٹھاون تربیتی کلاسز اور ریفریشر کورسز کا انعقاد کیا گیا۔ ان میں شامل ہونے والے نومبائعین کی تعداد ایک لاکھ چوالیس ہزار چار سو سولہ ہے۔ اس کے علاوہ دو ہزار دو سو چودہ اماموں کو ٹریننگ دی گئی۔

بیعتیں

اس سال ہونے والی بیعتیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس سال چھ لاکھ سینتالیس ہزار سے زیادہ بیعتیں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں۔ 129 ممالک سے تقریباً تین سو اقوام احمدیت میں داخل ہوئی ہیں۔ نائیجیر کی اس سال کی بیعتوں کی مجموعی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ تقریباً ایک لاکھ پچیس ہزار۔ اس کے بعد مالی ہے۔ نائیجریا ہے۔ افریقن ممالک ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑا کام ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان آنے والوں کو ثبات قدم بھی عطا فرمائے اور ایمان و ایقان میں اضافہ بھی کروائے۔

کانگو میں Pygmese قبائل میں تبلیغ اور بیعتیں

کانگو میں پگمیز (Pygmese) کی ایک قوم ہے جو وہاں کے اصل اور قدیم باشندے کہلائے جاتے ہیں۔ یہ لوگ دور دراز جنگلوں میں رہتے ہیں۔ کھیتی باڑی کرتے ہیں۔ شکار کر کے گزر بسر کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی تعداد کانگو میں ڈیڑھ لاکھ ہے۔ عام طور پہ ان کو وہاں کے لوگ اپنے سے کم تر ہی سمجھتے ہیں۔ میں نے ان کو کہا تھا کہ ان علاقوں میں جا کر تبلیغ کریں۔ چنانچہ اس سال ان علاقوں سے رابطہ کیا گیا اور وہاں کے دو گاؤں میں جب یہ تبلیغی وفود بھجوائے گئے اور تبلیغ کی گئی تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے 149 بیعتیں وہاں حاصل ہوئیں۔ اور اب انشاء اللہ باقاعدہ وہاں چھوٹی مسجد بھی بنانے کا خیال ہے۔

بیعتوں کے تعلق میں ایمان افروز واقعات

بیعتوں کے تعلق میں ایمان افروز واقعات۔ انڈیا سے ظہور الحق صاحب لکھتے ہیں تبلیغ کی غرض سے ایک جگہ راجدھانی امپال گئے جہاں ایک دوست تاجر علی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے مل کر بہت خوشی کا اظہار کیا اور کہنے لگے میں آپ لوگوں کا بڑی دیر سے انتظار کر رہا تھا۔ انہوں نے دوران گفتگو اپنے بیگ سے دو تین کاغذ نکالے جن پر شرائط بیعت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارے میں قرآن اور حدیث کی پیشگوئی تحریر تھی۔ انہوں نے یہ کاغذ خود تیار کر کے اپنے دوستوں میں تقسیم کرنے کے لیے رکھے ہوئے تھے۔ کہنے لگے کہ مجھے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق پتہ چلا تو میں نے 2016ء میں ہی جماعت میں شامل ہونے کا اعلان کر دیا تھا جس پر لوگوں نے مخالفت کرنا شروع کر دی بلکہ ایک دن مخالفین اکٹھے ہو کر مجھے مارنے اور توبہ کرانے کے لیے نکلے لیکن خدا تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ اس دن شدید زلزلہ آیا۔ جو لوگ مجھے مارنے اور توبہ کرانے کے لیے آنے والے تھے ان لوگوں کا بہت زیادہ نقصان ہوا جس کی وجہ سے یہ مجھ تک پہنچ ہی نہ سکے۔ کہتے ہیں کہ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ زلزلہ ایک نشان کے طور پر آیا جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا نشان ہے تب سے میں آپ لوگوں کے انتظار میں تھا۔ اس کے بعد موصوف نے اپنے ہاتھ سے بیعت فارم پُر کیا اور جماعت میں شامل ہوئے۔

لائبیریا کے مبلغ لکھتے ہیں کہ کیپ ماؤنٹ کاؤنٹی میں ایک گاؤں ہے۔ دراصل قادیان کے نام پر Ghadiyane (گادیان) نام اس گاؤں کا بھی رکھا گیا۔ اس گاؤں میں تبلیغ کے لیے گئے تو گاؤں کے بزرگ Mukhtaro Sonie صاحب نے بتایا کہ ان کے دادا 1970ء کی دہائی میں سیرالیون تعلیم حاصل کرنے کے لیے گئے تھے۔ وہاں انہوں نے احمدی مبلغ سے قرآن کریم پڑھا تھا اور ان کے ذریعہ سے انہیں جماعت احمدیہ کے بارے میں معلومات ملی تھیں۔ عین ممکن ہے کہ وہ احمدی ہو گئے ہوں۔ لہٰذا جب وہ واپس آئے تو انہوں نے اپنے خاندان اور دیگر لوگوں کے ساتھ جس جگہ رہائش رکھی اسے Ghadiyane کے نام سے نام دیا اور یہ گاؤں اسی نام سے ہر جگہ مشہور ہے۔ اس گاؤں میں پہلے بھی تبلیغ کی گئی تھی لیکن کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ چنانچہ اس گاؤں میں احمدیت کے نفوذ کے لیے خاص مساعی کی گئی اور سرکردہ لوگوں سے ملاقات کے لیے وقت بھی طے کیا گیا۔ ملاقات کے وقت تمام سرکردہ لوگ ایک تقریب کی وجہ سے اکٹھے تھے۔ ان سب کو جماعت احمدیہ کا تعارف، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی حقیقت اور آمد کا مقصد بتایا گیا اور بعد میں ان کے سوالات کے جوابات دیئے گئے۔ اس پر ان سب نے متفقہ فیصلہ کیا کہ وہ مطمئن ہیں اور جلد ہی وہ گاؤں کے باقی لوگوں کو مطلع کر کے ہمیں پیغام بھجوائیں گے کہ ہم کب وہاں تبلیغی پروگرام منعقد کریں۔ کہتے ہیں 27/مئی 2018ء کے دن ہمیں بلایا گیا وہاں جا کر تمام لوگوں کو تبلیغ کی گئی اور بڑی تفصیل کے ساتھ جماعت احمدیہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارے میں بتایا گیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے 273 افراد نے احمدیت قبول کرنے کی توفیق پائی۔ تبلیغی پروگرام کے دوران پاس کے تین گاؤں کے امام اور دیگر افراد بھی موجود تھے۔ انہوں نے بھی اپنے اپنے

باقی صفحہ نمبر 59 پر